

تایف

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری  
مفکرہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

# حدیث بن عازم

دَحْمَةُ اللَّهِ

اور

اُن کے علمی کارنامے

**[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)**

جاس نشریات اسلام ا۔ کے ۲۳ ناظم آباد، کراچی ۱۸



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اطْبِعُوا أَلٰهَهُ  
وَاطْبِعُوا رَسُولًا

جَمِيعَ الْعِبَادَاتِ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ

# مُدْعَى الْأَبْرِيْرِي

کتاب و متنی دینی پاپیڈیاں، اسلامی اسٹب لائپ سے ۱۲ جنوری ۲۰۲۰ء

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و متن ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقۃ النّشانِ الْاسْلَمی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)
- 🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترَكْتُ فِيمَا أَمْرَيْتُ لَنْ تَضَلُّوا  
مَا تَمْسَكْتُمْ بِهِ مَا كَتَبَ اللّٰهُ وَسُنْنَةُ رَسُولِهِ (رواه مالک في المطاف)

# مُحَمَّدِ بنِ عَطَى رَجُلُ الْبَيْهِى

اور

## اُن کے علمی کارنامے

ائمہ ارباب صحابہ اور امام طحاوی کا محققیقی تذکرہ  
تاپیخ تدوین حدیث اور جمع حدیث کے لئے ان کی کوششوں کا  
ذکر، ان کی تصنیفات پرمفصل و سیر حاصل تبصرہ

تألیف

## مَوْلَانَا تَقْىى الدِّينُ نَدْوِيِّ مَظَاهِرِى

سابق استاذ حدیث دارالعلوم ندوہ العلماء بکھنو

مقدمة

مُفکِّرِ اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

## مَجْلِسُ شَرِيَّاتِ اسْلَام

ا۔ کے۔ ۳ ناظم آباد میشن ناظم آباد کراچی ۱۹۶۰ء

پاکستان میں جملہ حقوق طباعت و اشاعت  
بحقِ فضلِ ربی ندوی محفوظ ہیں

نام کتاب	محمد بن عطاء اور ان کے علمی کارنالے
تصنیف	مولانا تقی الدین ندوی منظہ بری
طباعت	شکلیں پڑھنگ پریس، کراچی
اشاعت	ستم
ضخامت	۲۹۶ صفحات
ٹیلیفون	
	۶۲۱۸۱۶

اشاکست: مکتبہ ندوۃ قاسم سیفیڈر، اردو بازار، کراچی

ناشر  
فضلِ ربی ندوی

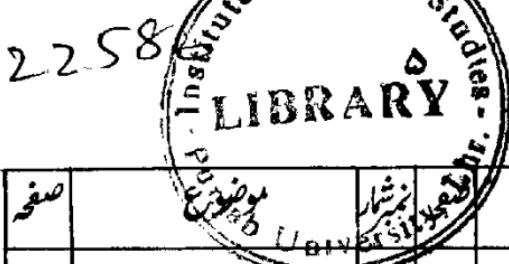
مجلس نشریاتِ اسلام اے۔ کے۔ ۳ ناظم آباد میشن، ناظم آباد، کراچی۔

## LIBRARY

## فہرست مکتبہ محدثین عظام

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	صفحہ	نمبر شمار
۱	راسے لگائی حضرت مولانا محمد ذکریار صاحب	۱۳	۱۲	۳۲
۲	شیع الحدیث رحمۃ اللہ علیہ	۱۳	۱۲	۳۵
۳	علی ندوی مذکولہ			۳۸
۴	حرف آغاز از مؤلف	۲۰		۳۹
۵	حدیث کی تعریف	۲۵		۵۲
۶	دین میں حدیث و سنت کا مقام	۲۵		۵۳
۷	عام تاریخی ذیخرون سے فن حدیث	۲۹		۵۸
۸	کے امتیازات			۶۲
۹	طلب حدیث کیلئے صحابہ کی رحلت	۳۶		۶۵
۱۰	روایت حدیث میں صحابہ کا اظر علی	۳۹		۶۵
۱۱	حضرت عمرؓ کی کثرت روایت سے منع	۳۰		۶۶
	کرنے کی مصلحت۔			۶۶
	کیا قبول حدیث کے لئے صحابہ نے			۶۷
	مزید شرائط مقرر کئے تھے۔			۶۹

نمبر شمار	موضوع	صفر نمبر شمار	موضوع	صفر نمبر شمار
۲۶	امام صاحبؒ کی ایک اہم فضیلت	۹۱	شیوخ و اساتذہ	۲۶
۲۷	ذکاوت و ذہانت	۹۲	مجلس درس	۳۳
۲۸	امام صاحبؒ کا علمی مرتبہ	۹۳	תלמידہ	۲۲
۲۹	امام صاحبؒ کی تابعیت کی بحث	۹۴	فقہ مالک	۲۵
۳۰	امام صاحبؒ و امام مالک	۹۵	امام صاحبؒ کے فضل مکالم کا اعتراف	۳۶
۳۱	ماخذ علم	۹۶	اخلاق و عادات	۲۷
۳۲	امام صاحبؒ کی وفات	۹۷	وفات	۳۸
۳۳	امام ابوحنینؓ کا علم حدیث میں مقام	۹۸	تصنیفات	۲۹
۳۴	روایت حدیث میں احتیاط	۹۹	مؤطلا	۵۰
۳۵	امام صاحبؒ کے شرائط	۱۰۰	زمانہ تایف	۵۱
۳۶	امام صاحبؒ پر ایک بینیاد الزم	۱۰۱	وجہ تسمیہ	۵۲
۳۷	امام عظیمؓ اور فرج حرج و تحریل	۱۰۲	مؤطلا کی غرض	۵۳
۳۸	مسانید امام عظیمؓ	۱۰۳	مؤطلا کا کتب حدیث میں مقام	۵۴
۳۹	امام مالک	۱۰۴	امام شافعیؓ کی شہادت	۵۵
۴۰	نام و نسب و ولادت	۱۰۵	مؤطلا کی مقبولیت	۵۶
۴۱	مدینہ طیبہ	۱۰۶	روایات کی تعداد	۵۷
۴۲	تحصیل علم	۱۰۷	مؤطلا کے مراسیل و بلاغات	۵۸



نمبر شمار	موضوع	نمبر شمار	موضعیت	صفحہ
۵۴	مؤطرا کی خصوصیات			
۴۰	مؤطرا کے روایۃ			
۴۱	شرح و تعلیقات			
۴۲	امام شافعیؒ			
۴۳	نام و نسب و ابتدائی حالات			
۴۴	طلب علم			
۴۵	امام شافعیؒ پر ذور ابتداء			
۴۶	امام محمدؐ کے حلقوں میں شافعیؒ کی			
۴۷	شرکت			
۴۸	رحلت علمی			
۴۹	امام شافعیؒ کا مصر میں قیام			
۵۰	وفات			
۵۱	شیوخ و تلامذہ			
۵۲	تصنیفات			
۵۳	امام شافعیؒ کا آغاز			
۵۴	وفات			
۵۵	امام شافعیؒ کا ازالہ			
۵۶	تصنیفات			
۵۷	منڈ شافعیؒ			
۵۸	علم حدیث			

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۸۹	سنديں تحریج روایات کی شرط	۱۳۳	۱۰۷	تصنيفات	۱۳۲
۹۰	مند کی بعض خصوصیات	۱۳۲	۱۰۵	الجامع الصیح	۱۳۲
۹۱	مند پر ابن جوزی وغیرہ کا اعتراض	۱۳۲	۱۰۶	وجہ تالیف	۱۳۲
۹۲	نام و نسب		۱۰۷	وجہ تسمیہ	۱۳۲
۹۳	پیدائش اور ابتدائی حالات	۱۳۲	۱۰۸	اس تصنيف میں اہتمام	۱۳۶
۹۴	جامع صیح کی مقبولیت	۱۳۲	۱۰۹	الجامع الصیح کی مقبولیت	۱۳۲
۹۵	اساتذہ و شیوخ	۱۳۸	۱۱۰	جامع صیح کا مقصد و مقصد عظیم	۱۳۲
۹۶	ستلامہ	۱۳۹	۱۱۱	امام بخاری کے تحریج کے شرائط	۱۳۸
۹۷	غیر معمولی قوت حافظہ	۱۳۰	۱۱۳	تعداد روایات	۱۳۰
۹۸	امام بخاری کا زندہ و تقویٰ	۱۳۱	۱۱۷	جامع صیح کی خصوصیات	۱۳۱
۹۹	شیوخ و معاصرین کا اعتراف	۱۳۲	۱۱۵	صحیح بخاری کے تراجم ابواب	۱۳۲
۱۰۰	امام صاحب پر دور ابتلاء و آزمائش	۱۳۳	۱۱۴	امام دارقطنی وغیرہ کے شبہات	۱۳۳
۱۰۱	نقٹہ نظر		۱۱۷	مسکل خلق قرآن پر امام صاحب کا ازالہ	۱۳۲
۱۰۲	وفات	۱۳۵	۱۱۸	امام عنان ابوحنیفہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ	۱۱۸
۱۰۳	اماں بخاری کا مسلک		۱۱۹	جامع صیح کے شروع و خواشی	۱۱۹

نمبر	موضوع	صفحہ	نمبر	موضوع	صفحہ	نمبر
۱۷۹	صحابہ میں صحیح مسلم کا مقام	۱۳۶		امام مسلم		
۱۸۰	غلط فہمی کا ازالہ	۱۳۷	۱۶۷	نام و نسب		۱۲۰
۱۸۲	شکریج روایت کے شرائط	۱۳۸	۱۶۴	سماع حدیث کے لئے سفر		۱۲۱
۱۸۳	صحیح مسلم کا سلسلہ روایت	۱۳۹	۱۶۸	شیوخ و تلامذہ		۱۲۲
۱۸۴	صحیح مسلم پر بعض شبہات	۱۴۰	۱۴۹	امام موصوف کے فضل کا اعتراف		۱۲۳
۱۸۵	صحیح مسلم کی مشروط	۱۴۱	۱۶۹	اخلاق و عادات زہد و تقویٰ		۱۲۴
۱۸۶	امام ابو داؤد		۱۷۰	امام صاحب کامسلک		۱۲۵
۱۸۷	نام و نسب	۱۴۲		وفات کامال		۱۲۶
۱۸۸	پیدائش و وفات	۱۴۳	۱۷۲	تصنیفات		۱۲۷
۱۸۹	تحصیل علم کے لئے سفر	۱۴۴	۱۷۳	الجامع بصیرح للإمام مسلم		۱۲۸
۱۹۰	اساتذہ و شیوخ	۱۴۵		وجہ تسمیہ		۱۲۹
۱۹۱	تلامذہ	۱۴۶		غرض تصنیف		۱۳۰
۱۹۱	زہد و تقویٰ	۱۴۷		تحداد روایات		۱۳۱
۱۹۲	امام موصوف کے فضل کا اعتراف	۱۴۸	۱۷۴	ترجم ابواب		۱۳۲
۱۹۲	ابو داؤد کامسلک	۱۴۹	۱۷۵	زمانہ تصنیف		۱۳۳
۱۹۳	تصنیفات	۱۵۰	۱۷۵	امام صاحب کا اپنی تصنیف میں ہتماں		۱۳۴
۱۹۳	سنن کا زمانہ تالیف	۱۵۱	۱۷۶	صحیح مسلم کی خصوصیات		۱۳۵

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱۵۲	سنن ابو داؤد کی وجہ تالیف	۱۴۷	تلاندہ	۱۹۵	۲۱۵
۱۵۳	سنن کی مقبولیت	۱۹۶	حافظہ	۱۴۸	۲۱۵
۱۵۴	سنن ابی داؤد کا صحاح ستیں درجہ	۱۹۷	زید و تقویٰ	۱۴۹	۲۱۶
۱۵۵	تعلیم کے اعتبار سے صحاح ستہ کا مقام	۱۹۷	تبیہ	۱۷۰	۲۱۶
۱۵۶	صحاح ستہ میں صحت کی حفاظت سے مقام	۱۹۸	ایک مخالف طے کا ازالہ	۱۷۱	۲۱۷
۱۵۷	سنن ابی داؤد کی خصوصیات	۲۰۰	نسانیف	۱۷۲	۲۱۷
۱۵۸	تعداد روایات	۲۰۳	جامع الترمذی	۱۷۳	۲۱۸
۱۵۹	صرف چارا حدیث انسان کے دین کے لئے کافی ہیں۔	۲۰۳	سنن ترمذی کے محاسن و فضائل	۱۷۴	۲۱۸
۱۶۰	ما سکت عنہ ابو داؤد کی حیثیت	۲۰۵	ترمذی کی غرض	۱۷۵	۲۲۰
۱۶۱	سنن ابی داؤد پر ابن جوزی کی تقدیر	۲۰۸	امام ترمذیؒ کی جرح و تعلیل کی حیثیت	۱۷۷	۲۲۲
۱۶۲	سنن کے نسخے	۲۰۹	علام ابن حزم کی تقدید کا جواب	۱۷۸	۲۲۳
۱۶۳	سنن ابی داؤد کی شروع	۲۱۰	ملاعی قاری کا تاسیع	۱۷۹	۲۲۴
۱۶۴	امام ترمذیؒ	۱۸۰	جامع صحیح کی معمول بہا احادیث	۱۸۰	۲۲۵
۱۶۵	نام و نسب	۲۱۲	جامع ترمذی کی بعض کتابی خصوصیات	۱۸۱	۲۲۶
۱۶۶	پیدائش ووفات	۲۱۲	امام ترمذی کی بعض مشہور اصطلاحات	۱۸۲	۲۳۱
۱۶۷	شیوخ	۲۱۳	لغظ کراہیہ و کراہیہ کا مفہوم	۱۸۳	۲۳۳

نمبر/حکاہ	موضوع	صفحہ	نمبر/حکاہ	موضوع	صفحہ	صفحہ
۱۸۳	بعض اہل کوفہ سے کوئی لوگ مرد ہیں	۲۰۰	۲۳۴	سن کی تاییت	۲۰۰	۲۳۴
۱۸۵	جامع ترمذی پر علام ابن جوزی کی تفہید	۲۰۱	۲۳۵	سن نسائی کی غرض	۲۰۱	۲۳۵
۱۸۶	جامع ترمذی کی شروح	۲۰۲	۲۳۶	سن کے حasan و فضائل	۲۰۲	۲۳۶
۱۸۷	امام نسائی کے شرائط	۲۰۳		امام نسائی	۲۰۳	
۱۸۸	نام و نسب	۲۰۴	۲۳۸	سن نسائی کی ایک اہم خصوصیت	۲۰۴	۲۳۸
۱۸۹	پیدائش و ابتدائی حالات	۲۰۵	۲۳۹	سن کے تراجم و ابواب	۲۰۵	۲۳۹
۱۹۰	شیوخ و اساتذہ	۲۰۶	۲۳۹	امام اعظم اور امام نسائی	۲۰۶	۲۳۹
۱۹۱	تلامذہ	۲۰۷	۲۴۱	ایک لطیفہ	۲۰۷	۲۴۱
۱۹۲	امام نسائی کا زہر و تقویے	۲۰۸	۲۴۱	شرح و تعلیقات	۲۰۸	۲۴۱
۱۹۳	علماء و معاصرین کا اعتراض	۲۰۹	۲۴۲	امام ابن ماجہ	۲۰۹	۲۴۲
۱۹۴	امام نسائی پر دور ابٹلا	۲۱۰	۲۴۵	علمائی پیدائش و ابتدائی حالات	۲۱۰	۲۴۵
۱۹۵	وفات	۲۱۱	۲۴۵	سماع حدیث کے لئے سفر	۲۱۱	۲۴۵
۱۹۶	امام نسائی پر شیع کا شبہ غلط ہے	۲۱۲	۲۴۶	شیوخ و تلامذہ	۲۱۲	۲۴۶
۱۹۷	امام نسائی کا مسلک	۲۱۳	۲۴۷	علماء کا اعتراض کمال	۲۱۳	۲۴۷
۱۹۸	حلیہ شریف	۲۱۴	۲۴۹	مسلک	۲۱۴	۲۴۹
۱۹۹	تصنیفات	۲۱۵	۲۴۹	وفات	۲۱۵	۲۴۹

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۲۱۶	تصنيفات	۲۶۲	۲۳۰	سماں حدیث کے لئے سفر	۲۷۹
۲۱۷	سنن ابن ماجہ اور اس کی خصوصیات	۲۶۳	۲۳۱	شیوخ و اساتذہ	۲۸۰
۲۱۸	سنن ابن ماجہ کے متعلق امام ابو زرعہ	۲۶۴	۲۳۲	تلانہ	۲۸۰
۲۱۹	کارشاد	۲۶۵	۲۳۳	علمی مرتبہ	۲۸۰
۲۲۰	سنن ابن ماجہ کا صحاح ستیں شمار	۲۶۶	۲۳۴	فن جرح و تحریل اور امام طحاویؒ	۲۸۱
۲۲۱	سنن ابن ماجہ کا صحاح ستیں مرتبہ	۲۶۷	۲۳۵	امام طحاویؒ کے کلامات کا اعتراف	۲۸۲
۲۲۲	سنن ابن ماجہ کے متعلق ایک اہم ناقدین	۲۶۸	۲۳۶	امام طحاویؒ کے ناقدین	۲۸۳
۲۲۳	غلط فہمی	۲۶۹	۲۳۷	تصانیف	۲۸۳
۲۲۴	تبیہ	۲۷۰	۲۳۸	شرح معانی الآثار	۲۸۴
۲۲۵	تعداد ابواب و احادیث	۲۷۱	۲۳۹	معانی الآثار کا کتب حدیث	۲۸۴
۲۲۶	سلسلہ روایت	۲۷۲	۲۴۰	میں مقام	۲۸۵
۲۲۷	شروع و متعلقات	۲۷۳	۲۴۱	معانی الآثار پر امام بیقیؒ کے	۲۸۵
۲۲۸	امام طحاویؒ	۲۷۴	۲۴۲	اعتراض کا جواب	۲۸۶
۲۲۹	نام و نسب	۲۷۵	۲۴۳	معانی الآثار کی خصوصیات	۲۸۸
۲۳۰	پیدائش و وفات	۲۷۶	۲۴۴	شرح و متعلقات	۲۸۹
۲۳۱	مصر	۲۷۷	۲۴۵	کتاب کے اہم مصادر و مراجع	۲۹۲
۲۳۲	تحصیل علم	۲۷۸	۲۴۶	کی اجمالی فہرست	۲۹۲
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ					

22586

## اکابر علماء کی آراء

”محدثین“ نظام کے پہلے اڈیشن پر ملک و بیرونی ملک کے اکابر علماء اور مجلات و جرائد نے مؤلف کی جو حوصلہ افزائی فرمائی، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے پیرس سے اوپر فتحی محمود صاحب نے زگون سے خطوط کے ذریعہ اطہار سرت فرمایا، بالخصوص چند اکابر کی آراء کو نقل کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا عبدالمadjد صاحب دریابادی کی رائے گرامی۔

”کتاب اپنی جامیعت اور اپنی افادیت کے لحاظ سے اپنی نظر آپ ہے، اس میں جیبت حدیث اور جدید فتنہ، انکار حدیث و تضیییک حدیث کے جوابات بھی پوری طرح آگئے ہیں، اور معروف و مشہور ائمہ حدیث کے علاوہ چاروں ائمہ فقہ اور امام طحاوی کی بھی خدمات کا بیان خاصی تفصیل سے آگیا ہے۔“

مضنون بیک وقت ندوی بھی ہیں اور منظاہری بھی، اور ان کی اس دو گاہ حیثیت کی شاہدِ عدل ان کی یہ کتاب ہے، منظاہری تحقیق فن اور ندوی سلامت و متنانت بیان۔ کتاب عالموں اور عالیمیوں دولوں کے حق میں مفید ثابت ہوگی۔ اور ہر دینی درسگاہ اور انگریزی کالج کے طلبہ کے ہاتھوں میں جانے کے قابل ہے۔ ”صدق جدید ۲۳ ستمبر ۱۹۴۶ء“

”مؤلف اس کتاب کی تالیف پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔“

مولانا سعید احمد اکبر آبادی ”برہان“

”پوری کتاب علمی و دینی معلومات کا خزانہ ہے، اور مغز ہی مخزہ ہے، مؤلف کی یہ پہلی علمی تصنیفی کا وش پتہ دیتی ہے کہ وہ درس و تدریس کی مشغولیت میں بھی اس طرح کا کام

بنجوبی انجام دے سکتے ہیں“ مولانا فاضی اطہر مبارک پوری ”انقلاب“

”یہ کتاب مؤلف نے بڑی محنت و جتجو سے لکھی ہے، زبان و بیان سلیس اور ٹفتہ ہے“

مولانا فاضی الرین اصلاحی ”معارف“

”جس ضرورت کے پیش نظر فاضل مؤلف نے یہ کتاب مرتب کی ہے، اس کے لئے

یہ مجموعہ تحقیقاً کارآمد و مفید ہے“ ”رسالہ زندگی“

”مولانا تقی الدین صاحب ندوی اس کتاب کی تایف پرمبار کباد کے متحتی ہیں، انہوں نے برج کے مقابلہ میں تعديل کی راہ اختیار فرمائی ہے، ائمہ حدیث پر جو اعترافات وارد ہوئے ہیں، ان کو رفع کیا ہے، یا اس کی قابل قبول توجیہ و تاویل فرمائی ہے، کتاب بڑی محنت دیدہ ہے اور دینی شعف کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، زبان و بیان میں سادگی پائی جاتی ہے“

”رسالہ فاران کراچی“

”یہ تایف اہل علم کے لئے خصوصاً اور اہل ذوق کیلئے عام طور پر مفید و نفع بخش

شابت ہوگی“ ”رسالہ دارالعلوم دیوبند“

# حَضْرَةُ الْأَسْتَاذِ شِيخُ الْحَدِيثِ مُولَانَا مُحَمَّدْ زَكْرِيَا صَاحَبُ قُدْسَتَهُ كَيْ رَائِيْ گَرَامِيْ

نَحْمَدُهُ وَ نَصْلِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

عزیزِ محترم مولانا الحاج مولوی تھی الدین صاحب ندوی مدرس حدیث دارالعلوم  
ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متفرق علمی مضایں جو وقار فقار سائل میں شائع ہوتے رہے، اکثر سنتا  
رہا، ان کی کتاب "محذیں عظام" اور ان کے علمی کارنامے "کے مضایں جو بعض رسائل میں شائع  
ہو رہے ہیں، اس سے بہت مرتبت ہوئی، یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے، اللہ جل شانہ ان مضایں  
سے اہل علم کو زیادہ سے زیادہ ممتحن فرمائے، اور مولانا موصوف کیلئے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے  
مولانا موصوف کے علوم و فیوض سے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ ممتحن فرمائے، اور کتاب کو اپنے فضل و کرم  
سے قبول فرمائے، اس ناکارہ کو اس قسم کے مضایں کی عادت نہیں، لیکن دعا سے دریغ نہیں  
دل سے۔ عاکر تباہوں۔ فقط۔

مُحَمَّدْ زَكْرِيَا  
مظاہر العلوم، سہارنپور  
رجادی الاولی ۱۳۸۶ھ

# مقدمة

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سِيدِ

الْمَرْسِلِينَ مُحَمَّدًا وَالْمَوْلَى وَصَاحِبِهِ اجْمَعِينَ، وَمَنْ تَبَعَهُمْ

باحسان الی یوم الدین

اما بعد ! میرے لئے یہ دو گونہ سعادت و مسرت کا موقع ہے، کہ عزیزگرامی مولوی تقی الدین صاحب ندوی کی قابل قدر تصنیف "محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے" پر بطوریش لفظ و تعارف کے چند طریکھوں، دو گونہ سعادت و مسرت اسلئے کہ تیہ تصنیف ایک پاکیزہ مقصد کے ساتھ، اور ایک نہایت اہم موضوع پر ہے جس کی حوصلہ افزائی، قدر شناسی، اور اشاعت تبلیغ دین کے ہر اس خادم کے لئے جس کی زمانہ کے فتنوں پر نظر ہے، موجب سعادت اور ذخیرہ آخرت ہے، شاید اس لئے کہ مصنف عزیزی کا تعلق دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بہت گوئے ہے، وہ اس درسگاہ کے فاضل بھی ہیں، اور وہیں حدیث کے درس و تدریس کے فاضل بھی انجام دے رہے ہیں، بارک اللہ فی علمه و شکر مسامعیہ ۔

یورپ کے مستشرقین، اور ان کے مشرقی ملاؤں و مقلدین کی ذہانت اور ترک انتخاب

کی داد نہ دینا ظلم ہے کا انہوں نے عالم اسلام میں ذہنی تشاہر، تعلیم پا فتنہ مسلمانوں میں بے علیٰ تھطل، اخلاقی انارکی، اور شک و ارتیاب پسیدا کرنے کے لئے حدیث و سنت کا انتخاب کیا، اور اس کی جیت، حفاظت، تاریخیت پر ایک منظم حلکے کیا، اور اس پر ادارہ۔ انسٹی ٹیوشن (INSTITUTION) کو علیٰ تاریخی حیثیت سے نہایت مشکوک و مشتبہ اور مکروہ رہے بنیاد عمارت کی حیثیت سے پیش کیا، انہوں نے کبھی روایات کی اس تعداد پر جو محدثین کے حالات و تذکروں میں لکھی جاتی ہے، اپنی سخت حیرت واستحجاب کا انطبھا کیا، اور اس کو غلاف فطرت بتایا، کبھی محدثین کے حافظہ کے واقعات کو خلاف عقل و قیاس ٹھہرا لے جی فاروق اعظم اور بعض دوسرے صحابہ کے استفسارات اور انتظامات کی روایات کا سہارا لے کر مکثرین صحابہؓ حضرت ابو ہریرہ وغیرہ کی کثرت روایات میں شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی کبھی حدیث کی ترتیب و تدوین کو پچھلے دوراً و تیسرا چوتھی صدی کی کوشش بتا کر روایت حدیث کے تسلیل، اور اس کی تاریخیت کو مجرد قرار دیا، کبھی سیاسی و اعتقادی محرکات و عوامل کو نایاں کر کے حدیث کے ایک بڑے ذخیرہ کو سیاسی و کلامی مصالح کی بنابر پر موضوع قرار دینے کی کوشش کی کبھی وضع حدیث کے قصوں کو اب و تاب کے ساتھ نقل کر کے سارے سرمایہ حدیث کو مشتبہ قرار دینے کی سی کی، کبھی تدوین حدیث کو مذاہب الیجع کے اثبات و احراق کا تابع دخادم ثابت کر کے احادیث کی نقل و روایت کو فہری گروہوں، اور مکاتب خیال کے مقابل کشکش کا نتیجہ ثابت کرنا چاہا، اقتصر یہ ہے کہ فرق باطلہ، اور اسلام کے خلاف سازشوں کی تاریخ میں اگر اس ذہانت کی کوئی نظیر مل سکتی ہے، تو صرف گلاہ رواضخ کی تاریخ میں جنہوں نے صحابہؓ کرام کی پوری تماعت کو مجرد کر کے قرآن مجید کے نقل و تواتر ہی کو مشکوک بنادیا، اور انہی سے بہت

سے غالیوں نے قرآن مجید ہی کی تحریف اور اس میں کمی زیادتی کا دعویٰ کیا، اور اس کو اپنے

مزہب کا شعار بنالیا۔

مستشرقین کی چاہک دستی، مستعدی، اکثر مذکوری حکومتوں کی حوصلہ افزائی و سرپرستی، جدید تعلیم یا فتح طبقہ کی صحیح ذہنی تربیت سے محرومی یورپ سے مرعوبیت، اور نظام تعلیم کے خلط اثرات کی بنابرائی موجودہ دور کے عمل گریز، انتشار پسند، اور مغرب پرست رجحان کی مدد سے یہ فتنہ ان حمالک میں خاص طور پر اثر انداز ہوا جنہوں نے ابھی حال میں یورپ کی سیاسی غلامی سے آزادی حاصل کی ہے، لیکن علمی و ذہنی غلامی میں وہ پہلے سے زیادہ بدلنا ہو گئے، یا جنہوں نے سیاسی و علمی ترقی و تنظیم کے راستے پر نیا نیا قدم اٹھایا ہے، ان میں تدبیتی سے سب سے بڑا اسلامی ملک پاکستان خاص طور پر قابل ذکر ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی واقع ہے کہ ہمارے قدیم اساتذہ دمدرسین حدیث کوان مستشرقاً نے اعتراضات و تشكیکات کی بہت کم خبر ہے، ان کی زیادۃ ترویج حدیث سے اپنے مذہب کے اثبات، اور فتنی تحقیقات پر مکروہ رہتی ہے، لیکن اب خدا کے فضل سے مصر و شام، اور ہندوستان و پاکستان میں ان مستشرقین کی علمی تبلیغات کا جائزہ لینے کا کام، اور محدثین کے کارناموں کو علمی و تحقیقی انداز میں پیش کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، اس نزدیں سلسلہ تصنیف میں دو کتابیں خاص طور پر امتیاز رکھتی ہیں، ایک شام کے مشہور عالم استاذ مصطفیٰ اباعی مرحوم (متخصص جامع ازہر، سابق عمید کلیة الشریعہ جامعہ دمشق) کی کتاب "السنۃ و مکانتها فی التشوییع الـ اسلامی" ہے، جو اپنے موضوع پر میری کوتاہ نظر اور محدود علم میں سب سے زیادہ جامع و موثق کتاب ہے، اور جس نے اہل علم دین کے حلقوں میں بھی بڑی مقبولیت حاصل کی ہے دوسری فاضل گرامی مولانا سید مناظر حسن گیلانیؒ کی تصنیف

تہذیبین حدیث ہے جس میں مصنف نے اپنی عادت کے مطابق ٹریبلیش قیمت مواد جمع کر دیا ہے، اور بعض ... نئے نظریات و تحقیقات پیش کئے ہیں، ان دو گلیل القدر کتابوں کے عادوں متعارض چھوٹی بڑی کتابیں عربی اور اردو میں شائع ہو چکی ہیں، اور یہ سلسہ برابر بسی ہے۔

تفصیل اسلام اعلیٰ دینی مدارس میں جن کو اصطلاحاً مدارس عربی کہا جاتا ہے، حدیث کے درس و تدریس کا بڑا اہتمام ہے، مصروف شام کے بڑے بڑے دینی مدارس اور جامعات کے ملاف، جہاں اب صرف حدیث کے منتخبات پڑھانے کا دستور ہو گیا ہے ہندوستان و پاکستان کے ان مدارس میں صحاح شافعی کی مکمل تدریس کا رواج ہے، خاص طور پر ترمذی و خارمی اور کسی حدیثک "ابوداؤ" و "مسلم" بحث و تحقیق کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، کہیں کہیں "طحاوی" اور "موطا" نکو بھی بحث و تحقیق کے ساتھ پڑھتے ہیں، لیکن ان کتابوں کی غنیمت، اور ان کی فقہی بحثوں کی مصروفیت کی وجہ سے بہت کم طلبہ و فضلار فنِ حدیث کی ریخ، اصحاب صحاح کے حالات زندگی، طبقات کتب حدیث و خصوصیات کتب وغیرہ کا حلقہ، واقف ہو پاتے ہیں، حجتیت حدیث، اور اس پر جدید اعتراضات، اور ان کے تلفیق بخش جوابات کا مسئلہ تو اور بھی مشکل ہے، اگرچہ کتب حدیث کے بعض جدید شروح کے قدمرمیں ان کے فاضل مؤلفین نے بڑا قیمتی مواد جمع کر دیا ہے، لیکن ہمارے عربی مدارس کے بہت سے مدرس شاید معاصر ہونے کے قصور میں ان سے پورا فائدہ نہیں اٹھاتے، مثلاً سفرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے بخاری کی زیر طبع شرح "لامع الدراری" کے مقدمہ میں، اور مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری نے اپنی ترمذی کی شرح تحفۃ الاجزاء کے مقدمہ میں بہت کارآمد مواد جمع کر دیا ہے، ضرورت تھی کہ کوئی ایسے فاضل مدرس، جن

کو طلبہ کی ضرورت کا بھی احساس ہو، قدیم و جدید ذخیرہ پر بھی نظر ہو، اور جدید اعتراضات کی ضرورت کا بھی احساس ہو، قدیم و جدید ذخیرہ پر بھی نظر ہو، اور جدید اعتراضات کی بھی خبر ہو، سلیقہ سے اس مواد کو ضروری حد تک جمع کر کے اردو میں پیش کر دیں، اور اس کو ایک ایسا مجموعہ بنادیں جو تمام عربی مدارس کے طلباء، نیز متوسط التعليم یافتہ طبقہ، اور صاحب ذوق ان رددہ حضرات کے لئے بھی مفید و لچک ہو، اس سے ایک طرف ہمارے طلباء و فضلا رکون حديث کی تاریخ، اور کتب صحابح کے مصنفوں کے حالات کا علم ہو، دوسری طرف ان تعلیم یافتہ اصحاب کو جو عربی سے نا آشنا ہیں، علم حدیث کی ضرورت، اور محمد بنین عظام کے کارناموں کی اہمیت کا اندازہ ہو، اور وہ ان کے علمی و دینی مساعی کا حال پڑھ کر اپنا ایمان بھی تازہ کر لیں اور اپنی معلومات میں بھی اضافہ کریں،

شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ندوی فاضل بولوی نقی الدین صاحب کو اس کی توفیق دی انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعلیم کی تکمیل کے بعد ایک خاصی "درست مستقل طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں قیام کیا، حضرت موصوف کے درس حدیث میں بھی شرکت کی، جو اس عصر کا ایک ممتاز ترین درس حدیث ہے، اور ان کے مسودات و خصوصی تحقیقات سے بھی فائدہ اٹھایا، اس طرح وہ ندوی و مظاہری خصوصیات کے جامع ہیں، اسی کے ساتھ وہ کئی سال سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حدیث کی اوپنجی کتابوں کا درس دے رہے ہیں، قدیم آخذ کے ساتھ عربی و اردو کی جدید کتابوں پر بھی ان کی نظر ہے، اس طرح امید ہے کہ یہ کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہوگی، اور نہ صرف ہمارے مدارس، بلکہ دینی حلقة کی بھی ایک ضرورت پوری کرے گی، کوئی انسانی کوشش بھی نقاصل سے خالی نہیں، اور ابھی تو وہ جوان سال عالم، اور صحیح محتوا میں، دشت علم و تحقیق کے مسافر ہیں، ان کی یعنی و مطالعہ

کے ساتھ ان کی معلومات، علم۔ نظر کی وسعت، اور تصنیف و تحریر کی پہنچگی ترقی کرے گی، اخدا  
انَّ وَعِلْمَ دِيْنِ كَيْ خَدْمَتْ كَيْ مُزِيدٌ تُوفِيقٌ عَطَا فَرَمَيَ، ان کی اس پہلی کوشش و خدمت کو کامیاب  
بنائے اور قبول فرمائے، اور طلبائے مدارس و اہل دین کو ان کی کوششوں سے نفع پہونچے۔  
**وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ**

ابو الحسن علی ندوی  
دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

۲۹ جادی الثاني ۱۳۸۶ھ

مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء

# حُرْفٌ آغاز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
سَلَامٌ وَنَصَارَى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

**اًمَّا بَعْدُ!** ناچیز مؤلف نے اپنے استاد و مرشد حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شیخ الحدیث مدفیو ضمیر (جن کی توجہ و برکت سے یہ کتاب پیش کی جا رہی ہے) کے درس بخاریؑ کے افادات خصوصاً ایتلاف درس میں امام بخاریؑ کے حالات و جامع صحیح کی خصوصیات کی پوری مدلل اور مفصل تقریر کو نہایت اہتمام سے قلمبند کیا تھا، اس کے ساتھ استاد مخرم کا ایک مشیر قرآنؓ مقالہ جو امام ابو داؤدؓ اور ان کی سنن کی خصوصیات پر مشتمل ہے جو حقیقتاً بذل الجہود کیلئے رحمۃ الہمما گیا تھا، اس غیر مطبوعہ مقالہ کی نقل دیگر افادات کے ساتھ میرے پاس موجود ہے ان کے شراءہ جن قدیم و جدید کتابوں سے میں نے اس کتاب میں استفادہ کیا ہے، انکی فہرست آخریں دے دی ہے۔ آج سے کئی سال پیشتر جب دارالعلوم ندوۃ العلماء نے تدریس حدیث کر فتح اس ناچیز کے ذمے کی بالخصوص آج سے پانچ سال قبل جب پہلی مرتبہ جامع ترمذی ہجۃ النّوافع کا موقع ملا تو اس ضرورت کا شریداً حساس ہوا کہ حدیث پڑھنے والے طلباء کیلئے ارباب حکمت و امام طحا ویؑ کے حالات اور انکی کتابوں کی خصوصیات کو کتابی صورت میں جمع کر بخانے اس مقصد کے تحت مقالات لکھنے کا آغاز کیا، چنانچہ اس کتاب کے اکثر مصنایفین رہے۔ الٰہ م محکمہ باللّٰہ یا اور ”معارف“ و ”الفرقان“ میں شائع ہو چکے ہیں، جنکو اہل علم نے پسندیدگی کی رہے۔

یہا، موجودہ زمانے میں منکریں حدیث جو فی الواقع علم حدیث کی غلطت اور حجتین کے  
کام ناموں سے نا آشنا ہیں، انہوں نے اس مقام فن کو مشکوک و مشتبہ بنانے کی تاپاک  
کوشش کی اور کر رہے ہیں، جس سے ہمارا جدید تعلیم یا فتنہ طبقہ ناواقفیت کی بنا پر متاثر نظر  
آتا ہے، اسلئے جیت حدیث، علم حدیث کی ابتدائی تاریخ اور ائمہ اربعہ کے حالات  
و انکی خدمات حدیث کا ذکر ناگزیر معلوم ہوا، تاکہ عہد رسالت اور ارباب صحاح ستہ  
کے درمیانی عہد میں علم حدیث کی حفاظت و صیانت کا سلسلہ بھی معلوم ہو جائے اور  
ائمه اربعہ کی خدمات حدیث سے واقفیت بھی حاصل ہو جائے، اگرچہ اس کتاب کی تائیف  
یہ ہمارے پیش نظر تمام عربی مدارس کے طلباء ہیں، مگر اسکے ساتھ ہم نے اسکا بھی لحاظ رکھا  
کہ مارے اردو تعلیم یا فتنہ طبقہ کیلئے بھی یہ مجموعہ کارآمد و مفید ثابت ہو، اس کتاب کو بہت  
پہلے مکمل ہو جانا چاہیئے تھا، مگر اپنے طویل سلسلہ علالت کی وجہ سے جو تقریباً دو سال سے قائم  
ہے، کتاب کی تکمیل میں تاخیر ہوئی اور مسودہ پر نظر شافعی کا موقع نہ مل سکا مگر اب بفضل تعالیٰ  
اد قم ہوا تو نظر شافعی کا کام بھی پورا کر لیا۔

میرے مخدوم و مری حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مظہر کی توجہ و سہمت افزائی  
بھی برا بر میری معاون رہی انہوں نے اس کتاب کیلئے از راہ عنایت و شفقت ایک تینی  
مندر مہ بھی تحریر فرمایا جو زینت کتاب ہے، اور یہ ناچیز ترہ دل سے ممنون ہے۔  
اسی طرح میرے ایک قدیم محب و محسن کی عنایت سے اس کتاب کی اشاعت  
کا حلہ بھی آسان ہو گیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزاۓ خیر دے۔

کتابت و طباعت کی تمام دشواریوں کو عزیزی مولوی محمد قمر علی ندوی سلم، نے  
اینے زم لے لیا، ان کے علاوہ جن دوستوں و عزیزوں نے اس میں کسی نوع کا تھاک

کیا ہے، ان کا ممنون ہوں، اور دل سے دعا گو ہوں۔

الثرب الفرّت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبول عطا فرمائے اور  
روام بخشدے، اس ناچیز کی لخزشیوں و کوتاہیوں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے  
حضرور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع نصیب فرمائے، اور حدیث پاک  
کی خدمت کا مزید موقع عطا فرمائے۔ و ما ذالک علی اللہ بعزیز۔

## نقی الدین مذوی مظاہری

دارالعلوم ندوۃ العلماء

۱۳۸۵ھ  
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

# عرض حال

اہا بعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، کہ "محدثین عظام" کے دوسرے اڈیشن کی طباعت ہوئے جا رہی ہے، یہ اس ناچیز کی پہلی کتاب ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا تھا، الحمد للہ تھوڑے عرصے میں یہ کتاب بخیل گئی، مشہور رسائل و اخبارات نے اس پر بہت عمدہ تبصرے کئے، اور ناچیز مؤلف کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی، دوسرے اڈیشن کے لئے مؤلف کو وقت و فرصت کا انتظار تھا کہ مزید اضافہ کئے جاسکیں؛ مگر اس کے بعد سے علمی و تصنیفی مشاغل بڑھتے ہی گئے، ۲۵ شعبان ۱۳۹۱ھ سے ۲۷ شوال ۱۳۹۳ھ تک بذل المجهود کے خواستی و طباعت کے کام میں ایک سال سہارنپور حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدینو ضمیر کی خدمت میں قیام رہا اور ۴ شعبان المعلم ۱۳۹۲ھ کو سہارنپور سے قاہرہ جلانے کے لئے بمبئی کے لئے روانگی ہوئی، میری عدم موجودگی میں، عزیزی الحاج مولوی قمر علی ندوی سلمان نے میرے

محسن و مشفیق مولانا معین الشندوی نائب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایسا پر پوری کتاب کی دوبارہ تکاپت کرائی، جب میں واپس آیا تو اس کا علم ہوا، بجید مسرت ہوئی، بہر حال ”محدثین عظام“ کا دوسرا اڈیشن ناظرین کے سامنے ہے، دعا ہے کہ حق تھا۔ شانہ اس کو قبول فرماتے، اور میرے محسین و معاونین کو بہترین جزا خیر عطا فرماتے، فقط والسلام۔

خادم الحدیث النبوی

۷، نومبر ۱۹۷۳ء

نقی الدین ندوی مظاہری  
منظفر پور، قلندر پور، اعظم گڑھ۔ یو پی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَىٰ وَسْلَامٌ عَلَىٰ عِبَادَةِ الَّذِينَ اصْطَفَاهُ

آمَّا بَعْدُ

**حدیث کی تعریف** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبلغ و حلم بنکر بھیجا گیا تھا، اور دین ائمہ کی آخری و مکمل کتاب قرآن مجید آپ کو عطا کی گئی تھی، اس مقدس کتاب کو آپ نے سنا یا، سمجھایا، لکھوا یا اور یاد کرایا، اور اس پر کامل طور سے عمل کر کے امت کو دکھایا، گویا آپ کی زندگی قرآن کریم کی علی تفسیر تھی، اس نے حدیث کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو آپ کے سامنے پیش آئے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ہیں) غرض پیغمبر کے اقوال و افعال و تقریر کا نام حدیث ہے، بعض علماء نے صحابہ اور بعضوں نے ان کے شاگردوں یعنی تابعین کے اقوال و افعال کو بھی اس فن کے ذیل میں شریک کر لیا ہے۔

**دین میں حدیث و سنت کا مقام** | حدیث کا بڑا حصہ متواتر نہیں ہے مگر امت میں بلاشبہ یہ عقیدہ متواتر ہا ہے کہ حدیث نبوی، قرآن کا بیان اور اس کی شرح ہے، پس اگر قرآن کی تشریعی حیثیت تسلیم کی جاتی

ہے تو اس کے بیان و شرح کی بھی تشریعی حیثیت ماننی پڑے گی۔

قرآن مجید اور احادیث پر جن علماء کی عین وسیع نظر ہے، انہیں بر ملا معلوم ہے کہ احادیث صحیحہ کام ترقیٰ آن پاک کے کلی و عمومی احکام کے تحت مندرج ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تشریع فرمائی ہے، امام شاطبی فرماتے ہیں کہ فکانت السنۃ بمنزلة التفسیر و سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کا الشرح لمعانی احکام الکتاب ہے۔

امام شافعیؓ نے اپنی تصنیف الرسالہ میں احادیث و سنن کی تین قسمیں بیان کیں ایک وہ جو بعینہ قرآن پاک میں مذکور ہے، دوسری وہ جو قرآن کے محل حکم کی تشریع تیسرا وہ جس کا ذکر بظاہر قرآن پاک میں نہ تفصیلاً ہے اور نہ اجالاً، اس کے متعلق امام شافعیؓ نے علماء کے چار نظریے نقل کئے ہیں، یکیں صحیح مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اقوال بھی صحیحہ ربانی سے مستبط ہیں، اس قسم کی حدیثوں کے مأخذ کی تلاش وقتِ نظر کا کام ہے، ان کا پتہ زبانِ نبوت اور فہم رسالت کے طرزِ ادا اور اسلوب سمجھنے والے راسخین فی العلم ہی لگاسکتے ہیں، قرآن مجید نہایت صراحةً کے ساتھ کہتا ہے۔

لَقَدْ هَنَّ اللَّهُ مَنْعِلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ لَعَثَ  
بِيَشْكُ الشَّرْنَّ احْسَانَ كِيَا اِيمَانَ وَالْوَلَوْ  
فِيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ مِنَ الْفَسِيْهِمْ يَتَلَوَّ عَلَيْهِمْ  
کہ بھیجا ان میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا  
ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے۔  
أَيَّاتِهِ وَيُذَكِّرُهُمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ۔ (آل عمران، ۴۷)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف قرآن کی

آیات کو پڑھ کر سنا ناہی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی آپ کے فراضی رسالت میں داخل ہے، جبکہ ائمہ لغت و علمائے قرآن کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کے علاوہ شریعت کے وہ احکام اور دین کے وہ اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے، امام شافعی ارسال میں لکھتے ہیں :-

سمعت من أرضي من اهل العلم  
القرآن يقول الحكمة سنة رسول  
للله صلى الله عليه وسلم -  
میں نے قرآن کے اُن اہل علم سے جن کو پسند کرتا ہوں یہ سننا کہ حکمت آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت کا نام ہے۔

امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں بہت سے علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد  
نہ رہتا ہے :-

لصواب من القول عند نافي الحكمة  
أَنَّ الْعِلْمَ بِالْحَكَمَاتِ اللَّهُ الَّتِي لَا يَدِرِكُ  
عِلْمَهَا الْأَبْبَيْانُ الرَّسُولُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْرِفَةُ بِهَا وَمَادِلُ  
عَلَيْهِ فِي نَظَارَهُ وَهُوَ عِنْدِي مَا خَوَذُ  
مِنَ الْحَكْمِ الَّذِي بَعْنَهُ الفَصْلُ بَيْنَ  
اباطِلٍ وَالْحَقِّ<sup>۱</sup> -  
میرے نزدیک حکم سے ماخوذ ہے، جس کے معنی احق و باطل میں تمیز کرنے کے ہیں۔

علوم ہوا کہ حکمت سے مراد سنت ... ہے، کیونکہ اس کا عطف کتاب پر ہو رہا ہے، جو خیرت کا مقتضی ہے، نیز اس سے یہ علوم ہوا کہ کتاب کے ساتھ سنت کی اتباع بھی

واجب ہے۔

سنن ابی داؤد میں مقام ابن معدیکرب سے روایت ہے :-

الا افی او تیت القرآن و مثله معہ۔ سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل  
مزید برآں۔

ظاہر بات ہے کہ مثلہ معہ سے مراد سنت ہی ہے۔

اس حکمت کو کتاب اللہ کے ساتھ یاد رکھنے کا تاکید حکم بھی دیا گیا، فرمایا :-  
وَإِذْ كُرِنَ مَا يَتَلَقَّبُ فِي بُيُودٍ تَكُنْ مِنْ  
اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو ایتیں  
اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو  
آیاتِ اللہ وَ الْحِكْمَةُ۔  
یاد رکھو۔ (احزان ۳۶)

ازواج شمعیہات کو آیاتِ الہی کے علاوہ کس حکمت کو یاد رکھنے کا حکم دیا گیا تھا،  
ظاہر ہے کہ اس سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و افعال اور احوال ہیں جن  
کے مجموعے کو حدیث یاد سنت کہتے ہیں۔

قرآن مجید کے مجلات و مشکلات کی تفصیل اور علمی تکلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے قول و اعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہو سکتی، کیونکہ آپ مرادِ الہی کے  
مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَأَنْذَلْنَا إِلَيْكَ الِّذِي كُرِتَبَتِينَ لِلنَّاسِ اور آپ پر بھی ہم نے یہ یاد داشت نازل کر

لے باب فی لزدم الشَّرْتَة، ابو داؤد، جلد ۲۔

عہ لفظیتیں سے کسی کوشیدہ ہو کر دہ کتاب کیلئے خاص ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب  
کا کوئی صفحہ پڑھ کر نہیں ساتھے تھے، بلکہ الفاظِ الہی کو زبانی ادا فرماتے تھے۔

مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ -

(النحل، ۶)

تاکہ جو کچھ ان کی طرف آتا را لے گیا ہے۔ آپ اس کو

کھول کر لوگوں سے بیان کر دیں۔

قرآن مجید میں وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الہی اسی طرح نکاح، طلاق، بیع و شراء، اخلاق و معاشرت، سیاست ملت اور فصل قضایا و خصوصات عرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام موجود ہیں، اور ان کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان احکام کی تشریح اور ان کے جزویات کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، اسی لئے آپ کی اطاعت و حقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے:-

وَمَنْ يُطِّعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ

اللَّهَ - (الناء، ۶)

جن نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اشتبہی کی اطاعت کی۔

آپ کی اطاعت اور سنت کا اتباع جس طرح آپ کے ذریعہ میں کیا جاتا تھا اسی طرح آپ کے بعد بھی ضروری ہے، قرآن و حدیث میں اس کی بکثرت تاکید کی گئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں جب

تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لے رہو گے

مگر انہوں نے ہو گے، کتاب اندھا اور میری سنت۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا

ما تمسکتم به ما کتاب اللہ و سنتی۔

عام تاریخی ذخیروں سے فن حدیث کے امتیازات | حدیث وہ مقدس فن  
ہے کہ اس کی اہمیت و

لہ جامع بیان الحلم جلد ۲ ص ۱۸۷ بحوالہ مدرسہ رک -

خصوصیت کی وجہ سے اس کی حفاظت کیلئے ہزاروں نہیں لاکھوں، کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکتے، یہ صرف اس امت کا طغراۓ امتیاز ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمہ کی صحبت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق عطا ہوئی، اس عظیم کارناٹ کا اعتراف غیروں کو بھی ہے، ڈاکٹر اپنگر کہتا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کیلئے اسلامی الرجال کا فن ایجاد کیا جس سے پانچ لاکھ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے۔

افوسِ منکرین حدیث جو اس فن سے بالکل نا آشنا ہیں، تاریخ کی جھوٹی شہادتوں اور روایتوں کو تو قابل قبول سمجھتے ہیں، جس کے نراویوں کا پتہ ہے، نہ ان کے حالات زندگی معلوم ہیں، اور حدیث جس کی حفاظت کیلئے وہ سارے ذرائع استعمال کئے گئے جو کسی واقعہ کی حفاظت کے لئے اس دنیا میں ممکن ہیں، اس کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ تاریخ کاروایتی سرمایا اس دو رشیاب میں کبھی چند مخطوطات ہیں، جو کہ نہ الواح یا بو سیدہ ہڈیوں کی شکل میں دستیاب ہو گئے ہیں، یا وہ محفوظات ہیں جو محض سنی سنائی افواہ ہوں پر بلا سند کے زیر ترتیب آگئے ہیں، یہاں سند کا فقدان تاریخی واقعات کے ثبوت کیلئے کوئی عیب ہی نہیں سمجھا جاتا، اس پر نقد و تبصرہ صرف عقل کی روشنی میں کیا جاتا ہے، اور انسانی دماغ ہی اس کو مرتبہ یقین تک پہنچاتا ہے، جیسا کہ ایک انگریز مورخ کا بیان ہے، کہ کسی زمانے کے حالات قلم بند کئے جاتے ہیں، تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلم بند کر لی جاتی ہیں، جن کے راویوں کے نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتے، انہیں امداد و الحکم جلد ۲ ص ۲۷۶ خطیبات مدارس بحوالہ مقدمہ اصحابہؓ اسلامی تاریخ اس میں مشتمل ہے۔

ذہنوں سے وہ واقعات انتخاب کر لئے جاتے ہیں، جو قرائیں و قیاسات کے مطابق ہوتے ہیں، تھنوںے زمانے کے بعد یہی ایک دلچسپ تاریخ بن جاتی ہے، ان مکرزوں کے باوجود دنیا لے قدر کی نگاہ سے دکھتی ہے، حدیث جس کی حفاظت و صیانت کیلئے ایسے قدر تی سو عوامل ہیں جو اس دنیا میں کسی تاریخی واقعہ کے لئے تیسریں اور نہ آئندہ آسکتے ہیں۔

فہن حدیث کے بعض امتیازات و خصوصیات کی طرف ہم محصر اشارہ کر رہے ہیں جو اس کو دوسرا سے تاریخی ذخیروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

(۱) عام تاریخی ذخیروں سے اس کا پہلا امتیاز یہ ہے کہ تاریخ کے عام ذخیرے عمدًا ایسے ہی ہیں کہ اس کا تعلق کسی قوم یا حکومت یا کسی عظیم اشان جنگ سے ہوتا ہے، بہناف حدیث کے کہ اس کا تعلق براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے ایک قوم، ایک ملک، ایک حکومت، ایک جنگ کے حالات بیان کرنے میں جس قدر غلطی کا اکان ہے اسی قدر شخص واحد کی زندگی کے حالات بیان کرنے میں عقلاء صحت و واقعیت کی توفیق کی جاسکتی ہے۔

(۲) دوسرا امتیاز جو پہلے سے اہم ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبہ کرام کا باہمی تعلق ہے، ان بزرگوں کو اپت سے وہ تعلق تھا جو ایک امتی کو اپنے پیشبر سے ہوتا ہے، وہ اپنے باپ، ماں، عزیز و اقارب، ماں و دولت سب کچھ اپت پر قربان کرنے کیلئے تیار تھے، یقیناً یہ ایسا امتیاز ہے، جو کسی تاریخی واقعہ کو اپنے مورخین کے ساتھ حاصل نہیں۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان چشم دیدراویوں اور گواہوں یعنی صحابہ کرام میں

نے بیعت ہی آپ کے دست مبارک پر اس لئے کی تھی کہ آپ کی حیات طبیہ کے ہر ہر جزو  
ایک خدوخال کے زندہ نقوش اپنے اندر سپیدا کریں گے۔

**مَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ مُخْدِلٌ وَّمَا** رسول نے جو کچھ تھیں دیا ہے اسے پکڑے رہواد  
**نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (سورہ حشر ۲۷)** جس سے انہوں نے روکا اس سے رک جاؤ۔

(۳۳) اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی اضافہ کر لینا چاہیے کہ صرف حضورؐ کی اطاعت،  
اتباع ہی ان بزرگوں کے لئے ضروری نہ تھی، بلکہ انہیں دعوت و تسلیخ کا حکم بھی دیا گیا تھا  
قرآن کہتا ہے:- **كُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخْرِجْتُ** تم ایک بہترین امت ہو، انسانوں کی بھی خدا  
**لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوُنَ** کے لئے ظاہر کرنے گئے تاکہ اچھی باتوں کا لوگوں  
کو حکم دا اور بُری باتوں سے روک دو۔  
**عَنِ الْمُنْكَرِ**

اس کی تفسیر مختلف انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے  
تھے منی کامیدان ہے حیف کی مسجد ہے، ایک لاکھ سے اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ  
ایمان لانے والوں کا مجمع ہے سب کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے:-

**نَحْضُرُ اللَّهِ عِبْدًا سَمِّ مَقَالَتِي فِي عَاهَا** ترویازہ رکھے اللہ اس بندے کو جس نے ہر  
**ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مِنْ لَمْ يَسْمَعُهَا** بات سنی، پھر اسے یاد رکھا اور جس نے نہیں سنی  
ہے اس تک پہنچا دیا۔

یہی منی کامیدان ہے، مجمع سے دریافت فرانے کے بعد کہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ آسمان کی  
طرف انگلیاں اٹھا کر اللہ ہم ہل بلغت، اللہ ہم ہل بلغت، اللہ ہم ہل بلغت  
کارشاد فرانے کے بعد آخری خصت کے اس خطبہ کو مشہور و متواتر فقرہ پر ختم کیا جا۔۔۔

**لِهِ بُخَارِيِّ كِتابِ الْعِلْمِ**-

(۱) فیلیم الشاہد الغائب۔ چاہیئے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچا سکتے ہے، جس دردناک واڑا لگیز ماحول میں اس کے خاتمہ کا اعلان ہوا ہے، اندازہ کیا ج سکتا ہے کہ جن جذبات و ہمیانات سے مخاطب مجھ بھرا ہوا تھا، اس پر کیا اڑا ہوا ہو گا، لیکن کن طریقوں سے اس دعوت کو پہنچانے کی کوششیں کی ہوں گی۔

(۲) اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ صحابہؓ کرام کو سانتے تھے یا کر کے دھاتے تھے، اس کے متعلق صرف یہی حکم دے کر نہیں جاتے تھے کہ تم بھی اس کو یاد رکھنا، بلکہ باضابطہ نگرانی فرماتے تھے، کہ اس حکم کی تعمیل کس حد تک کی جاتی ہے، اس کا اندازہ ایک معمولی بیات سے ہوتا ہے یعنی ایک صحابیؓ کو یہ بتاتے ہے کہ جب سونے لگو تو یہ دعا پڑھ کر سویا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو بتائے ہے، بعد فرمایا اچھا میں نے کیا کہا ہے اے دہرا دو! صحابیؓ نے آخری فقرہ امنت سکایک الی انزلت و بنیک الذی ارسلت میں لفظ بنی کو "رسول" سے بدل دیا، جو آنہ پاہم معنی الفاظ ہیں، ارشاد ہوا کہ وہی کہو جو میں نے بتایا ہے، یاد رہے کہ قانونی طور پر ورنے کی دعا کی حیثیت اُن شرعی حقائق کی نہیں جنہیں فرض و واجب کے ذیل میں رکیا جاتا ہے۔

(۳) ان تمام امور کے ساتھ اسکو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ صحابہؓ کرام نے حضورؐ ذ شہور حدیث سنی تھی، من کذب علی متعدد افیتبوأ مقعداً من النار  
مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے گا چاہیئے کہ اپنا نٹھ کانا آگ میں شیار کر لے (یوں بھی جس

بـ حـوـالـهـ مـذـكـورـ جـلـدـ ۲ صـ ۸۳۳ ـ لـهـ اـخـرـجـهـ التـرـمـذـیـ وـابـوـ دـاؤـذـ فـیـ کـتابـ الـادـعـیـہـ وـالـبـخارـیـ

بـ نـضـلـ مـقـامـاتـ عـلـیـ الـوضـوـءـ

ایمان وغیرہ سے وہ سرفراز تھے، جس اعلیٰ کردار کے مالک تھے، اس سے غلط بیان کا شہرہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

### صحابہؓ کرام کی تحصیل سنت کی کیفیت

صحابہؓ کرام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ سفر و حضر، بازار و مسجد میں ساتھ رہتے تھے، اور آپؐ کی حیات طبیہ میں اپنی زندگی کو رنگنے کا ان میں بے پناہ جذبہ تھا، ایک امشی جس طرح پیغمبر کو دیکھتا ہے، اسی نظر سے دیکھتے تھے، جن صحابہؓ نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے کوئی شکوئی روایت کی ان کی تعداد حافظۃ البُوزَرَع جو حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کی زبانی سنئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے سنا ایک لاکھ سے زیاد تھی، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، سب حضور سے من و دیکھ کر روایت کرتے تھے لہ ظاہر بات ہے کہ یہ صحابہؓ کی تعداد جو حافظۃ البُوزَرَع نے بیان کی ہے، بیک وقت اور ہر جگہ آپؐ کے ساتھ نہیں رہتی تھی، اگرچہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زائد مجمع آپؐ کے ساتھ ہو گیا تھا، ورنہ عموماً مدینہ منورہ میں جو تعداد صحابہؓ کی رہتی تھی، غزوات و اسفار میں جو آپؐ کے شرکی رہے انکی تعداد اتنی کمی نہیں رہتی تھی، گردد و پیش کے ان ہزاروں مردوں اور عورتوں کے آئندے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور کے کسی نکسی قول و فعل کے محفوظ کرنے کا انہیں سیوطی نہ لکھا ہے کہ حالات صحابہؓ پر جو کتابیں موجود ہیں ان میں وس ہزار سے زائد تعداد نہیں

پائی جاتی، تدریب ص ۳۰۴، ۳۰۵ لہ اصار جلد ۳ ص ۳۳

”قَعْدَةً، اُوْرَاسَكِي اَهْمِيَّتَ كَيْ بَيْشِ نَظَرِ عَصَابَةٍ نَّهَنَّ خَدْمَتَ اَقْدَسِ مِنْ حَاضِرِيَ كَيْ  
— بَارِيَ مَقْرَرَكَيْ تَحْتِي بَخَارِيَ مِنْ حَضَرَتَ عَمَرَ شَسَيْ يَهِ رِوَايَتَ مَرْوَى هَيْ :-“

كَتَ وَجَارِيَ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي مِنْ اُورَمِرَاثِ وَهِيَ هُمْ دُولُونَ اُمِيرِ بْنِ زَيْدِ وَالْوَلِي  
مَيْتَةَ بْنِ زَيْدِ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ كَيْ بَيْتِي بَيْتِي  
مِنْ سَهْيَهِ هُمْ دُولُونَ اَنْخَفَرَتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْ خَدْمَتَ مِنْ بَيْتِي  
حَمْدُتَهُ بَخْبَرَذَ لَكَ اِلَيْوَمَ مِنَ الْوَحِيِّ  
وَغَيْرَهُ وَاَذَا نَزَلَ فَعَلَ مَثَلَ ذَلِكَ -“  
اَنَّا نَنْتَنَوْبُ النَّزُولَ فَاَذَا نَزَلَتْ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْ خَدْمَتَ مِنْ بَارِيَ بَارِيَ سَهْيَهِ  
حَاضِرَهُوتَهُ تَحْتِي پَسْ جَبَ مِنْ حَاضِرَهُوتَهُ تَلَوْسَ  
دَنْ دَهِ وَغَيْرَهُ كَيْ خَبَرَكَيْ پَاسْ لَاتَامَا وَرَجَبَ دَهِ  
حَاضِرَهُتَهُ تَلَوْهُ بَجَهِ اِسَاهِيَ كَرَتَنَا -“

بَعْدَ كَهْ حَضُورِيَ اِتْبَاعَ كَوْصَحَابَةَ كَرَامَتَهُمْ اَوْ اَمْرَنَوْاهِيَ مِنْ وَاجِبَ سَجْدَتَهُ تَحْتِي، اَسْ لَتَهُ بِدِيزَنَهُ  
بَيْهِ سَهْ دَوْرَكَ قَبَائِلَ اِپَنَهُ تَائِنَدُونَ كُوبَارَگَاهَ رِسَالَتَ مِنْ اِسْلَامَ كَاهْ كَامَ كَيْخَنَهُ كَيْ  
لَيْهِ سَهْ بَصِحَّتَهُ تَحْتِي تَاهِيَهِ وَفَدَوْ اِپَسَ اَكْرَتْ تَعْلِيمَ وَارْشَادَ كَيْ خَدْمَتَ اِنجَامَ دَرَسَ كَيْ  
لَيْهِ مِنْ تَاجِرِجِيَ تَحْتِي، كَاشْتَكَارَبِيَ اَوْ مَدِينَتِيَ مِنْ قَيْمَبِيَ اَوْ رَبَاهِرَهُتَهُ وَالْمَلَءَ بَجَهِ مَشْهُورَتَابِيَ مَرْسَقَيِّ  
بَنْدَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَرَمَاتَهُ مِنْ :-“

”مِنْ صَحَابَةِ رَسُولِهِ كَيْ صَحِبَتَهُ مِنْ بَيْطَهَا هُوُونَ، مِنْ نَهَانَ كَوْجَوصَ كَيْ طَرَحَ بَلَيَا، بَعْضَ حَوْضَ  
اِيَّهِ هَوَتَهُ هِيَنَ، جَوْ صَرْفَ اِيكَ آدَمِيَ كَوْسِرَابَ كَسَكَتَهُ هِيَنَ بَعْضَ دُوَّ كَوْجَوصَ دُوَّ آدَمِيَّونَ  
كَوْجَفصَ اِيكَ دُوَّ كَوْا وَبَعْضَ اِپَسَهُ هَوَتَهُ هِيَنَ كَهْ اَگْرَسَبَ اَهْلَ زَمِينَ بَانِي پَلَيْنَ آجَائِنَ تَوْ  
سَبَ كَوْسِرَابَ كَرَدِيَنَ -“

— لَدَ صَحِحَ بَخَارِيَ بَابَ النَّنَاوَبِ فِي الْحَلْمِ -

اس لئے ظاہر ہات ہے کہ سنت کا علم ان حضرات کو جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت رہے ہے جیسے خلفاء راشدینؓ اور عبداللہ بن مسعود و ابی جہنہیں آپ کی خدمت میں زیادہ رہنے والے ملا ہے جیسے حضرت ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمر و بن العاصؓ وغیرہ ہیں، ان لوگوں کو اور کے اقوال و احوال دوسرے صحابہؓ کی پہبندی پر نسبت زیادہ معلوم تھے پھر ان میں کا ہر شخص اذکی کو دوسرے صحابیؓ سے پورا کرتا تھا۔

**طلب حدیث کیلئے صحابہؓ کی حلت** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانی  
 برآ راست نہ ہوتا تھا، اس کو دوہ اپنے دوسرے بھائیوں یا ساکھیوں سے معلوم کرنے کی  
 کوشش کرتے رہتے تھے، اور اس میں چھوٹے بڑے کی تخصیص نہیں تھی، حضرت ابرارؓ  
 کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری وابستگی کا حال چونکہ لوگوں کو  
 معلوم تھا، اس لئے آنحضرت کی حدیثیں مجھ سے پوچھا کرتے تھے، ان پوچھنے والوں  
 میں عمرؓ بھی ہیں اور عثمانؓ بھی، علیؓ بھی اور طلحہؓ و زبیرؓ بھی، علم حدیث کی تکمیل کے شوق  
 میں ایک صحابیؓ نے دوسرے صحابیؓ کے پاس اپنی علمی کمی کو پورا کرنے کے لئے سفر کیوں لائیں  
 امام بخاری نے الاوت المفرد میں اور امام احمد و طبرانی نے حضرت جابرؓ بن عبد اللهؓ جو  
 مدینہ منورہ میں مقیم تھے، ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں، کہ مجھے آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک صاحب کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ انہوں نے آرٹ  
 کی ایک حدیث سنی ہے، میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا، اور اس پر اپنا کمکو، اس  
 کر ایک ماہ تک چلتا رہا اور ملک شام پہنچا، وہاں عبداللہ بن اُثیس (جن سے) بیٹھا  
 اور تم دوین حدیث بجو الطبقات ابن سحد۔

(پس تھی) کے گھر پہنچا اور اندر آمدی بھیجا کہ جا کر کہو کہ دروازہ پر جابر شکر ہے، انہوں نے سنبھل کے ساتھ ہی پوچھا جابر بن عبد اللہؓ کہا جی ہاں! وہ فوراً باہر آئے اور گلے ملے پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے ذریعہ ایک حدیث پہنچی ہے، میں ڈراک کہیں مجھے موت آجائے اور اس حدیث مبارک کے سنت سے محروم رہ جاؤں، یہ سن کر حضرت عبد اللہ بن عباس نے اسی حدیث بیان کر دی۔ وہ حدیث آخرت میں قصاص کے متعلق ہے۔

اسی طرح کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز واقعہ حضرت ابوالیوب انصاری کا ہے، ایک حدیث انہوں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی تھی، مگر ایسا ہموم ہوتا ہے کہ آپ کو اس میں کچھ تردید پیدا ہوا، اس حدیث کے سنت کے وقت حضرت عقبہ بن عامر صحابی بھی دربار رسالت میں موجود تھے، لیکن وہ مصر میں قیام پذیر ہو گئے تھے سن کر حیرت ہوتی ہے کہ صرف ایک حدیث میں معمولی تردی مثلى کیلئے حضرت ابوالیوب مختصر روایت ہوتے ہیں، اور عقبہ بن عامر کے پاس حاضر ہو کر فرماتے ہیں، مجھ سے اس حدیث کو بین کر دو جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی پرده پوشی کے متعلق سنی۔ اس حدیث کے سنتے والوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی بدلتی نہیں رہا حضرت عقبہ بن عامر اس حدیث کو ان کے سامنے دھراتے ہیں، حدیث تھی من ستار میں سنا فی الدنیا علی الخزیۃ ستراه اللہ یوم القیامۃ، وہ سنتے ہیں، اسکے بعد یہ ہوتا ہے، وہ اس سے بھی عجیب ہے، حضرت ابوالیوب سنتے ہی فوراً اپنی سواری کی پٹتے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، واپسی میں اتنی جلدی کی کہ حضرت مسلمؓ کو اس صرف نے جوند رانہ ان کو بھیجا تھا، وہ بھی عرش مصر میں ان کو ملا۔

امام دارمی نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے، کہ ایک صحابی سفر کے حضرت فضال بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصروف چھپے اس وقت وہ اپنی اڑائی چارہ گھلارہ ہے تھے، ان کو دیکھ کر فرمایا، مرحبا! صحابی مذکور نے حضرت فضالہؓ سے کہ ”لما آتک زائرًا“ میں آپ کی زیارت کیلئے نہیں آیا ہوں، بلکہ میں نے اور آپ نے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے حافظہ یہ ہو گی، حضرت فضالؓ نے پوچھا کون سی حدیث؟ صحابی مذکور نے کہا ”کذا و کذا جس میں یہ ہے۔“

یہ صحابہؓ کے واقعات ہیں دور تابعین اور اس کے بعد کے عہد میں اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی، علم حدیث کی طلب میں سیکڑوں میل پا پیادہ ٹھے کر لینا، براعظموں سمندوں کو پا کر لینا محدثین کے نزدیک معمولی بات بن گئی۔

مسلمانوں کے عہد عروج میں محدثین کرام خصوصیت سے جن مالک و شہر و راز طف حلت کرتے تھے، علامہ ذہبی نے ان ملکوں اور شہروں کے بیان میں مستقل اب اس رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام ”الامصار ذوات الآثار“ یعنی ”حدیثوں کا شہر“ رکھا ہے یہ پورا رسالہ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتو بینخ ملن ذم الماریخ میں نقل کر دیا ہے محدثین کرام کے ان علمی اسفار کا اعتراف اسلام کے دشمنوں اور مستشرقین پر رہ نے بھی کیا ہے، چنانچہ مشہور مستشرق گولڈزیہر (GOLDZIHER) جس نے علم حدیث پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں، وہ بھی اس حقیقت کو مانتے پر مجبور ہے، کہ جو اعتراض اللہ حدیث پر مبنی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے علم حدیث کے لئے چار چار مرتبہ مستشرق و مغرب کا سفر

بے۔ وہ میری نگاہ میں نہ دور از قیاس ہے، اور نہ ہی ان میں مبالغہ ہے یہ

**روایت حدیث میں صحابہ کا طرزِ عمل**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
صحابہ کرام دین کی امانت کو لے کر  
نکفت شہروں میں پھیل گئے، جہاں جاتے تھے، وہاں تابعین کا جماعت کشیران کے گرد جمع  
جانا آتا اور لوگ مختلف جگہوں سے رخت سفر باندھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اس  
دِحی حدیث کے سلسلے کو ٹڑی اشاعت ہوئی، مگر جس طرح ان صحابہؓ نے حضورؐ کے ان  
اندادات کو سن رکھا تھا، ہر حاضر، غائب کو پہنچا ٹھے، اور اللہ تر و تازہ رکھے اس شخص کو جس  
میری بات سنی، پس یاد کیا اور محفوظ رکھا اور اس کو پہنچا یا جیسا کہ سنائے ٹھے، اسی طرح  
ضُمُور کی یہ حدیث: کفی بالمرء کذ با ات یحد ث بکل ما سمع او من  
کَذَّبَ عَلَى مَتْعَمٍ أَفْلَيْتَ بِوَأَمْقُدَهَا مِنَ النَّارِ يَسِّبُ روايات ان کے سامنے تھیں،  
لے صحابہؓ کرام میں حدیث کے سلسلے میں دو طرح کے حضرات تھے، مقلین (کم روایت  
بیان کرنے والے) جیسے زبیر، زید بن ارقم و عمرانؓ بن حصین، چنانچہ بخاری میں عبد اللہؑ  
ا، زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد حضرت زبیر سے کہا میں آپ کو اس  
طرح حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں پتا جیسا کہ فلاں فلاں صاحب بیان کرتے ہیں حضرت  
زبیرؓ نے جواب دیا: سُنُوِّيْ حضُور سے جد انہیں ہوا، لیکن میں نے آپ سے من  
كَذَّبَ عَلَى مَتْعَمٍ أَفْلَيْتَ بِوَأَمْقُدَهَا مِنَ النَّارِ سِنِ رکھا ہے، دوسرا جماعت  
مشتریؓ کے لقب سے مشہور ہے، جیسے ابن عباسؓ، ابو ہریریہؓ، عائشہ، جابر بن  
سُنَّةِ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ مسعودؓ۔

— علم الحدیث و مصطلحہ ۵۶ تھے صحیح بخاری کتاب الحلم میں ابواؤد ص ۲۷۴ صحیح مسلم عن ابن ہریرہ

مکثرین صحابہؓ جن کی روایات کی تعداد بہزار سے زیادہ ہے، ان میں حضرت ابن عباسؓ کے متعلق امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اخیر زندگی میں رَدْ  
کے سلسلے کو کم کر دیا تھا، فرماتے تھے کہ جب لوگوں نے نیک و بد میں تمیز نہیں رکھی تو نہ  
بھی اب صرف ان حدیثوں کو سنتے ہیں، جن کو ہم خود بھی جانتے ہیں۔  
اسی طرح ابو ہریثؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کبھی  
اسی طرح حدیثیں بیان کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ اگر عمرؓ کے زمانے میں ایسا کرتا تو مجھے دُرست  
مارتے۔

مگر مکثرین صحابہؓ میں حضرت ابو ہریثؓ کے سوا اور کسی سے حضرت عمرؓ نے تصریح نہیں  
کیا، بلکہ روایت میں ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریثؓ کو ثابت  
سے حدیثیں بیان کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم ہمارے ساتھ موجود تھے  
جب حضور ﷺ افلاں مقام پر تشریف رکھتے تھے، حضرت ابو ہریثؓ نے کہا کہ ہاں اب میں نے  
حضورؐ کی حدیث مت کذب علیٰ متعتمد افليتبواً مقدداً من الناز  
سن رکھی ہے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جب واقعی ہے تو "فاذہب بخحدث" جا ہے  
حدیث بیان کرو۔

## حضرت عمرؓ کے کثرت روایت سے منع کرنے کی مصلحت

حافظ ابن عبد البر مالکی نے لکھا ہے کہ کثرت روایت سے مانعت اور قلت روایت کو کیا  
حضرت عمرؓ نے اس لئے دیا تھا کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طنز  
لئے جامع بیان اعلم جلد ۱۲ ص ۱۲۷ حوالہ مذکور جلد ۱ ص ۱۲۱ و تذكرة الحفاظ جلد اسٹ ۳۰۰

غلط بات کے مسوب ہو جانے کا اندریشہ تھا، نیز اس کا بھی خوف تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کو اپنی طرح محفوظ نہ ہوں، اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔  
مگر علامہ ابن حزم نے یہ روایت درج کی ہے کہ راوی عن عمر بن عبد الرحمن حبس ابن مسعود من اجل الحديث عن النبي وابن الداراء وابذر حضرت عمر بن عاصم نے حدیث بیان کرنے سے ابن مسعود، ابوذر، ابو زر کو قید کر دیا تھا، یا روک دیا تھا۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس روایت کا حضرت عمر بن عاصم کی طرف انتساب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبد الرحمن کا سامع حضرت عمر بن عاصم سے ثابت نہیں، کیونکہ ابراہیم کی ولادت حضرت عمر بن عاصم کے اخیر دور ضلافت نے ہی میں ہوئی ہے، اس لئے ان سے سامع کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اس طرح کی بعض دوسری روایتوں کو درج کر کے لکھا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: جن لوگوں کو واقعات کا صحیح علم نہیں تھا، اور بدعاں (نئی باتوں) کے پیدا کرنے کا جن میں زیادہ شوق پایا جاتا تھا سنت یعنی حضور کی حدیثوں سے جن کے قلوب میں گرانیاں تھیں، انہوں نے مذکورہ بالا روایتوں سے بوجحضرت عمر بن عاصم کی طرف مسوب ہیں، یعنی تجویز پیدا کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمر بن عاصم مسلمانوں کے دین سے حدیثوں کو بالکلیہ خارج کرنا چاہیئے تھے، آخر میں حافظ نے لکھا ہے کہ ان روایتوں کی صحت مشکوک ہے اور پرگز رچکا ہے کہ حضرت عمر بن عاصم نے حضرت ابوہریرہ کو بالآخر اجازت دے دی تھی، پھر ان تینوں حضرات کو کس طرح روک سکتے تھے، کیونکہ ابوذر و ابوذر سے روایات زیادہ مردی نہیں ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کو

لئے جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۱۹۲ احکام لابن حزم جلد ۲ ص ۱۹۳ لئے جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۱۹۴

کوفہ کا معلم بن کر بھیجا تھا۔

کیا قبول حدیث کیلئے صحابہ نے مزید شرائط مقرر کئے تھے؟ [شیخین حضرت ابو بکرؓ و حضرت]

عمرؑ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے حدیث کو قبول کرنے کیلئے دور اولیٰ کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت علیؓ قسم لیتے تھے، ایکن واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات کا سلک جمہور صحابہؓ کے خلاف نہیں تھا، ہر صحابیؓ دوسرے پر اعتماد کرتا تھا۔

حافظ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جدہ (دادی) کی وراشت کے مسئلے میں حضرت ابو بکرؓ نے تنہا حضرت مغیرہؓ کی حدیث سنی تو دریافت فرمایا اہل معک احمدؓ کی تھمارے ساتھ اس خبر کے بیان کرنے میں کوئی دوسرا بھی شریک ہے، تو محمد بن سلمہ نے بھی اس کی شہادت دی، اس مسئلے کے سوا اور کہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی صحابیؓ کی روایت سن کر اس پر شہادت طلب کی ہو، اس روایت کی سند کو علامہ ابن حزم نے منقطع قرار دیا ہے، اگر روایت کی صحت کسی درجے میں تسلیم کر لی جائے تو امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہاں پر توقف کے مختلف احتمالات ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ خبر واحد کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قبول فرمایا ہے، اسی طرح حضرت علیؓ کا قسم لینا مزید اطیان ان کی ایک تدبیر تھی، بجنبہ سہی حضرت ابو بکرؓ کا طرز عمل ہے، اسلئے آپ نے چاہا کہ اور کوئی صاحب جانتے ہوں تو بیان کر دیں، چنانچہ رازیؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دو صحابیوں کے درمیان فیصلہ کیا، جب حضرت بلاںؓ نے بتایا کہ حضور کافی حل اس کے خلاف ہے تو رجوع کر لیا، اسی طرح مذکوری کے مسئلے میں بغیر قسم لئے ہوئے حضرت مقررؓ

اللہ الاحکام لا بن حرم جلد اصل ۱۳۷ ۲۶ المستصفى للغزالی جلد اصل ۲۵۹

کی روایت کو حضرت علیؓ نے قبول کیا ہے، حضرت عمرؓ کے متعلق صرف دو واقعات ایسے ملتے ہیں جس میں انہوں نے ایک راوی پر مزید دوسرے کی گواہی طلب کی۔

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشرمی کا دلچسپ واقعہ ہے جس کو حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ عَنْ حَضْرَتِ عُمَرَ كَوْدُرْ وَازْسَ كَبَارْ سَتَيْنَ مَرْتَبَهْ سَلَامَ كَيَا، جَبْ تَيْسِيرِي مَرْتَبَهْ جَوَابَهْ مَلَأْتُو وَإِلَيْسَ لَوْثَ آتَيْ، حَضْرَتِ عُمَرَ فَنَّى إِنَّ كَبَيْحَيْ أَدَمِيْ بَحْبِيجَا وَرَانَ كَوْ دَالِيسَ بُلْكِيَا، أَوْرَيْ فَرِيَاكَرْ كَيْوَنَ وَإِلَيْسَ لَوْثَ كَنَّى تَقَهْ؟ ابُو مُوسِيٰ اشرمی نے جواب دیا کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے سنا ہے: أَذَا سَلَمَ أَحَدٌ كَمْ ثَلَاثَةِ فَلِمْ يَجْبَ فَلِيرِ جَمْ، حضرت عُمَرَ فَنَّى قَرِيَاكَهْ اسَ پِرْ شَهَادَتَ پِيشَ كَرْ وَرَنَّ تَهَارَ سَاتَهِ مِينَ كَبَحْ كَرْ دُونَ گَا، إِلَيْسَ ابُو مُوسِيٰ ہَارَ پَاسَ (انصار کا ایک مجمع تھا) آتَيْ، إِنَّ كَبَرَ سَرَّ كَارِنَگَ تَسْخِيرَ تَهَا، هُمْ نَى كَبَهَا كَهْ کِيَا حالَ ہَے؟ ہمارے سامنے پورا واقعہ سنایا اور دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہے؟ ہم سب نے سنی ہے، اپس لوگوں نے اس مجمع میں سے ایک صاحب کو بھیجا تو انہوں نے چاکر حدیث سنائی (رواہ مسلم) اس روایت میں اتنا اضافہ ہے، اما افی لحاظہمک ولکن خشیت ان یتقوی الناس علی رسول اللہ ﷺ، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ غلط بیانی میں تم کو مُتَهَم نہیں کرنا چاہتا، بلکہ مجھے ان دیش پیدا ہوا کہ رسول اللہ کی طرف لوگ جھوٹی باتیں مسوب نہ کرنے لگیں، بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا تھا، بعض میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا مقصود تثبت تھا۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ دیت جنین کے متعلق جب حضرت مغیرہؓ نے حدیث

لَهُ التَّحْمُونَ وَمَكَانَتْهَا صَفَرٌ بِجَوَالِ الْأَحْصَوْلِ لِلرَّازِيِّ۔ لَهُ مَوْطَانًا لَكَ صَنْعَ

سنائی تو حضرت عمر بن الخطاب نے ان سے شہادت طلب کی، پس محمد بن مسلم نے شہادت دی۔  
 بہر حال حضرت عمر بن الخطاب کا مقصود بھی اس طرز عمل سے یہی تھا کہ روایت حدیث  
 میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، ورنہ بہت سے مواقع پر حضرت عمر بن الخطاب نے صرف ایک  
 صحابی کی روایت پر عمل کیا ہے، سفر شام میں جب مقام سرخ پر سنبھلے تو انہیں معلوم ہوا  
 کہ وہاں طاعون ہے، حضرت عبد الرحمن بن عوف نے جب حضور کی حدیث سنائی، تو  
 سن کر واپس آگئے خلافائے راشدین اور صحابہ کرام مسلسل ایک راوی کی روایت پر اعتماد  
 کرتے رہے ہیں، اس کے بکثرت واقعات ہیں، اس عنوان پر مستقل کتاب لکھی جا سکتی  
 ہے، چنانچہ خطیب بغدادی نے ان روایتوں کو الکفایہ میں مستقل ایک باب میں جمع  
 کر دیا ہے۔

اخبار آحاد کا مرتبہ | اصطلاح میں خبر واحد اس خبر کو کہتے ہیں، جو متواتر نہ ہو، اگر  
 تواتر کا عدد کسی طبقے میں پورا نہ ہو تو اس کو خبر واحد ہی کہا جائے  
 گا، خواہ وہ کہتے ہی افراد سے روایت کی گئی ہو، حضور و صحابہ کرام نے اس کو قابل اعتماد  
 سمجھا ہے، اور ہر زمانے کے علماء و فقہائے واجب العمل قرار دیا ہے، امام شافعی نے  
 اپنی تصنیف الرسالہ میں بہت سی آیات و احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اخبار آحاد قابل  
 اعتماد اور واجب العمل ہیں۔

حضرت نے مختلف جگہوں پر لوگوں کو دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا تھا، اس میں  
لئے الرسالہ ارشافی ص ۱۷۰ عصہ منکریں حدیث نے نادانی سے یہ بھجوایا ہے، کہ احادیث متواترہ بہت  
 محدود و قلیل ہیں، حالانکہ تواتر کی چار قسمیں ہیں، دین کا بہت بڑا حصہ تواتر و توارث کی راہ سے منتقل ہوتا چلا  
 آ رہا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (نیل الفرقین از مولانا انور شاہ کشمیری)

عد کا کوئی لحاظ نہیں فرمایا، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ خبر واحد حجت شرعی ہے، کچھ اس کے اندر خطأ کا امکان عقلی موجود ہے، مگر عقل و فطرت انسانی کے نزدیک اس نئم کے احتمال عقلی کا کوئی اعتبار نہیں، اور عرف اُس کا لحاظ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

معترض وغیرہ جو اخبار آحاد کی افادیت کے منکر ہیں ان پر شیخ الاسلام علامہ بزرگی کی بات پورے طور سے صادق آتی ہے، من انکر الخبر الواحد فانه رجل سفیہ لا یعرف نفسه ولا دینه ولا دینا ولا امہ ولا باہا، جس نے خبر واحد کا انکار کیا وہ دراصل ایک بے وقوف آدمی ہے، اپنے آپ کو کبھی نہیں پہچانتا، نہ اپنے یہن کو زدنیا کو، نہ اپنی ماں کو، نہ اپنے باپ کو۔

محمد بنین نے اخبار آحاد کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ اس کے ساتھ قرآن نہ ہوں تو ظن افادہ دیتی ہے جس طرح خبر متواتر تلقین کا فائدہ دیتی ہے، مگر وہ ظن جس کا فائدہ اخبار عاد دیتی ہے، وہ تلقین سے زیادہ قریب ہے محمد بنین نے اس کو ظنی اصطلاحی معنی میں قرآنیات کے مقابلے میں استھان کیا ہے، کہاں وہ ظنی اصطلاح اور کہاں یہ بول چال والا گمان و شک و شبہ اور بے اعتباری کے موقع پر بولا جاتا ہے، دونوں کو ایک درجہ کی چیز سمجھنا ہمیت ہی جھالت ہے جیسے کوئی قیاس کو محض مکمل کے معنی میں لے کر قیاس ظنی کی جو استدلال مستقل شکل ہے، ہنسی اڑانے لگے، تم سخن فی منطق پر نہ ہوگا، بلکہ اپنے بے علمی پر ہوگا، اگر خبر واحد اعتماد نہ کیا جائے تو بہت سے دنیاوی معاملات م uphol ہو کر رہ جائیں گے۔

**تثابت حدیث** حدیث کے متعلق بے اعتمادی پھیلانے والوں کی طرف سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ حدیثین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے میں قلم بند نہیں کی گئی تھیں، بلکہ لکھنے کی خود آپ نے مانع ت فرمادی تھی، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے، لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرُ الْقُرْآنِ فَلِيَمْحُهُ، وَهُدْوًا عَنِّي وَلَا حَرْجٌ وَمَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مَتْعِمْدًا فَلِيَتُبَوَأْ مَقْعُدًا مِنَ النَّارِ، مجھ سے کچھ نہ لکھوا اور جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا ہے وہ اسے چاہیے کہ بڑا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو، اس میں کچھ حرج نہیں، اور جس نے میرے متعلق قصداً بحوث بولا اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے۔

امام بخاری وغیرہ دیگر محدثین کے نزدیک اس روایت پر کلام ہے، انکی تحقیق میں یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں، بلکہ خود ابوسعید خدری کے ہیں، جن کو غلطی سے راوی نے مرفوعاً نقل کر لئے، لیکن بالفرض اگر اس حدیث کو موقوف نہیں بلکہ مرفوع ہی تسلیم کر لیا جائے، تب بھی یہ مانع ت وقتو و عارضی تھی، جو اس زمانے میں خاص طور سے حفاظت قرآن کے سلسلے میں دی گئی تھی، چونکہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور کو ”جَوَامِعُ الْكَلْمَ“ عطا فرمائے تھے، اس لئے اندریشہ تھا کہ یہ نئے نئے لوگ جو ابھی قرآن سے آشنا ہو رہے ہیں، کہیں دونوں کو خلط ملطنة کر دیں، ادھر آپ کو اپنی قوم کے حافظ پر اعتماد تھا، مگر حب قرآن سے اشتباہ کا اندریشہ جاتا رہا تو کتابت حدیث کی اجازت دیدی گئی، بلکہ روایات سے آپ کا خود لکھوانا اور ملا کرنا ثابت ہے۔

(۱) جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری اسخنفرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں بیٹھتے، آپ کی باتیں سنتے اور بہت پسند کرتے مگر یاد نہ رکھ پاتے، آخر انہوں نے اپنی یاد داشت کی خرابی کی شکا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ نبھا پھی لگتی ہے، مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکتا، اس پر آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ **إِسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَمْأَبِدْ لِلْخَطَّ** "پینے والے داہنے پاکھ سے مدد لو، اور اپنے دست مبارک سے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔

(۲) حضرت رافع بن خدیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی میں شکایت کی کہ یا رسول اللہ انا نسمح منک اشیاء فنکتبها؟ یا رسول اللہ ہم آپ کو بانی بہت سی باتیں سنتے ہیں اور اس کو لکھ لیتے ہیں تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لکھتے رہوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔  
حضرت رافع بن خدیر کے بیان سے معلوم ہوا کہ متعدد اشخاص کا استور تھا کہ وہ حدیثیں سن کر لکھ لیتے تھے۔

(۳) حاکم صاحب مسند رک نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ "قید واعلم بالكتاب" علم کو قید کتابت میں لے آؤ۔

ان تمام باتوں کے باوجود یہ مسلم ہے کہ قرآن مجید کی طرح حدیث کی تدوین کی طرف توجہ نہیں کی گئی، چونکہ نہی واجازت دونوں روایات سے ثابت ہے، اس لئے اکثر لوگوں نے نہی کو نسخہ سمجھا، البتہ بعض علماء کا خیال تھا کہ نتی ان لوگوں کے لئے ہے، جن سے قرآن و سنت میں التباس و غلطی کا امکان تھا، اور جن کے متعلق اطیبان ان لئے جامع ترمذی باب ماجاری الرخصتی کتابۃ العلم جلد ۲ ص ۹۰ گله مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۸۷

جو اور طبرانی گله منتخب کنز الحال جلد ۳ ص ۶۹

نہ انہیں لکھنے کی اجازت تھی، مگر واقعیہ ہے کہ دونوں طرح کی روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ قرآن مجید کی طرح حدیث کی تابت میں زیادہ اہتمام و عمومیت کا رنگ نہیں دیا گیا، بلکہ انفرادی شخصی طور پر لکھنے کی اجازت تھی، اس کے مطابق بعض لوگوں نے لکھا، اسکی تائید ضحاک کے قول سے بھی ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا: "لَا تَخْذُدُوا اللَّهَ بِيَمِنْ كَوَافِرِ الْمَسَاجِدِ" - تم لوگ حدیث کیلئے کاپیاں نہ بناؤ جس طرح کی مصاحف کی کاپیاں ہیں۔

### خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکام وہ ریا کو قلم بند کروانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ کہ تابت حدیث کی اجازت دی تھی، بلکہ بہت سے موقع پر آپ کا لکھوانا اور ملا کرنا بھی ثابت ہے۔

(۱) فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ایک خطبہ دیا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ ابو شاہزادہ ایک صحابی کی درخواست پر آپ نے یہ خطبہ لکھ کر ان کے حوالہ کرنے کا حکم دیا تھا۔  
 (۲) ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ سفیان نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے معلوم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کھوکھو کر بھیجا تھا۔

(۳) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جب سنہ ۷ میں آپ نے بخاری کے مکان انتہائی التشریع الاسلامی ص ۲۲۷ میں بھیج دیا تھا، اب کتابتہ العلم سنن دارقطنی جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے۔

عمل بن اکر بھیجا، تو ایک تحریر لکھو اکران کے حوالے کی تھی، حافظ ابن عبد البر اسکی لکھتے ہیں:

وَنَتَبِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتابَ الصَّدَقَاتِ وَالدِّيَاتِ وَالْفَرَائِضِ وَالسَّنَنِ لِعُمَرِ وَبْنِ حَزْمٍ وَغَيْرِهِ، رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّ عَرْوَةَ بْنَ حَزْمٍ كَيْلَيْهِ صَدَقَاتٍ، دِيَاتٍ، فَرَائِضٍ وَسَنَنٍ كَمَا مَتَّعَلِقٌ أَيْكَمَا تَحْرِيرٍ كَيْدَانِيَّةٍ،  
خَمْدَبْنَ شَهَابَ زَهْرَى كَابِيَانَ هَبَّ كَيْ كَتَابَ چَحْرَطَ بَيْهِ پَرَّ تَحْرِيرَتِهِ، اُورَعَمْدَبْنَ حَزْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا  
كَيْ پُوتَى الْوَبَكَرَبْنَ حَزْمٍ كَمَا پَاسَ مُوجُودَتِهِ، وَهِيَ كَتَابٌ مِيرَ بَيْهِ پَاسَ بَحْبَى لَيْ كَرَأَتَ تَحْمَى، اُورَ  
بَيْسَ فَنَّ اسْكُوْپَرَهَا تَحْمَى۔

علامہ زمیعی بعض حفاظت سے ناقل ہیں کہ عمر و بن حزم کی کتاب کے نسخہ کو ائمہ راجہ  
نے قبول کیا ہے، اور یہ نسخہ بھی عمر و بن شیعہ عن ابیہ عن جده کے نسخہ کی طرح متواتر ہے،  
(۵) حضرت عبد اللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نے اپنی وفات سے ایک ماہ پیشتر قبلہ جمینہ کی طرف یہ لکھو اکر بھیجا تھا کہ مردار کی کھال  
اوڑپھوں کو کام میں نہ لایا جائے، جامع ترمذی میں وفات سے دو ماہ قبل مذکور ہے۔  
ہم نے ان چند تحریروں کو بطور مثال پیش کیا ہے، ورنہ مختلف قبائل و افراد کے  
نام خطوط و تحریری احکام اور صلح نامے و دعوت نامے وغیرہ جو آپ نے وقتاً فوقاً لکھوائے  
ہیں، انکی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے اس موضوع پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

**صحیاً بہ ذکرِ ارام اور کتابتِ حدیث** | چونکہ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف سے  
کتابت حدیث کی عام اجازت دے دی

تد جامیح بیان العلم باب الرخصة في كتابة الحلم ته سنن نسان ته نصب از رای جلد ۳ ص ۲۸۲

تہ سنن ابی داؤد باب من روی ان لایستقیع باب المیة و جامع ترمذی جلد اصل ۲۳

گئی تھی، اس لئے بہت سے حضرات صحابہؓ نے انفرادی شخصی طور پر حدیثوں کے مجموعے تحریری شکل میں تیار کئے تھے، اول بعض حضرات نے اپنے تلامذہ کے ذریعہ قلم بند کر لایا تھا۔ مگر واقعہ ہے کہ دو حصے میں کتابت حدیث کا عام رواج نہ ہوا، اسکے مختلف اسباب ہیں، (۱) صحابہؓ کرام کی جماعت مختصر تھی، انہیں دین سارے عالم میں پہنچانا تھا۔ تصنیف و تالیف کے لئے سکون و اطمینان کی ضرورت ہے (۲) وہ حافظہ کے نہایت قوی تھے، انہیں کتابت کی چند لام ضرورت نہ تھی (۳) عام طور پر عربوں میں لکھنے کا راستہ نہیں تھا اسلئے بھی اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے سواب مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں، مجھ سے زیادہ ان کے پاس حدیث کا سر اب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سننے اس کو لکھتے جاتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا، ابو داؤد و مسند احمد میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے عبد اللہ بن عمروؓ اب بن العاص سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غصہ کی حالت میں ہوتے ہیں کہ خوش ہوتے ہیں اور تم سب لکھ لیتے ہو، عبد اللہ بن عمرو نے اس بنابر لکھنا چھوڑ دیا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ لکھ لیا کرو! اس سے جو کچھ نکلتا ہے، حق نکلتا ہے، عبد اللہ بن عمرو نے اپنے اس صحیح کا نام صادقہ رکھا تھا اور کہا کرتے تھے، کہ مجھے زندگی کی آرز و صرف دو چیزوں۔ پیدا کر کھی ہے، جس میں ایک صادقہ ہے اور صادق وہ صحیح ہے جو آنحضرتؐ نے۔

---

لِهٗ فَتْحُ الْبَارِيِّ جَلَدٌ صَدْقَةٌ لِهٗ صَبْعَجَارِيِّ بَابُ كَتَابَةِ الْعِلْمِ سَهْلَهٗ أَبُو داؤد جَلَد٢ صَدْقَة١٣٥

الله عليه وسلم سے سن کر میں نے لکھا ہے یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمر و کی وفات پر ان کی پوتے شیب بن محمد بن عبداللہ کو ملا تھا اور شیب سے ان کے صاحزادے عرو روایت کرتے ہیں، چنانچہ حدیث کی کتابوں میں جتنی روایتیں اس سلسلہ سے منقول ہیں وہ سب صحیفہ صادق کی حدیثیں ہیں۔

(۲) سعید بن ہلال کا بیان ہے کہ ہم جب حضرت انسؓ سے زیادہ پوچھ چکے لگاتے تو وہ اپنے پاس سے ایک نوشہ نکالتے اور فرماتے کہ یہ ہیں، وہ حدیثیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنیں اور انکو لکھا اور لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریش کر کا ہوں۔<sup>۱</sup>

(۳) امام ترمذی نے کتاب الحلل میں عکردہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حنفی ابن عباسؓ کے پاس طائف کے کچھ لوگ ان کی کتابوں کوئے کر حاضر ہوئے، اور ان کے سامنے ان کی کتابوں کو پڑھنے لگے تھے

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک صحیفہ تھا، جس کے متعلق ان کا خود یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز قرآن کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھا، یہ صحیفہ چھڑے کے ایک تھیلہ میں تھا، جس میں حضرت علیؓ شرعاً عذر کی تلوار بمحض نیام کے رکھی رہتی تھی۔<sup>۲</sup>

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحزادے عبدالرحمن ایک تماں، نکال کر لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

<sup>۱</sup> من دارمی جلد اص ۲۹ ۲۵ جامع ترمذی جلد اص ۳۳ ص ۳۳ مترک حاکم شہ جامع ترمذی

<sup>۲</sup> مکمل ۱۶ ص ۷۰ مجموع مسلم ہابہ تحریم الزرع بغیر الشرط جامع بیان العلم جلد اص ۱۸

(۶) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام حسن بصری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سُمَرَهُ بْنُ جَنْدَبَ سے حدیث کا ایک بہت بڑا نسخہ روایت کیا ہے، جس کی پیشتر حدیث سنن اربعہ میں نہیں مذکور ہے، علی بن المديّنی اور امام بخاری دونوں نے تصریح کیا ہے کہ اس نسخہ کی سب حدیثیں ان کی مسموع تھیں، یہکن بحیی بن سعید القطان اور دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سب نوشته سے روایت ہیں، اس نسخہ کو امام حسن کے علاوہ حضرت سُمَرَهُ بْنُ جَنْدَبَ کے صاحبزادے سیمان بن سُمَرَهُ بھی ان سے روایت کرتے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

روی عن ابیہ نسخة کبیرۃ۔<sup>لہ</sup>

ہم نے صحابہؓ کو امام کی چند مشہور تحریروں کا یہاں ذکر کیا ہے، ورنہ ان کے تمام نوشہ جس میں کسی حدیث کے لکھنے کا ذکر ہے، اس پر مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

عہدِ بُوٰت کا تحریری سرماہی | ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہدِ بُوٰت اور شکل میں آچکا تھا؟ اگر غور و فکر و تحقیق و جستجو سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ حدیثِ بُوٰت کی اشاعت جس طرح تواتر علی دو روایت دونوں ذریعوں سے مسلسل ہوتی رہی ہے اسی طرح آج ہمارے پاس جو حدیث کا سرماہی منتقل ہوتا چلا آئے ہے، اس کا غالب ترین حصہ دورِ بُوٰت ہی میں قلم بند ہو چکا تھا، حاکم صاحبِ مسند کہ جو نقد روایت میں متساہل مشہور ہیں، وہ اپنے تلاش و جستجو کے مطابق بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کی صحیح حدیثوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے اُنکے الفاظ تھے ہیں۔“ والاحادیث

تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۹۸۹

النَّىٰ فِي الدَّرْجَةِ الْأُولَى لَا تَبْلُغُ عَشْرَةَ الْأَلْفَ. اعْلَى درجے کی حدیثوں کی تعداد دس ہزار تک نہیں  
و پیچ پاتی۔

ہر طرح کی روایات جو مسانید و جواہر، سنن و معاجم اور فوائد و رسائل میں موجود  
ہیں، انکی مجموعی تعداد پچاس ہزار سے بھی کم ہے، ان تمام کتابوں سے چھان بین کر جو تعداد  
مام نے اعلیٰ درجے کی حدیثوں کی پیش کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو بھی سامنے رکھئے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو مجھ سے زیاد  
پیش اس لئے یاد تھیں کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا، محدثین لکھتے ہیں کہ حضرت  
بو ہریرہ کی حدیثوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوتھے ہر ہے، اس کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہے کہ  
مسنون عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیثوں کی تعداد یقیناً پانچ ہزار تین سو چوتھے ہر ہے  
زائد ہونی چاہئے، جو قید تحریر میں آپکی تھیں، حضرت عبد اللہ بن عمرو کے حلاوہ دیگر صحابہ  
رام کے نو شاہ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکڑوں احکامات وہدیات جو اپے  
نے املاک رکایا تھا، ان سب کی مجموعی تعداد اگر جوڑی جائے تو اس میں شک کی گنجائش نہیں  
رہتی کہ دس ہزار سے زیادہ حدیثیں دو نبوی اور عہد صحابہؓ میں کتابی شکل اختیار کرچکی تھیں۔  
البتہ ایک شبہ یہاں یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جہاں حفاظ حدیث کی روایات کی تعداد  
ذکر کی جاتی ہے، وہاں ان کی تعداد بہت زائد بتائی گئی، مثلًاً کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن  
حنبل کو سات لاکھ سے زائد قابل اعتماد حدیثوں کا حصہ محفوظ تھا، حافظ ابو زرع رازی  
فی حدیثوں کی تعداد سات لاکھ بتائی گئی ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ صحیح  
اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں، امام مسلم کا دعوے ہے کہ میں نے اپنی جامع صحیح

کوئین لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا ہے، حافظ ابن الجوزی ان اعداد کو نقل کرنے۔ بعد تحریر فرماتے ہیں، ”ان المراد بهذه العدد الطرق لا المتواتر“ یعنی ر اعداد سے مراد حدیثوں کے متواتر نہیں بلکہ طرق دسانید مراد ہیں، مثلاً ایک ہی دس طر کو شخص نے دس شاگردوں سے بیان کیا تو محدثین کی اصطلاح میں اس کے دس طر دس اسانید ہو گئے، اور ایک کے بجائے ان مختلف طریقوں سے اس کا شمار کیا جائے گا، جیسے ”انها الاعمال بالنيات“ کی حدیث سات طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔ اس لئے اس ایک حدیث کی تعداد سات گوہ جاتی ہے، یہی حال اکثر و بیشتر حدیثوں کا ہے، صحیح بخاری حب کے غیر مکرر روایات کی تعداد دوہزار چھوٹے سودو اور صحیح مسلم کی چالیس ہے، ان دونوں کتابوں کی اکثر روایات میں اشتراک بھی ہے، محمد بن جوزی نے ان دونوں کتابوں کی احادیث کا اخراج دیگر کتب سے کیا تو اسانید کی تعداد تجھیں ہزار چار سو اسی ہو گئی۔ ۲۴۰۲ ۲۵۳۸ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و فتاویٰ بلکہ تابعین و تبع تابعین کی چیزوں کو بھی لوگوں نے حدیث کیچے درج کیا، اس لئے بھی قدر تأهیدیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔

تابعین اور کتابت حدیث | ایک غلط فہمی یہ پیدا کی جا رہی ہے کہ احادیث کی تدوین و تحریر کا کام تابعین نے شروع کیا اور تابعین ان کو کہتے ہیں، جنہوں نے صحابہ کو دیکھا اور ان سے فیض پایا اور صحابہ کا زمانہ چند صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً سو سال تک رہا، گویا تابعین کا عہد سو سال بعد شروع ہوا، استدراج تدوین و تحریر کے سلسلہ کا آغاز سو سال بعد ہوا، حالانکہ یہ کام تغفلت۔

لئے تلقيع فہروم اہل الازر ص ۱۸۱ ۳۶ توجیہ النظر ص ۳۷۹

عن ان کو کہتے ہیں، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف  
و سلم نہیں کیا اور صحابہؓ کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے عام اس سے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ہوں مگر زیارت کا موقع نہیں ملایا عہد نبویؐ کے اخیر  
پیدا ہوئے اس لئے آپؐ سے فیضیاب نہیں ہو سکے یا آپؐ کی وفات (۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ)  
سے حد پیدا ہوئے، وہ سب تابعین میں داخل ہیں، اس طرح دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ تابعین  
کا عہد آپؐ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم یہ کہ رسول اللہؐ سے شروع ہو گیا تھا، اس لئے رسول اللہؐ  
سے جو کام شروع ہوا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ تابعین نے اس کام کا آغاز کیا،  
تھیں کا کارنامہ ہونے کے لئے ایک ایک صحابیؓ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی ضرورت  
نہیں اور نہ ہی ستوبرس کا زمانہ گزارنے کی حاجت ہے، وہ تو تابعیت کا آخری عہد ہے،  
جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمه ہوتا ہے کیونکہ یہی صحابہؓ کے عہد کا خاتمه ہے،  
جن کے دیدار سے تابعی بنتے تھے، الغرض اس تفصیل سے ثابت ہوا، کہ یہ کہنا کس درجہ  
کا ہو کا ہے کہ مسلمانوں میں احادیث کی تدوین و تحریر کا کام ستوبرس بعد شروع ہوا، تابعین  
سے ذریعے کتابت حدیث کو اور زیادہ روایج ہوا، اب ہم یہاں ان کے بعض نوشتوں  
کا ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ کے مشہور شاگرد بشیر بن نہیک نے ایک نسخہ خود ان کی حدیثوں  
کا بر کر کے ان کو پڑھ کر سنایا تھا و ایت کے الفاظ یہ ہیں، عن بشیر بن نہیک  
قالَ كُنْتُ أَكْتُبُ مَا أَسْمَعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَلَمَّا أَرْدَتُ أَنْ أَفَاقِهِ أَتَيْتَهُ بِكِتَابِهِ  
أَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ أَهْذَا مَا سَمِعْتَ مِنِّي قَالَ نَعَمْ“ میں حضرت ابو ہریرہؓ

... خطبات مدراس و توجیہ انظر مصطفیٰ ﷺ سن داری باب من بخش کتابہ العلم -

سے جو حدیثیں سنتا تھا لکھ لیتا تھا، پھر جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس کوان کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ پھر ان سے عرض کیا کہ یہ سب وہی حدیثیں ہیں جو آپ سے میں نے سنی ہیں، فرمائے گئے ہاں!“ (۲) حضرت ابو ہریرہؓ کے دوسرے شاگرد ہمام بن منبهہ ہیں جو میں کے امراہ ہیں ہے تھے، ایک زمانے تک ان کی خدمت میں رہے، اور ان کی حدیثوں کو جمع کیا جو صحیح نہ ہاماں کے نام سے مشہور ہے، امام احمد بن حنبل نے اس کتاب کا بہت بڑا حصہ نہیں بخوبی مفہوم کیا ہے، میں داخل کر دیا ہے، شخیں نے بھی متفرق طور پر اس سے روایت کیا ہے، آج یہ حدیث مید را بادے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

(۳) سعید بن جبیرؓ مشہور تابعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس ہماں ہوا صحیفہ میں لکھتا رہتا تھا۔

(۴) سنن دارمی میں مسلم بن قیس کا بیان مذکور ہے۔ رأیت ابا نیکتب سنن النسؓ میں نے ابا ن کو دیکھا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے لکھ رہے ہیں۔

(۵) عمرۃ بنت عبد الرحمن جنہوں نے حضرت عائشہؓ کی گود میں پروردش پائی تھی، اور حدیث عائشہؓ کے باب میں ان کا شمار ترقیٰ اعوہ کے برابر ہے، ان ہی عمرۃ بنت عبد الرحمن کے علم کوان کی بہن کے لڑکے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے حضرت عمرہ بن عبد العزیز کے مشہور فرمان کی بنیاد پر (جس کا ذکر لگے آ رہا ہے) جمع کر لیا تھا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ان یکتب له في العلم ما عندك من عمرۃ بنت عبد الرحمن والقاسم بن محمد۔

لَهُ تَهْذِيبُ التَّهْذِيبِ تَرْجِيمَ هَامَ بنَ مَنْبَرَ - لَهُ سَنَنُ دَارِمٍ تَهْذِيبُ التَّهْذِيبِ تَرْجِيمَ  
ابو بکر بن حزم۔

یہ کہ وہ عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے علم (احادیث) کو ان کیلئے سیار کریں۔  
قاسم بن محمد حضرت صدیقہؓ کے بھتیجے تھے، ان کے پروردہ و تربیت یافتہ تھے۔  
جنہوں نے سب کچھ ان سے سیکھا تھا، بہر حال حضرت عائشہؓ کی احادیث ان ہی دونوں  
کے ذریعے ابو بکر بن محمد نے جمع کیں۔

ہم نے تابعین کرام کی چند تحریروں اور صحیفوں کے ذکر پر اتفاقیاً ورنہ حضرات  
مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، انہوں نے صحابہؓ کی زندگی ہی میں ان کی تمام مردمیات  
و واقعات و حالات کو ایک سے پوچھ کر، ایک ایک کے دروازہ پر جا کر بوڑھے جوان  
عورت و مرد ہر ایک سے تحقیق کر کے ہمارے لئے فراہم کر دیا تھا، محمد بن شہاب زہری  
وحديث و سیرت کے بڑے امام ہیں، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک  
یک چیز کو لکھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ ہم صرف حلال و حرام لکھتے رہتے تھے، زہری جو  
پچھو سنٹے تھے، وہ سب لکھتے جلتے تھے، احادیث کو قید تحریر میں لانے والے سیکھوں  
تابعین تھے جن میں صرف امام زہری کی تحریروں کا اتنا انبار تھا کہ ولیم بن یزید کے  
قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانوروں پر بار کر کے خزانہ سے لائے گئے تھے۔

اگرچہ حفاظت حدیث کے لئے کتابت و حفظ ان دونوں طریقوں کو افتیار کیا  
گی تھا، مگر سہی صدی تک علماء عام طور پر کتابت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، بلکہ  
جو کچھ لکھتے تھے اس سے مقصود زبانی یاد کرنا ہوتا تھا۔

امام مالک سلف یعنی بہت سے تابعین کا یہ دستور بیان کرتے ہیں کہ ان میں بعض  
لوگ حدیثوں کو لکھ کر یاد کرتے تھے اور جب یاد ہو جاتی تھیں تو مٹا دیتے تھے، یہ دستور ایک  
سالہ جامع بیان العلم جلد اصے ۳ سالہ طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۳۵ سالہ جامع بیان العلم جلد اصے ۴۵

زمانے تک رہا، محدثین سیرین کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کا بھی قاعدہ تھا کہ حدیثوں کو لکھ لیتے تھے۔ فاذا حفظه محاکا۔ یعنی جب یاد کر لیتے تھے تو مٹا دیتے تھے، اس کی وجہ یہی ہے کہ عربوں کا حافظہ فطرہ نہایت ہی قوی تھا، علامہ ذہبی نے ابن خزیم کے متعلق یہ الفاظ ابو علی نیشا پوری کے حوالہ سے نقل کئے ہیں کہ ”کان ابن خزیم یحفظ الفقہیات مت حدیثہ کما مخفظ القرآن“ فقہی حدیثوں کو ابن خزیمہ اسی طرح یاد کرتے تھے، جیسے کہ قاریٰ قرآنی سورتوں کو یاد کر کے تقدادہ تابعی فرماتے ہیں کہ ”اعطی اللہ هذہ الامۃ من الحفظ ما لم یعط احداً من الامم خاصۃ خصہم بہما و کرامۃ الکرمہم بہما“ یعنی حق تعالیٰ نے اس امت (امت محمدیہ) کو حفظ و یادداشت کی غیر معمولی قوت سے سرفراز فرمایا ہے کہ دنیا کی قوموں اور امتوں کے درمیان (امت اسلامیہ) کا یہ خاص امتیازی سرمایہ ہے جس کے ساتھ خدا نے اس کو مختص کیا اور یہ نوازش ہے جس کے ذریعے نواز گیا۔

**پہلی صدی کے اختتام تک کتابت حدیث کا مسئلہ نہایت مختلف تدوین حدیث** فیر رہا مگر قرآن مجید کی اس قدر اشاعت ہو چکی تھی کہ اب اس سے التباس و اشتباه کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا، اور اسلام عرب سے باہر بوجو کے بہت سے ملکوں پر حکمران تھا، بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، نئے مسائل اور نئے حالات سے مسلمانوں کا سابقہ تھا، اس وقت فوری ضرورت تھی کہ حدیث و مسنّت کے سرمایہ کو جو صحابہؓ و تابعین سے منتقل ہو تا چلا آرہا تھا، مدون کیا جائے اور وہ علم جو محدثین کے سینوں اور منتشر سفینتوں میں تھا اس کو محفوظ کیا جائے۔

ادھر وہ بتیرک نفوس جنہوں نے براہ راست زبان نبوت سے احادیث سنی تھیں اور آپ کی زندگی کے ہر خدا خال کو محفوظ کئے ہوئے تھے، یعنی صحابہؓ کرام ان کے وجود سے بزم عالم خالی ہو رہی تھی۔

جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ صفر ۹۹ھ میں نصب خلافت پر فائز ہوئے جن کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی، اور خدا کی قدرت کی ایک نشانی تھی، انہوں نے دیکھا کہ روان فض و خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے نئے فرقے سراٹھا رہے ہیں، اس لئے حدیث و سنت کے باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔

قاضی ابو بکر بن حزم خوارجی انصاری المتوفی ۱۳۲ھ جو بڑے پایہ کے عالم تھے۔ امام مالکؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں جس قرقضا کا ان کو علم تھا اور کسی کو نہیں تھا ہبہ حضرت عمرؓ این عبد العزیز کے زمانے میں مدینہ کے قاضی آپ ہی تھے، اس لئے ان کو حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور لکھا۔ "النظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه لي فاني خفت دروس العلم وذهب العلماء" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کچھ حدیثیں تم کو ملیں ان کو تحریری شکل میں لے اوس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ جائے گا اور علماء رخاست ہو جائیں گے۔

خاص طور سے یعنی کے ساتھ عمرہ بنت عبد الرحمن انصاریہ اور قاسم بن محمدؓ کے ذمیثہ روایات کی طرف توجہ دلائی کر جلد اس کو قلم بند کیا جائے، خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ کے جو فرمان بھیجا تھا امام محمد نے اپنی موظا میں زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے، "ان عمر بن عبد العزیز کتب الى ابی بکر بن عمرو بن حزم ان النظر ما كان من حديث

صحيح بخاری باب کیف لقبض العلم علیہ تہذیب التہذیب ترجمہ ابو بکر بن حزم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت اور حدیث عمر بن حنفہ اور محدث افکتبہ  
لی فابن خشیت دروس العلم و ذهاب العلماء "حضرت عمر بن عبد العزیز"  
نے ابو بکر بن عمر و بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت نیز  
حضرت عمر کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھ کھو  
کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علم کے فنا ہونے کا اندریشہ ہے۔

اس روایت سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حدیث  
و سنت کے ساتھ حضرت عمر بن حزم اور دیگر صحابہؓ کے آثار کو بھی جمع کرنے کا حکم دیا تھا اگر  
افسوس کہ قاضی صاحب کے کام کی ابھی تکمیل نہ ہو سکی تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز  
۲۵، رب جمادی میں رحلت فرمائے، آپ کی مردت خلافت ۱۲ سال ۵ ماہ تکی، حافظ  
ابن عبد البر ایکی التمهید میں امام الامم کی زبانی تقلی کرتے ہیں کہ ابن حزم نے متعدد کتابیں  
لکھیں قبل اس کے کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں بھیجیں خلیفہ راشد و فاتح  
پاچکے تھے، خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے عمال سلطنت اور مشاہیر علماء کو بالخصوص اس ضرورت  
کی طرف متوجہ کیا اور گشتی فرمان جاری کیا کہ "انظر و امالی حدیث رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم فاجمیعو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ڈھونڈو  
ڈھونڈو کر جمع کرو، خلیفہ راشد کا یہ فرمان تو تمام ذمہ داروں کے نام تھا اگر خصوصیت  
سے ابو بکر بن حزم کے علاوہ امام محمد بن شہاب الزہری المتوفی ۱۲۵ھ کو بھی اس  
خدمت پر مأمور کیا تھا، امام زہری کا حال ان کے رفیق درس صالح بن کیسان سے  
سنئے، کہتے ہیں کہ ہم اور زہری دونوں طلب علم میں ساتھ تھے، زہری نے آثار صحابہؓ  
لہ مؤطاباً باباً کتاب الحالم ۳۷ مقدمہ تنویر الامم کا صفحہ الباری باب کیف یقین العلم۔

کو بھی لکھا اور ہم نے نہیں لکھا وہ کامیاب ہوئے اور ہم خائن<sup>لهم</sup> یہ امام موصوف کے دورِ طالب علمی کا حال تھا، خود عمر بن عبد العزیز شہادت دیتے ہیں کہ "لم يبق أحد أعلم بسنة ما اضنه من الزهرى تُعَذِّبَ" گرہشہ سنت کا زہری سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا۔

حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں امام زہری کا بیان نقل کرتے ہیں، "أمرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فكتباها دفترًا دفترًا فبعث الى كل ارض له عليه اسلطات دفترًا" ہم کو عمر بن عبد العزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کے دفتر کھڑا کیا، اور پھر انہوں نے ہر اس زمین پر کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بیحتجج دیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام موصوف نے قاضی ابوالجرد ابن حزم سے پہلے اس فن کی تدوین کر لی تھی، چنانچہ ان کی جمع کردہ کتابوں کو مختلف شہروں میں عمر بن عبد العزیز نے بیحتجج دیا تھا، اس لئے حافظ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں کہ اولیٰ کا سہرا امام زہری کے سر ہے، چنانچہ جامع بیان العلم میں امام مالک اور امام عبد العزیز دا اور دی دلوں کا قول نقل کیا ہے کہ فرماتے ہیں کہ اس علم کے سبب سے پہلے دون ابن شہاب ہیں، حافظ ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے، فرماتے ہیں۔ "أول من دون الحديث ابن شهاب" علامہ سیوطی نے بھی محمد بن مسلم بن شہاب زہری کو پہلادون بتایا ہے<sup>لهم</sup>

محققین کی ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، البتہ امام بخاری کا رجحان لہ تہذیب التہذیب تھے تکرہ تھے جامع بیان العلم باب ذکر الاختصات فی کتابة العلم - تھے حوالہ بنکوڑہ تھے فتح الباری جلد ۸ ص ۱۵۵ و جلد اباب کتابت الحديث تھے تدریب۔

قاضی ابو بکر بن حزم کی طرف ہے، جیسا کہ تعلیقاً صحیح بخاری میں مذکورہ بالارواحت سے ظاہر ہے، چونکہ تدوین کا کام مختلف علماء نے شروع کیا تھا، اس لئے حدیث کا اول مدون مختلف حضرات کو کہا گیا ہے، مگر یہ اولیت کسی خاص شہر کے لحاظ سے ہو سکتی ہے، یا یہ حضرات ایک ایک باب کی احادیث جمع کرتے تھے، لیکن امام زہری کو مطلقاً ( تمام بلا دلائل ) اور مختلف ابواب کی روایت جمع کرنے کے لحاظ سے ) اولیت کا شرف حاصل ہے۔

### اممہ اربعہ اور تدوین حدیث

حضرت عمر بن عبد العزیز کے ذریعہ التذکار  
و تعالیٰ نے جمع و تدوین کا دروازہ کھولا اور  
آنہاں چل کر اس سلسلے کو بہت ترقی ہوتی، قاضی ابو بکر بن حزم اور امام زہری کے علاوہ  
مختلف ائمہ تابعین نے تصنیف و تالیف میں توجہ دلچسپی لی، چنانچہ دوسری ہی صد کی  
میں حدیث کے مختلف مجموعے تیار ہو چکے تھے، ابن جریح کمل المتفق فی شاہد ابن اسحاق  
المتفق فی شاہد سعید بن عروہ المتفق فی شاہد تمییز المتفق فی شاہد ربیع بن صبیح المتفق  
فی شاہد کے مجموعے خاص طور پر مشہور ہیں، امام ابو حینیفہ المتفق فی شاہد امام مالک المتفق  
فی شاہد امام شافعی المتفق فی شاہد امام احمد بن حنبل المتفق فی شاہد ۲۷۳ھ .. چاروںستان  
فکر کے مالک ہیں، جن کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں مقبول و زندہ ہے، یا اللہ  
کا بڑا فضل اور اسلام کی اقبال مندی تھی کہ اس کا راعظیم کے لئے ایسے لوگ میدان میں  
آئے جو وقت کے نئے حالات و مسائل سے آگاہ، اسلام کی تاریخ و روایات اور در  
شریعت سے گہری واقفیت رکھتے تھے، عبد صحابہؓ اور اسلام کے پورے ذخیرے  
( قرآن و حدیث اور لغت و قواعد ) پر کامل عبور رکھتے تھے، ان ائمہ اربعہ کا تدوین حدیث:

میں بھی عظیم کارنامہ ہے، کتاب لاثار و موطایہ دونوں حدیث کی ایسی کتابیں ہیں جو پہلے فتنہی تربیت کے لحاظ سے مرتب کی گئیں۔

امام شافعی کی اگرچہ فن حدیث پر کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے مگر اس مقدس فن کی جو خدمت ان سے النجام پائی اس کو تاریخ تدوین حدیث میں فرمادش نہیں کیا جا سکتا، اور امام احمد کی مسند تو معروف و مشہور ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کتاب الاستفانۃ میں جو بکری کے رد میں تحریر فرماتی ہے، لکھتے ہیں، انہم میں ایسے حضرت بھی ہوتے ہیں، جو محدثین میں بھی امام ہیں، اور فقهاء میں بھی اور ان دونوں جماعتوں میں شامل ہیں، گواں میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے، اس سے آگے یہ عبارت ہے: ”وَكَثِرَ أَمَّةُ الْحَدِيثِ وَالْفَقَهِ مَكَالَكَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَاسْمَاعِيلَ بْنَ رَاهْوَيْهِ وَابْنِ عَبِيدِ وَكَذَلِكَ لِلثَّوْرِيِّ وَاللَّيْثِ هُوَ لَاءُ وَكَذَلِكَ لِابْنِ يُوسُفَ صَاحِبِ الْحَنِيفَةِ لِلَّبَيِّنِ حَنِيفَةِ إِيَضًا مَا لَهُ مِنْ ذَلِكَ وَلَكِنْ لِبَعْضِهِمْ فِي الْإِمَامَةِ فِي الصَّنْفَيْنِ مَا لَيْسَ لِلآخِرِ وَفِي بَعْضِهِمْ مِنْ ضَعْفِ الْمَعْرِفَةِ بِأَحَدِ الصَّنْفَيْنِ مَا لَيْسَ فِي الْأُخْرِ فَرْضٌ لِلَّهِ عَنِ جَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْإِيمَانِ“<sup>۱</sup>

و حدیث و فقہ کے اکثر امام جیسے کہ امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید و اسی طرح اوزاعی، ثوری اور لیث ایسے ہی تھے، اور اسی طرح امام ابو یوسف صاحب مالک ابی حنیفہ اور خود امام ابو حنیفہ کا بھی وہی مرتبہ ہے، جو ان کے شایان ہے، لیکن ر میں بعض کو دونوں صنف میں وہ مقام حاصل ہے جو دوسرے کو نہیں ہے اور

<sup>۱</sup> کتاب الاستفانۃ ص ۲۵

بعض کو ایک صفت کی معرفت میں وہ ضعف بھی ہے کہ جو دوسرے میں نہیں ہے،  
پس اللہ تعالیٰ تمام اہل علم و ایمان سے راضی ہو۔

حافظ ابن تیمیہ نے بھی ائمہ اربیہ کو محدثین کا امام قرار دیا ہے، اس لئے اُنہوں نے  
صفحات میں ارباب صحاح ستہ کے ذکر سے پہلے ان کے حالات اور علم حدیث میں انکی  
تصنیفات و خدمات پیش کی جا رہی ہیں، جس سے معلوم ہو گا کہ ان حضرات ائمہ نے  
اس مقدس فن کی خدمت کو کس طرح زیادہ علمی و ترقی یافتہ شکل میں انجام دیا۔



# امام اعظم ابوحنیفہ

**نام و نسب** انعام نام، کنیت ابوحنیفہ، امام اعظم لقب، شجرہ نسب یہ ہے،  
**نحوان بن ثابت بن زڈنی**، عام طور پر امام صاحب کا عجی النسل ہونا مسلم  
 ہے خطیب بغدادی اور مورخ ابن خلکان نے امام صاحب کے پوتے اسماعیل کی زبانی  
 یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم پہچھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم لوگ فارسی نسل کے ہیں ہمارے  
 وا، امام ابوحنیفہؓ نہ ہیں پیدا ہوئے، ثابت بچپن میں حضرت علیؑ کی خدمت میں  
 حضرت پرے تھے، انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی تھی، ہم کو امید  
 ہے کہ وہ دعا بے اثر نہ ہوئی، الحسن پیدائش کو اشہد بھی بتایا گیا ہے۔

**سکونت** کوفہ امام صاحب کا مولود و مسکن ہے جو اسلام کی وسعت و تمدن کا دیباچہ  
 تھا، علامہ ابن قیمؓ فرماتے ہیں ہضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت  
 کے میں مرکز تھے، مکہ، مدینہ اور کوفہ، مکہ مظہریہ کے صدر معلم حضرت ابن عباس تھے اور مدینہ کے

حضرت ابن عمرؓ اور کوفہ کے حضرت عبد اللہ بن مسعود تھے، حضرت علیؑ نے اس شہرؐ پر  
وارالخلاف بنیاء را شاہ ولی اللہ صاحبؐ فرماتے ہیں، ”کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ“  
حضرت علیؑ کے پیشتر فیصلے کو فریضے صادر ہوئے تھے، کو فاپ کی تشریف آوری سے پہلے عبد فارقؓ تھے  
میں قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا، حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”ولما ذهب (علیؑ)  
إلى الكوفة كان أهل الكوفة قبل ان يأتיהם قد اخذوا الدين  
عن سعد بن ابی وقار و ابن مسعود و عذیفة و عمار و ابی موسیٰ  
و غيرهم من ارسله عمر الى الكوفة“ جب حضرت علیؑ کو فریضے لئے  
ہیں، تو اہل کوفہ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقار، حضرت عبد اللہ بن  
مسعود، حضرت خدیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو موسیٰ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے جس کو  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کو فرمانہ کیا تھا، دین حاصل کر کچے تھے۔

صحابہؓ کرام میں سے ایک ہزار پچھاں حضرات جن میں چوبیں ۲۳ وہ بزرگ ہیں جو غزوہ  
بدرمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراکاب رہے تھے، وہاں گئے اور سکونت اختیار کئے۔  
اور امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ بن عجلی (م ۴۷۵ھ) نے اس سے زیادہ تعداد بتائی  
ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کرازتھے، علامہ نووی نے کوفہ کو دارالفنون  
و الفضلار کا لقب دیا ہے۔

تحصیل علم امام صاحبؐ بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف مستوجہ ہوئے  
سب سے پہلے ادب و انساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام جاس

لئے اعلام الموعین ۱۳۷ھ مجتہ اللہ الباقر جلد اصل ۱۳۷ھ منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۷۷  
لئے فتح المغیث ص ۲۸۳ ۱۳۷ھ فتح القدير جلد اصل ۱۳۷ھ شرح مسلم باب القراءۃ فی اظہر و احتم

کیا کچھ عرصہ کے بعد فقیر و قلت امام حاد کے حلقة درس میں شرکیں ہونے لگے، حضرت حاد جو مشہور امام اور استاد وقت تھے، بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کر کے تھے، حضرت عبیر الدین سعود رضی اللہ عنہ سے حدیث و فقہ کا جو سلسلہ چل آ رہا تھا، اس کا مدار نہیں پر رہ گیا تھا، حضرت حاد کا انتقال ﷺ میں ہوا،

امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقه و حدیث کی تحصیل کی ہے، لیکن خصوصیت سے حضرت حاد کے تربیت یافتہ ہیں، کوفہ میں کوئی محدث باقی نہ تھا، جن کے سامنے امام صاحب نے زانوئے شاگردی تھے کیا ہو، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، علامہ سیوطی نے تبیاض الصحیفہ اور گُوری نے مناقب ابی حنیفہ میں امام صاحب کے بہت سے شیوخ و اساتذہ کے نام گنانے میں، اور مولانا عبد الحجی صاحب نے بھی التعقیل المجری میں بہت سے شیوخ کا تعارف کرایا ہے۔

امام صاحب کے شیوخ کی خصوصیت ہے، جیسا کہ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، اس کو خیاراتابعین سے حاصل کیا ہے، اس کی سند میں کوئی بھی راوی متهہم بالکذب نہیں ہے، اگر امام صاحب کے مسلک کے، دلائل میں کوئی ضعف بیان کیا گیا ہے تو وہ ما بعد کے روادہ کے لحاظ سے ہے، امام صاحب کے شیوخ فقہ و حدیث دونوں کے جامع تھے۔

حریث وغیرہ کاسفر | اس زمانے میں جو استفادہ و افادہ کا بڑا ذریعہ تھا، تمام

لئے السنة و مکانتہا: التشریع الاسلامی از مصطفیٰ اباعلیٰ۔ تھے سفر السعادت ص ۳

لئے سندا مام از خوارزمی۔

مالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے اہل کمال آگر جمیح ہو جاتے تھے، اور درس و افتار کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، امام ابوالحسن مرغینیانی نے بسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچھنچ جو کئے تھے، ہر میں کے شیوخ میں سے عطار ابن رباح سے مکمل معظمه میں اور سالم بن عبد اللہ اور سیمان سے مدینہ طیبہ میں خصوصیت سے حدیثیں روایت کی ہیں، امام باقر کی خدمت میں ایک مرتبہ تک استفادہ کی غرض سے حاضر ہے ہیں، علاوہ از رشاد سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جب کوچھ سال کا عرصہ ہوتا ہے، آپ کا مستقل طور قیام نکل مظہم ہی میں رہا۔ میں مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرضہ عراق دجالزد و نوں جگہ پر کی روایات کو حاصل کیا۔

تلامذہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ کا احصاء دشوار ہے واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ بعض الکرہ نے کہا ہے کہ ائمہ اسلام میں اتنے شاگرد و تلامذہ کسی اور امام کے نہیں ہوئے، علامہ کروری نے آنحضرت سو فقہار و محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، ابن حجر کی کہتے ہیں کہ جب طرح فقہار میں امام ابویوسف و امام محمد و امام زفر و امام حسن بن زیاد وغیرہ ہیں، اسی طرح محدثین میں عبداللہ بن مبارک، بیٹھ ابن سعد، امام مالک اور سعید بن کدام اور صوفیہ میں فضیل بن عیاض، داؤد بن عائذ جیسے الکرہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، امام صاحب نے اپنے صحابہ و تلامذہ کی ایک مجلس مرتب کی تھی، جس میں مختلف سائل پیش کئے جاتے تھے، غور و نظر کے

لئے مناقب الامام از موفق جلد ص ۲۵۷ عقود الجہان سے مناقب الامام جلد ۲ ص ۱۳۴

لئے مقدمہ اوجز ص ۶۸

بعد جب کسی نتیجہ پر سب لوگ متفق ہو جاتے تھے، تو اس کو قلم بند کیا جاتا، یہ مجلس چاہیں ارکان پر مشتمل تھی۔

**عبداللہ بن مبارک کا بیان** ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر دریافت کیا زہد و تقویٰ کریہاں پر سب سے زیادہ پارساکون ہے؟ تو لوگوں نے کہا ابوحنیفہ خود انہیں کا بیان ہے کہ میں نے امام حنیفہ سے بڑھ کر میں کو پارسا نہیں دیکھا، حالانکہ مال و دوست سے ان کی آرامش کی گئی تھی، ندیجزی امام صاحب کے حالات بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے افعال و اقوال اور اخلاق اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے، یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ میں فضل اور علم و فن، پرہیزگاری اور سخاوت یہ ب سے آگئے تھے، اسی طرح امام صاحب تابعین کی جماعت میں ہیں۔

**امام صاحب کی ایک اہم فضیلت** بخاری و مسلم و ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، طبرانی و احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے آنحضرت مصطفیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا "لوگان العلم بالثیریالتناوله اناس من ابناء فارس"، اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیں گے، آپ کی اس پیشین گوئی کا اولین مصدق غلام سیوطی ابن حجر کی اور عام طور پر علامہ امام ابوحنیفہؓ کو قرار دیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہؓ صاحب پہنچ کتو بات میں لکھتے ہیں "فقیر گرفت امام ابوحنیفہ و رس حکم داخل است"، فقیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؓ اس حکم میں داخل ہیں۔

لہٰسن التقاضی از علامہ زاہد کوثری ص ۱۲۷ مقدمہ او جز الممالک ص ۹۵

۱۶۸ ص ۲۹۶ ۱۶۸ کلمات طیبات ص ۱۶۸

**ذکاوت و ذہانت** | امام صاحب کی ذہانت۔ طبائعی مشہور ہے، علامہ [بنیؒ] فرماتے ہیں "کان من اذکیا عبئی ادم" یعنی "ادم" دوسرے ہیں، امام صاحب ان میں شمار کئے جاتے ہیں، امام صاحب کی ذہانت و ذکاوت عقل کو سب نے تسلیم کیا ہے، محمد انصاری کہتے تھے کہ امام ابوحنین کی ایک ایک سر حکمت حثیٰ کہ بات چیت میں واثمندی کا اثر پایا جاتا تھا، علی بن عاصم کا قول تھا، ر آدمی دنیا کی عقل ایک پتلے میں اور دوسرا پتلے میں حضرت امام ابوحنین کی عقل اپنی جائے تو امام صاحب کا پلہ بھاری ہوگا۔

**امام صاحب کا علمی مرتبہ** | امام وکیع فرماتے ہیں کہ میں کسی عالم نہیں ملا جو نام ابوحنین سے زیادہ فقیہ ہوا اور ان سے بہتر نہیں ہوتا۔ ہوئے نظر ہن شمیل کہتے ہیں کہ فقہ سے ووگ غافل تھے تو امام صاحب نے بیدار کیا، اس کو مرتب و ملخص کیا، سفیان ثوری نے ایک شخص سے فرمایا جو امام صاحب کی مجلس سے واپس آیا تھا کہ "روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے واپس آ رہے ہو، خارج بن جب اور عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ علم و عقل میں امام ابوحنین کی نظیر نہیں (علم سے مراد اس دور میں علم حدیث ہی ہوتا تھا) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس اپنے زمانے کے عالم تھے، اور اس کے بعد امام شعبی اپنے زمانے کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابوحنین یعنی یتینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنین کی نظیر میری آنکھوں نہ تھیں دیکھی، امام شافعی فرماتے تھے کہ جس کو فقہ کی معرفت ملنے والوں میں اور ہو وہ امام ابوحنین اور ان کے صحاب کو لازم کر پڑے۔

## امام صاحب کی تابعیت کی بحث

امام صاحب کے آغاز شباب تک چند صحاپہ کرام مژنونہ تھے جیسے حضرت انس بن مالک جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، ۹۳ھ میں وفات پائی، ابو الطفیلؓ میر بن والملہ نے ۹۴ھ میں، عبد اللہ بن ابرالمازنی نے ۹۶ھ میں وفات پائی، بہر حال جمہور عدیین و محققین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ امام صاحب نے جن آنکھوں سے سیغیرہ کا بہانہ دیکھا تھا، ان کے دیدار سے عقیدت کی آنکھیں روشن کی تھیں، بعض حضرات نے امام صاحب کی تابعیت کا انکار کیا ہے لیکن جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے، علامہ ذہبی ذمّاتے ہیں کہ حضرت انسؓ کو بار بار دیکھا ہے، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے زمانہ میں کوفہ میں کسی صحابہ کرامؓ مجمح تھے، لہذا امام صاحبؓ کا طبقہ تابعین ہیں ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے فیضیلت دیگر ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی جیسے امام مالک و امام اوزاعی وغیرہ، صاحب اکمال بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب نے چھپیں صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے، اسلئے تمام محدثین کیا رہنمائی حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ذہبی، علامہ نووی زین عراقی، ابن جوزی، امام دارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کی تابعیت پر تسلیم کیا ہے۔

البہت بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا امام صاحب کا کسی صحابیؓ سے روایت کرنا بحث ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے صحابہؓ سے امام صاحب کی روایات کا انکار کیا ہے، امام دارقطنی المتوفی ۸۵ھ نے کہا کہ "لم يلق البوحنیفة احداً من الصحابة انه اى انساب عبيده ولم يسم منه" البوحنیفةؓ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی مگر حضرت

تہذیب التہذیب لہ مقدمہ اوجز ص ۲۵ تہذیب مہیضن الصحیفہ ص ۵

انہیں کا دیدار کیا ہے لیکن ان سے سماع حاصل نہیں خطیب بغدادی نے بھی امام دا قطنی سے پورا اتفاق کیا ہے لکھتے ہیں ”لَا يَصْحُ لِأَبِي حَنِيفَةَ سَمَاعٌ عَنْ أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ“ اسلئے عام طور پر علماء نے انہیں کی تقلید کی ہے تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر جسیے محقق نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا، حالانکہ سان المیزان میں ترجمہ عائشہ بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”اَنَّ اَبَا حَنِيفَةَ صَاحِبُ الرَّأْيِ سَمِعَ عَائِشَةَ بَنْتَ عَجْرَدَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ جِنْدَ اللَّهِ الْجَرَادَ لَا اَكْلُهُ وَلَا اَحْرَمُهُ“ بیشک ابوحنیفہ صاحب الرأی نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا شکر مژدیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں، یہاں امام صاحبؒ کا حضرت عائشہ بنت عجرد سے سماع واضح طور پر ثابت ہے، ان کے علاوہ متعدد صحابہؓ کرام سے امام صاحبؒ نے حدیثی سنی ہیں، بظاہر ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ امام مسلم کے نزدیک ایک معاصر اگر اپنے معاصر سے بطريق عنده روایت کرے تو روایت متصلح سمجھی جاتی ہے، اور امام بخاریؓ کے نزدیک صرف ایک مرتبہ ملاقات کا ہو جانا بھی اتصال کے لئے کافی ہے، اس لئے دونوں کی شرطوں پر امام صاحبؒ کا صحابہؓ سے روایت کرنا اتصال پر محمول ہوگا، اسلئے عبد القادر قرقشی، ملا علی قاری، حافظ بدرا الدین عین وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام صاحبؒ اور امام مالک خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام مالک لئے تاریخ بغداد جلد ۹ ص ۱۱۱ سعہ سان المیزان میں یہ عبارت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پختہ ہو جاتی ہے، حدیث کا متن کنز العمال سے نقل کیا گیا ہے۔

کے بہت سے اقوال جرح امام صاحبؐ کے متعلق نقل کئے ہیں، مگر شارح مؤطا ابوالولید  
باقی مالکی فرماتے ہیں کہ ان کا انتساب امام مالکؐ کی طرف صحیح نہیں، بلکہ سعدی صمیری، موفق  
اور خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ امام مالکؐ امام صاحبؐ کی کتابوں (یعنی الحکیمانہ کی کتابوں)  
سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔

بعض علماء نے جہاں امام مالکؐ سے روادہ کے سلسلہ میں ان کے بعض مشائخ  
کو امام لیا ہے، امام ابوحنینؑ کے متعلق بھی تصریح کی ہے کہ یہ امام مالک سے بھی روایت  
دیٹ کرتے ہیں، حافظ ذہبی نے اشہب کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ ”رأیت أبا  
حنینۃ بین يدی مالک كالصبوی بین يدی أبيه“ میں نے ابوحنینؑ کو  
ام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے بیٹھتا ہے، اگرچہ  
ام صاحب کیلئے یہ بات کوئی عار نہیں ہے بلکہ یہ تو غایت تواضع و انکسار کی دلیل ہے، امام  
صاحب نے تو اپنے تلامذہ مک سے حدیثین روایت کی ہیں، مگر امام صاحبؐ کا امام مالکؐ سے  
روایت کرنا محتاج ثبوت ہے، علامہ زاہد کوثری نے اقوام المالک میں اشہب کی روایت  
کی تردید کی ہے، فرماتے ہیں ”فَمَا يَرْوِيهِ الْذَهَبِيُّ فِي تَرْجِهِ مَالِكٍ فِي طَبَقَاتِ  
الْحَفَاظِ عَنِ اشْهَبِ لَا يَصِحُّ إِلَّا إِذَا كَانَ فِي حَقِّ حِبَادٍ عَنِ ابْنِ حَنِيفَةِ دُونِ  
ابْنِيِّهِ لَا تَمِيلُ دَارُ اشْهَبِ (۱۲۵هـ) كَمَا يَقُولُ ابْنُ يُونُسَ انْ لَعْنَكُمْ لَدَكُمْ اثْنَانِي  
وَمُثْلُهِ لَا يَمْكُنُ انْ يَرْجِلَ مِنْ مَصْرَالِ الْمَدِينَةِ الْمُنْورَةِ وَبِرِيِّ ابْنِ  
حنینۃ عن مالک اصلًا۔“ طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجیہ  
میں جو کچھ ذہبی اشہب سے نقل کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں البتہ یہ بیان حادی بن ابی حنینؑ کے

سنه تائب الخطیب ص ۲۷۰ تذكرة الحفاظ ۲۷۰ اقوام المالک ص ۲

متعلق ہو سکتا ہے، کیونکہ اشہب کاسن و لاوت شہادت ہے، جیسا کہ ابن یونس نے بیان کیا، جبکہ امام شافعی کا ہم سن تسلیم نہ کیا جائے، اور اس عمر کے پچھے کیدے ممکن نہیں کہ وہ مر سے سفر کر کے مدینہ منورہ جائے اور امام ابو حنیفہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے، یہ رہے کہ امام صاحبؑ کاسن وفات شہادت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں ”ان ابا حنیفہ لم تثبت روايته عن مالك و انسا اور دکا الدارقطنی ثم الخطيب في الروايات عنه لمروايتها و قعدها“  
باسنادين فيهما مقال وهو الميلزمات في كتابيهما الفتحة ”بیشک دام ابوحنیفہ کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے، دارقطنی اور ان کے بعد خطیبؓ امام مالک کے روایت میں صرف دور روایتوں کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا شمار کیلئے اور دونوں کی صحت میں کلام ہے خود دارقطنی اور خطیبؓ پنی کتابوں میں صحت کا الزام نہیں کیا ہے۔

ماخذ علم خطیب بغدادی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین ابو جعفرؑ امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے کن صحابہؓ کا علم حاصل کیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علیؑ، حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مذہب حنفی کی بنیاد عبد اللہ بن عمرؑ کے قنادلے، حضرت علیؑ کے فیصلے و فتاوے اور قاضی شریح وغیرہ قضاۃ کو ذکر کے قنادل پر ہے، امام ابوحنیفہؑ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استباط و استخراج مسائل کیا، نیز امام ابوحنیفہؑ، ابراہیم حنفی اور ان کے تلامذہ کے ملک سے بہت کم اختلاف کرنے

تھے، ابراہیم بن حنفی کے مذهب پر تخریج مسائل میں امام صاحبؒ کو بڑا ملکہ حاصل تھا، فروعی مسائل کی تخریج میں بہت دقيق النظر واقع ہوئے تھے، اگر تم ہمارے قول کی حقیقت سمجھنا چاہئے ہو تو ابراہیم بن حنفی کے قول کتاب الائمه الحدیث اور جامع عبدالرازاق و مصنفو ابویکرب بن شیعیہ سے نکال لو اور ملا کر دیکھو، شاید ہی کسی جگہ اختلاف پاؤ گے، اور اگر کسی جگہ اختلاف ہے تو فقہائے کوفہ کے خلاف نہ پاؤ گے یہ۔

امام صاحبؒ نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں جو عظیم اشان خدمات انجام دی ہیں، وہ محتاج بیان نہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحبؒ نے جس قدر مسائل مدون کئے ہیں، ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔

امام صاحبؒ کی وفات | خاندان بنوت میں واقع کریلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی، محمد و النفس الذکریہ نے مدینہ طبیہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، امام صاحبؒ نے برطان کی تائید کی، مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحبؒ کے سامنے منصب قضاکی بیکش کی تھی، مگر امام صاحبؒ نے انکا کر کر دیا، جس کے نتیجے میں منصور نے ۲۷ھ میں قید کر دیا، موڑیں کا خیال ہے کہ منصور نے ان کے خلاف بوجخت کارروائی کی اس کی وجہ عہدہ قضاۓ انکار نہ تھا، بلکہ محمد و ابراہیم کی حمایت تھی، جس کا منصور کو علم تھا، بہر حال بے خبری میں منصور نے آپ کو زہر دلوادا، جب اس کا اثر امام صاحبؒ نے محسوس کیا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں رجب شہر میں قضاکی إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اولاد میں

لِمَ الْأَنْصَافُ فِي سبب الْخِلَافِ ۖ لِمَ الْكُلُّكُتُ الطَّرِيقُ مَهَا إِذْ كُوْثُرٰي سَلَّهُ الْبَدَارُ وَالنَّهَايَةُ جَلَدُوا صَكَّا

صرف ایک صاحبزادے حادثہ۔

**امام ابوحنیفہؓ کا علم حدیث میں مقام** مشہور ہے کہ امام صاحب کی فن حدیث میں کوئی تصنیف نہیں ہے اور صحابہ سنتہ میں بجز ایک دو جگہ کے ان کا نام تک نہیں پایا جاتا، سب سے زیادہ یہ کہ ان کی شہرت اہل الرأی کے لقب سے ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث سے امام صاحب کو تعلق کم تھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ کچھ دانستہ اور کچھ نادانستہ طور پر یہ ایسی غلط فہمی ہے کہ جس کا پردہ چاک کرنے کی ضرورت ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور علماء محققین نے مجتہد کی تعریف یہی کی ہے کہ مجتہد وہی شخص ہو سکتا ہے، جو قرآن، حدیث، آثار تاریخی، لغت و قیاس ان پانچ چیزوں پر کافی عبور رکھتا ہو۔

امام صاحبؒ کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع ہے، اس کے بعد ان پر قلت حدیث کا طعن نادانی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے، اسلئے ہم ائمۃ حدیث کے اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت آشکارا ہو جائے، حافظ ذہبیؒ نے مسرنی کلام جو امام صاحبؒ کے عہد طالب علمی کے رفیق رہ چکے ہیں، ان کا بیان نقل کیا ہے ”طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا و اخذنا فی الرزہ فبوع علینا و طلبنا معاذه الفقة فجاءه منه ماترون“ یہی نے اور امام ابوحنیفہ نے ساتھ ساتھ علم حدیث حاصل کیا، تو وہ ہم پر غالب رہے، اور زہد میں بھی وہ ہم پر فائق رہے، فقة ان کے ساتھ شروع کی، تو تم دیکھتے ہو کہ کیا کمال ان سے ظاہر ہوا، الحسن بن سعیدقطان جو جرح و تقدیل کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں ”انہ وآلہ لا علّم هذہ الامّة بما جاء عن آلہ و رسولہ“

لئے عقد الجید لئے مناقب ابی حنیفہؓ از ذہبی لئے ماتس الی الحاجۃ

والله امام ابوحنیفہ اس امت میں خدا و رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں، مکی بن ابراہیم نے امام صاحبؑ کو اعلم اہل زمانہ بتایا ہے۔<sup>۱۰۶</sup>

ابوالمحاسن شافعی نے اپنی کتاب عقود الجان میں مستقل ایک ...باب قائم کیا ہے، جس میں امام صاحبؑ کی روایت حدیث کی کثرت اور ان کا اعیان حفاظ حدیث میں ہونا بیان کیا ہے امام ابوحنیفہؓ بایس و سنت نظر ہیئت اس کے لئے کوشش رہے کہ کوئی میں جب بھی کوئی محدث آتا تو اس سے استفادہ کرتے، امام صاحبؑ کے مشہور شاگرد محدث عبدالعزیز بن رزمه کے بیان کو علام موفق نے بسند تقلیل کیا ہے : وذکر علم ابی حنیفة بالحدیث ذقال قدم الكوفة محدث فقال ابوحنیفة لاصحابه انظروا هل عندكم شئ في الحديث ليس عندنا قال وقدم علينا محدث آخر فتم الامر  
لاصحابہ مثل ذلك۔ عبدالعزیز بن رزمه نے امام ابوحنیفہ کے علم حدیث کا تذکرہ کیا اور اس سلسلے میں یہ بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک محدث آئے تو امام ابوحنیفہؓ اپنے اصحاب سے فرمائے لگے دیکھو تو ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے پاس نہ ہو، عبدالعزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے اصحاب سے یہی فرمایا امام حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہؓ چارہزار حدیثیں روایت کیا کرتے تھے جن میں دو ہزار حدیث کی حدیثیں تھیں اور دو ہزار بقیہ و گیر مشارع کی تھیں، صاحب عقود الجان لکھتے ہیں کہ امام صاحب سے روایات کی قلت کی وجہ حفظ حدیث کی وسعت کے باوجود اتنے بڑے مسائل سے اشتغال ہے، اور اسی طرح مالک و شافعی سے ان کی مسموعات

<sup>۱۰۶</sup> مقدمہ اوجز ص ۲۳۷ ملہ مناقب للامام الاعظم جلد اصل ۲۳ از ذہبی صدر الائمه کی مکتبہ

از موفق بن مکی -

کی بہبتد کم روایات منقول ہیں، جیسے صحابہؓ میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ سے ان کی معلومات کی کثرت کے باوجود دیگر صحابہؓ کے مقابل میں کم روایات پائی جاتی ہیں۔

روایت حدیث میں احتیاط امام صاحبؒ روایت حدیث میں بہت محظا

محشین تک کوہے، حبی بن معین کا قول ہے، کان ابوحنیفہ ثقة لا يحذث الا ما يحفظ ولا يحذث بما لا يحفظ۔ امام صاحبؒ ثقة ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں، جو یاد نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے، امام صاحبؒ کی اس احتیاط کا اندازہ امام دیعؓ کی اس شہادت سے ہوتا ہے، جوانہوں نے دی ہے، فرماتے ہیں کہ جبی احتیاط امام صاحبؒ سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی تھے۔

امام صاحبؒ کے شرائط امام صاحبؒ کو ایک دوسری حیثیت سے بھی اپنے معاصرین اور بعد کے ائمہ چخصوصیت حاصل ہے، امام صاحبؒ کے زمانے تک بہت سے احادیث کے ذفتر تیار ہو چکے تھے، لیکن ضرورت تھی کہ احادیث کے قبول و رد کے قاعدے مرتب کئے جائیں، چنانچہ امام صاحبؒ نے اس کی بنیاد ڈالی اور بہ لحاظ ثبوت احکام ان کے مرتب کی تفہیق کی، ان کے اصول تنقید بہت سخت تھے اسلئے تشدیف الروایۃ کا القب دیا گیا۔

امام صاحبؒ کے قلیل الروایت ہونے کی ایک وجہ یہ ہے، علام ابن خلدون لکھتے ہیں والا مام ابوحنیفہ انماقلت روایتہ لما ملک مفت ۱۹ ص ۲۶۳

لہ عقود الجان ملة تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۱۹ ملک مفت ۱۹۴۰ ملک مفت ۱۹۴۰ ص ۲۶۳

سکھ اصول السرخی جلد ۱ ص ۲۶۳

الروایة والغفل۔ یعنی امام ابوحنیفہؓ سے روایت کم ہے، اس لئے کانہوں نے روایت اوپر کی شرط میں سختی کی ہے وہ شرائط کیا ہیں؟ امام طحا وی نقل کرتے ہیں: حدثنا سائب بن شعیب حدثنا ابی املاء علیہما السلام قال قال ابوحنیفہ لا یبغی لله جل جل ان یحدث من الحديث الاجماع حفظه من یوم سمع المیں یوم  
 یحادث یعنی امام صاحب فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو اسوقت تک حدیث نہیں بیان کرنے پاہیے، جب تک کہ سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک یاد نہ ہو، امام صاحبؓ کا عمل اسی اصول پر تھا چنانچہ عبد الوہاب شرآنی فرماتے ہیں: "وقد كان الإمام أبوحنيفة يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل العمل به أن يرويه عن ذلك الصحابي" جمع التقياء عن مثلهم ولهكذا۔ جو حدیث حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہواں کے متعلق امام صاحب عمل سے پہلے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کو متقدی لوگوں کی ایک جماعت اس صحابیؓ سے مسلسل نقل کرتی چلی آئی ہو، عمل بالحدیث کی جس شرط کا علام شرآنی نے ذکرہ فرمایا ہے اس کو علامہ فہی نے خود امام صاحب سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: "أخذ بكتاب الله فيما أجد فيه من بُشارة رسول الله والأثار الصحاح عنه التي فشتلت أيدي الثقات عن الثقات فان لم أجد فيها من يقول أصحى به أخذ بقوه من شئت وأما إذا انتهى الأمر إلى إبراهيم والشعبي والحنبي وابن عطاء فخذ لما اجتهد وأيس كتاب الله سے ليتا ہوں اگر اس میں نہ ٹلے تو رسول اللهؐ، نہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کی ان صحیح حدیثوں سے جو ثقفات کے ہاتھوں میں لے اس امر المضيّة امام ابوحنیفہؓ میزان الکبری جلد اصل منه مناقب ابی حنیفہ ص ۲ از ذہبی

ثقات ہی کے ذریعہ شائع ہوئی ہیں، پھر اگر یہاں نہ مل سکے، تو آپ کے صحابہؓ میں سے جس کا قول چاہتا ہوں افتیار کر لیتا ہوں، لیکن جب معاملہ ابراہیمؑ سخنی و شجی، حسن و عطا تک پہنچ جاتا ہے، تو پھر اجتہاد سے کام لیتا ہوں جیسا کہ ان حضرات نے اجتہاد کیا، امام صاحبؓ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ صرف ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جو صحیح ہیں اور جن کی اشاعت ثقات کے ذریعہ سے ہوئی ہے علماء سیوطی کو بھی اعتراض ہے کہ صحیحین کے سب روایات بھی اس معیار پر کامل طور سے نہیں اترسکتے، فرماتے ہیں کہ: "هذا مذہب شدید قد استقر العل على خلافه فلعل الروايات في الصحيحين من يوصى بالحفظ لا يبلغون النصف" یعنی سخت فہم ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے، کیونکہ غالباً صحیحین نے ان روایات کی تعداد جو حفظ سے موصوف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔ امام صاحبؓ کا یہ طرز عمل قابل قبول تھا، مگر بعض محدثین جنکا عمل ظاہر حدیث پر ہے بہت سے فروعی مسائل میں امام صاحبؓ پر حدیث کی مخالفت کا الام گاتے ہیں۔

حافظ ابن عبد الرمال کی اسکا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "کثیر من اهل الحديث عما استخار والطعن على أبي حنيفة لرده كثيرًا من الاخبار الأحاديث للعدول لانه كان يذهب في ذلك إلى اعتقاد على ما اجتمع عليه من الأحاديث ومعاني القرآن فما شد من ذلك ردده وسماه شاداً" بہت محدثین نے امام ابوحنیفہؓ پر ایسے طعن کیا ہے کہ انہوں نے بہت سے شخصوں کو حدیشوں پر عمل نہیں کیا، اسلوبت یہ ہے کہ امام صاحبؓ کا دستور یہ تھا کہ وہ خبر و در کو اس باب کی دوسری احادیث و قرآن سے ملا کر دیکھتے تھے، اگر اس کا مضمون ان ہے

ملا بقت کھاتا تو اس پر عمل کر لیتے ورنہ اس کو قبول نہ کرتے اور اس کو شاذ حدیث سمجھتے  
امام صاحب کے ان شرائط و اختیارات کی وجہ سے جن روایات سے وہ استدلال کرتے  
ہیں وہ صحبت کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر ہوتی ہیں، علی بن جعفر جو ہری جو امام بخاری اور  
امام ابو داؤد کا ستاد ہیں بیان کرتے ہیں کہ "ابو حنیفہ اذ جاء بالحدیث جاء بمثل  
الدر" امام اعظم "جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، وہ موقعی کی طرح چکتی ہوتی  
ہے، اس کا صحیح اندازہ امام صاحب کی مسانید بالخصوص کتاب الائمه اور صاحب فاسوس  
علام سید مرتضی زبیدی کی کتاب الدر المنيفہ فی ادلۃ مذهب ابی حنیفۃ  
سے لگایا جا سکتا ہے۔

**امام صاحب پر ایک بے بنیاد الزام**

امام صاحب نے قیاس و اجتہاد کی جو حقیق را ہ کھولی تھی، اسکی بنا پر  
سوامی محمد شین جو ظاہر حدیث ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں، اور جدید مسائل میں غور و خوض کو  
یوب سمجھتے تھے، انہوں نے امام صاحب پر یہ الزام لگایا کہ امام صاحب قیاس کے مقابلے  
میں حدیث کو قبول نہیں کرتے (معاذ اللہ) مگر امام صاحب سے جو اقوال منقول ہیں وہ خود  
س دعوے کی تکذیب کرتے ہیں، امام صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ہر وہ بات  
کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا ہم نے سنا ہو یا نہ سنا ہو سب رجیم قبول ہے  
مارا اس پر ایمان ہے اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایسی ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔  
حافظ ابن عبد البر مالکی نے الانتقارین امام صاحب سے یہ روایت بیان کی  
لعن اللہ من يخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم به اکرمنا اللہ و به

استنقذنا،” یعنی اللہ کی لعنت ہو اس پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے، آپ ہی کے ذریعہ ہیں اللہ نے عزت بخشی اور آپ ہی کے ذریعہ ہیں (کفر و شک) سے) بچایا۔

علام شحراری نے میزان میں امام صاحبؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: واللہ ہم پر بھوٹ و افتراء ہے، شخص یہ الزام لگاتا ہے کہ ہم پر قیاس کو تقدم کرتے ہیں، کیا نص کے بعد بھی قیاس کی ضرورت ہوگی؟

البنت تابعین کے متعلق امام صاحبؒ فرماتے تھے، ”ہم رجال و نسوان“، کیونکہ امام صاحبؒ بھی تابعی ہیں۔

امام محمد نے المبسوط میں بالتفصیل لکھا ہے کہ امام صاحبؒ حدیث صحیح کے مقابلہ میں کسی بھی رائے کا اعتبار نہیں کرتے تھے، بلکہ علامہ ابن حزم نے فقہاء عراق کا اجماع نقل کیا ہے کہ وہ حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔

ایسے ہی حافظ ابن قیم اعلام المؤمنین میں لکھتے ہیں کہ ”ان ضعیف الحديث عندك (ای ابی حنیفۃ) اولیٰ من القياس“ اور اس کی بکثرت مثالیں مذکوب ہیں موجود ہیں، حدیث وضور بالقہقہہ فی الصلة، حدیث وضور بنبیذ التردید، کو باوجود ضعیف ہونے کے امام صاحبؒ نے قیاس پر تقدم کیا ہے اس کی تفصیل کہ ہوئے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔ ”فتقدیم الحديث ضعیف و آثار العما على القياس والرأي قوله (ای قول الامام ابی حنیفۃ) واحمد“ یعنی امام ابویونس و امام احمد دلوی کے نزدیک حدیث ضعیف و آثار صحاہیہ کو قیاس و رائے پر مقدمہ

---

لہ السن و ما نہیا از مصطفیٰ السائی ص ۲۷۶ المیزان الکبریٰ جلد اصاہ

کیا ہے، البتہ حدیث ضعیف کی تعریف میں علماء سلف و متأخرین کا اختلاف ہے، متأخرین جس حدیث کو حسن کہتے ہیں اسے متقدیں اپنی اصطلاح میں ضعیف کہتے تھے، علماء بن حزم و حافظ ابن قیم ان دونوں نے امام صاحبؒ کے مسلک پر کثرت تنقیدیں کی ہیں مگر انہیں بھی اعتراف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک حدیث ضعیف قیاس پر مقدم ہے، حدیث مرسل کو قبول کرنا اور قیاس و راستے پر مقدم کرنا خفیہ کا شہر و معروف ضابطہ ہے، حالانکہ امام شافعیؓ نے اس کو قبول کرنے کے لئے شرائط مقرر کئے ہیں، اور محدثین کی ایک جماعت نے بالکل ہی ترک کر دیا۔

**امام عظیم اور فن جرح و تعذیل** [اگرچہ اس فن کا آغاز دور صحابہؓ و تابعین میں ہو چکا تھا، مگر تابعین کے دوراً خیر میں باقاعدہ]

اس فن کی ابتداء ہوئی، حافظ سخاویؓ لکھتے ہیں کہ جب تابعین کا آخری دور آیا یعنی شافعیؓ کے قریب قریب تو ائمہ کی ایک جماعت نے توثیق و تضییف کے لئے زبان کھوئی، امام ابوحنیفہؓ نے فرمایا کہ ”ما رأيت أكذب من جابر الجعفي“ میں نے بابر جعفیؓ سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا، امام ترمذیؓ نے بھی اس کو کتاب العلل میں نقل کیا ہے۔

**سانید امام عظیم** [امام صاحبؒ کی متعدد تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے، جوان کے حالات کے ساتھ مذکور ہیں، مگر یہیں یہ بتانا ہے کہ آیا فن حدیث پر کوئی مجموعہ موجود ہے یا نہیں؟] عام طور پر یہ غلط فہمی ہے کہ امام صاحبؒ کی کوئی تصانیف نہیں ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے جس طرح فقہ کو باقاعدہ مرتب و مدون

کرایا اس کو امام صاحب کے تلامذہ بالخصوص قاضی ابویوسف و امام محمد نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے، امام شافعی نے بالکل صحیح فرمایا ہے ”الناس عیال لاب حنیفة فی الفقه“ بعد کے سب آنے والے فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین ہیں۔ اسی طرح حدیث کا سر ما یہ جو منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا، اس کو بھی باقاعدہ فقہی ترتیب پر مرتب کرایا، علامہ سیوطی لکھتے ہیں : ”من مناقب ابی حنیفة الی الفرد بھا ام اول من دون علم الشریعۃ و رتبہ ابوابا شم تبعہ مالک بن انس ذ ترتیب المؤطرا لم یبق ابا حنیفة احمد“ امام ابوحنیفہ کے ان مناقب خصوصی میں سے جن میں وہ منفرد ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور ان کو ابواب پر ترتیب دیا، پھر امام مالک نے موطاکی ترتیب میں انہیں کی پیر وی کی اور اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں، علامہ کوثری نے ان مسانید کی تعداد اکیس<sup>۲۷</sup> بتائی ہے، اور فرماتے ہیں کہ ان سب کی مسانید متصدی<sup>۲۸</sup> ان مسانید کو امام صاحب کے تلامذہ نے جمع کیا تھا، محدث خوارزمی المتفق<sup>۲۹</sup> سے ان مسانید کے جامع ہیں، ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”یہیں نے شام کے بعض جاہلیٰ سے سنا کہ وہ امام اعظم<sup>۳۰</sup> کی تتفییض کرتے ہیں، اور ان پر قلت روایت حدیث کا الام<sup>۳۱</sup> لگاتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ مسنند شافعی<sup>۳۲</sup> اور موطا مالک تو مشہور ہیں، مگر امام ابوحنیفہ کی کوئی مسنند نہیں، بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف چند احادیث کی روایت<sup>۳۳</sup> پر اتفاق کیا ہے، اس لئے میری دینی حیمت نے آمادہ کیا کہ امام صاحب کی ان پہنچ مسانید کو کیجا جمع کر دوں جن کو بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کیا ہے، ”ان جام<sup>۳۴</sup>

لہ تبییض الصحیفہ ص۳۳

کے حالات بھی خوارزمی نے بیان کر دیئے ہیں، ان کی فہرست حسب ذیل ہے :-

(۱) امام صاحبؒ کے صاحبزادے حادکی مند۔

(۲) امام ابویوسف کی کتاب آثار۔

(۳) مسند حسن بن زیاد دلوٹوی۔

(۴) امام محمد کی کتاب الآثار۔

ان حضرات نے براہ راست امام صاحبؒ سے روایت کی ہے۔

(۵) مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری جو عبد اللہ الاستاذ کے لقب سے مشہور ہیں، اور ابو حفص کبیر کے شاگرد ہیں۔

(۶) مسند حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبهانی صاحب کتاب الحلیہ۔

(۷) مسند ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر۔

(۸) مسند حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدری بن جرجانی۔

(۹) مسند عمر بن حسن اشناوی۔

(۱۰) مسند ابو الحسن محمد بن جعفر۔

ان چھ حضرات کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔

(۱۱) مسند ابو بکر احمد بن محمد کلاعی۔

(۱۲) مسند حافظ ابو بکر محمد بن عبد الباقی انصاری۔

(۱۳) مسند حافظ سعدی۔

(۱۴) مسند حسین بن محمد خرسوی۔

(۱۵) مسند موسیٰ بن ذکریا حصفگی، ان کی مسند کی شرح ملا علی قاری نے لکھی ہے۔

ان مانید کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اکثر روایات صرف دو اسٹرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں، اس سے اس کی صحت و قوت کا اندازہ لٹایا جاسکتا ہے، اندر اربعہ میں صرف امام مالک اس خصوصیت میں شرک پک ہیں، مگر ان کی روایات میں سب سے عالی یہی روایات ہیں جب کہ امام عظیمؐ کی مردیات میں وحدانیات بھی موجود ہیں۔

علامہ شحرانی نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ میں امام عظیمؐ کی مسما بد شلاش کے صحیح نخلوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوا، جن پڑھفاظ حديث کے دستخط تھے علماء کو تری فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے مانید کو محدثین سفرو حضر میں اپنے ساتھ کھلتے تھے ہیں۔

اگرچہ امام صاحبؐ کے فقہی مسائل کے مقابلے میں ان کو زیادہ شہرت نہیں ہوئی مگر واقعہ ہے کہ بعد والوں کے لئے بہت بڑا نمونہ چھوڑ گئے۔

محمد خوارزمی نے ان کو مانید کے نام سے موسوم کیا ہے، اسلئے بعد کے علماء بھی ان کو مسند کرنے لگے، مگر بہت سے اہل علم نے کتاب الائثار و منن کے نام سے بھی یاد کیا ہے، بلکہ قاضی ابویوسف کی مسند کتاب الائثار کے نام سے پھپ پھی گئی ہے، امام محمد کی مسند تو کتاب الائثار کے نام سے مشہور ہے، چنانچہ ملک العلامہ علامہ کاسانی نے بھی اس کو بداعن الصنائع میں ”ذکر الائثار ابن حنیفہ“، ہی کے نام سے یاد کیا ہے تھے۔

کتاب الائثار محمدؐ کے متعلق حافظ ابن حجر تجھیل المنفعۃ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں : **والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً نما هو کتاب الائثار**

**لله مقدمہ او حز المیک سلہ تائب الخطیب سلہ بداعن الصنائع جلد اصنیع**

الى رواه امجد بن الحسن عنده، امام ابو حنیفہ کی حدیث میں مستقل طور پر جو کتاب  
وجود ہے وہ کتاب الآثار ہے، جس کو امام محمد نے ان سے روایت کیا ہے، حافظ ابن  
بیرون عقلانی اور حافظ قاسم بن قطلوبخانے اس کے رجال پر مستقل کتابیں لکھی ہیں،  
نظم ابن حجرؓ کی کتاب کاتا م ”الایثار بعرفة آثار“ ہے۔  
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين -



# امام مالکؓ

**نام و نسب و ولادت** | مالک نام، کنیت ابو عبد الله، امام دارالہجرہ لقب:  
 ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر بن الحارث بن غیمان بن جشیل بن عمر بن الحارث  
 ذی الصبح، امام مالک خالص عرب فاندان سے تھے، ہوجاہلیت و اسلام دونوں میں ممتاز  
 تھا، بزرگوں کا وطن میں تھا، سب سے پہلے ان کے پرداد ابو عامر نے مدینہ النبی میں آگر  
 سکونت اختیار کی، چونکہ میں کے خاندان شاہی یعنی حمیر کی شاخِ الصبح سے تعلق رکھتے تھے، امام  
 صاحب کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے، اسلئے ذا الصبح کے لقب سے  
 وہ مشہور ہیں، آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پرداد ابو عامر مشرف باسلام  
 ہوئے، قاضی ابو بکر بن علاء قشیری نے ان کو جلیل القدر صحابی ثابتیا ہے، مگر محمد بن میں کے

---

لئے تذکرہ ص ۱۸۶ و غیاث الاعیان جلد ۳ ص ۲۷۷ البداية والنهاية جلد ۱۰ ص ۲۲۴

۔ ۔ ۔ مدارک و مقدمہ تنویر المحوالک -

نزوک یہ ثابت نہیں، محدث ذہبی فرماتے ہیں : ”لَمْ أَرَأَحَدًا ذَكَرَهُ فِي الصَّحَابَةِ“  
 حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ذہبی کی عبارت نقل کر دی، اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف لقا، ثابت نہیں البتہ امام صاحب کے دادا مالک حلیل القراء  
 تابقی او صحابہ سنت کے روادۃ میں ہیں، مالک بن عامر کے تین بیٹے تھے، انس امام مالک  
 کے والد بزرگوار، ریبع و ابوہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے، صیح و معتبر راویت کی بنا  
 پر امام مالک کی پیدائش <sup>۶۹۳ھ</sup> ہے۔

امام مالک کے خاندان کا جس طرح دینی و علمی لحاظ سے ایک ممتاز معلم  
 مدینہ طیبیہ <sup>تھا، اسی طرح آپ کا مولود و مسکن مدینۃ الرسول علما و فضلا رکا مخزن تھا،</sup>  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیکڑوں صحابہؓ دور دراز مقامات میں نکل  
 گئے تھے لیکن مدن ہسو نکلنے کے بعد بھی معدن ہے۔

عبد بنوی سے لے کر حضرت علیؑ کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک ساری دنیا نے  
 اسلام کا مرکز ذہبی تھا، بعد کو دارالخلافہ کے کوفہ اور بصرہ مشق منتقل ہونے کے بعد اس کی وہ علیؑ  
 حیثیت باقی نہیں رہی، تاہم امام مالک کے دو تک اس کا امتیاز مسلم تھا، چنانچہ حضرت شاہ  
 ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں : ”باید وائست کہ مدینہ نشرف در زمان ادبیت از زمان متاخر بلاشبہ  
 مرجع فضلاء محظوظ علام بودہ است“ <sup>تھے</sup> ”جانسا چاہیے کہ مدینہ شریف امام مالک کے زمانے میں  
 اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فردگاہ تھا، البتہ امام مالک کے  
 طبقے کے بعد وہاں علمی انحطاط آگیا تھا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں : ”ثمرتنا قص العلوم جدا  
 بهافی الطبقۃ التي بعدهم ثم تلاشی“ پھر ان کے بعد ولے طبقے میں وہاں علم  
 لے الاصابۃ فی تمییز الصحابة جلد ۲ ص ۹۴ <sup>تھے</sup> مخدود مقدمہ شرح موطا از زرقانی <sup>تھے</sup> مصنف شرح موطا

بہت ہی کم ہو گیا اور اس کے بعد تو بالکل جاتا رہا، لیکن امام مالک کے زمانے تک مدینہ منورہ کی فضاعمل دین سے معمول تھی، امام مالک کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وثوق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل جمعت ہے۔

**تحصیل علم** امام صاحبؐ نے آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا، ان کا گھر خود علوم کا مرجع تھا، انہوں نے قرآن مجید کی قرأت و سند مدینہ کے امام القرار نافع بن عبد الرحمن المتوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی تھی جن کی قرأت پر آج تمام دنیا کے اسلام کی بنیاد ہے، امام صاحب حدیث کی تحصیل کے وقت کم عمر تھے، خود فرماتے ہیں۔ کنت آقی نافعا و انا غلام حدیث السنّۃ: میں نافع کے پاس آتا تھا تو ایک کم سن لڑکا تھا، نافع حضرت ابن عمرؓ کے غلام ہیں، جو حدیث و رایت کا استاد و شیخ تھے، انہوں نے کامل تینیں برس حضرت ابن عمرؓ کی خدمت کی ہے، حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ اور دیگر صحابہؓ سے بھی روایت کی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نافع کو اہل مصر کی تعلیم کیلئے بھیجا تھا، اللہ میں نافع نے وفات پائی۔<sup>۱۷۰</sup>

حضرت نافع جب تک زندہ رہے امام مالکؓ ان کے حلقوں درس میں موجود رہے، محمد بنین روایت مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو سلسلۃ الذہب (سونے کی زنجیر) قرار دیتے تھے، نافع کے علاوہ امام صاحبؐ نے دیگر شیوخ سے بھی حدیث سیکھی تھی، امام مالکؓ نے طلب علم کیلئے مدینہ سے باہر قدم نکالا اکیونکہ اس وقت مدینہ دارالعلوم تھا اور امام مالکؓ اسلامیہ کے شیوخ و اساتذہ خود آستانہ نبوی پر حاضر ہوتے تھے۔

له دفیات جلد طبع جدید ۲۸۷ تک ذکرہ جلد اص ۲۸۷ میں حسن المعاشرہ ص ۱۴۵ کے البدا و النہاریہ جلد اص ۲۸۷

عہ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعن جلد اص ۲۹۸ میں عمل اہل مدینہ پر جو بحث کی ہے وہ قابل دید ہے۔

**شیوخ و اساتذہ** | امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا جو صدق و طمارت میں معروف اور حفظ و فقر میں ممتاز تھے، امام حاب نے جن شیوخ سے موطا میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے یہ سب اساتذہ میں ہیں، اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینوں میں پر لگنہ تھا، وہ اب صرف ایک سینے میں مجمع ہو گیا، اسی لئے امام دارالاہمۃ آپ کا لقب ہوا، ان کے شیوخ میں صرف چھ عفرات غیر مدنی ہیں، یہ صرف موطا کے شیوخ کی تعداد ہے، ورنہ علام زرقانی نے ۹۰ سو سے زائد ان کی تعداد بتائی ہے۔

امام مالک جس شیخ سے روایت کرتے ہیں وہ ثقاہت و عدالت و حفظیں نہیں  
سمجا جاتا تھا، احر بن حنبل سے کسی شخص نے ایک راوی کی نسبت پوچھا انہوں نے فرمایا  
کہ میرے نزدیک وہ اپھا ہے کیونکہ امام مالک نے اس سے روایت کی ہے۔  
امام مالک فطرۃ قوی الحافظ تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز میرے خزانہ دامغ  
میں اگر بچڑھن لکھے۔

موطا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن عیاس کی بہت کم روایات  
ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے اس کا  
سبب دریافت کیا تو فرمائے لگئے کہ "لم یکونا ببدلی ولم ۲۰۱ ق رجاء الهمما" یعنی یہ  
دونوں بزرگ میرے شہر میں نہ تھے، اور میری ان کے صحاب سے ملاقات نہ ہو سکی، اسی  
طرح عبد اللہ بن مسعود کی روایات ان دونوں حضرات سے بھی کم ہیں۔

لہ مقدمہ زرقانی و مقدمہ اوجزا المسالک ۲۰۱ مقدمہ اسحاف الموطأ۔

**مجلس درس** | مدینہ منورہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین نافع ہوئے، کم از کم بارہ برس امام مالک اُن کے درس میں شریک رہے، ان کی وفات کے بعد امام مالک اُن کے جانشین ہوئے، امام صاحبؒ کی مجلس درس ہمیشہ پر کلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ رہتی تھی، جب حدیث بنوی کے اعلاء کا وقت آتا پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشک زیب تن فرماتے، بالوں میں گنگھی کرتے، خوبیوں لگتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس علمی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لاتے۔

مولانا سید سیلان ندوی نے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں لکھیا ہے، جاہ حبیل اور شان و شکوہ سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکا ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم متھپتوں کا اڑدھام، امراء کا درود، علماء کی تشریف اوری، سیاحوں کا گزر حاضرین کی موڈب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ، دیکھنے والوں پر رعب و قارطاری کر دیتا تھا۔ امام صاحبؒ صاحب حکومت نہ تھے، لیکن صاحب حکومت اس آستانہ پر اُگر جھکلتے تھے پوری دنیا نے اسلام امام صاحبؒ کی شهرت سے محروم ہو گئی تھی، ایشا، افریقہ، یورپ ہر سہ برابع عظیم سے مسافران علم کے کارروائی بلانقطع مدینہ کا رخ کرنے لگے اور اس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شہین گوئی پوری ہوئی: "عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یو شک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم ہی عالم المدینۃ" حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریاد کر عقریب وہ زمانہ آئے گا جب لوگ طلب علم کیلئے اونٹ ہنکائیں گے لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ تر زین الملک نقل آئے اب یعیم ص ۱۳۶ لہ جیات اُنک صلی اللہ علیہ وسلم نے فریاد کر عقریب

لہ تر زین الملک نقل آئے اب یعیم ص ۱۳۶ لہ جیات اُنک صلی اللہ علیہ وسلم نے فریاد کر عقریب

کسی کو نہ پائیں گے، سفیان بن عیینہ و عبدالرازاق نے اس پیش گوئی کا مصدقہ حضرت  
ام مالک کو قرار دیا۔

**تلمذہ** امام صاحب کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، حافظ ابن کثیر فرماتے  
ہیں: "حدّث عنْهُ خَلْقٌ مِنَ الْأَنْعَمَةِ" حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں:  
وَحَدّثَ عَنْهُ أَمْرٌ لَا يَكُادُونَ يَحْصُونَ امام صاحب سے اتنے لوگوں نے روایت  
کی ہے جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے، امام مالک تقریباً با سُنْنَۃِ سال مسلسل فقه و فتاویٰ  
درس و تدریس میں مشغول ہے، ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ  
بتائی گئی ہے، امام زہری شیخ ابوالاسود، ایوب سختیانی، ربیعة الارائی بیکھی بن سعید النصائی  
وغیرہ الکمہ و حفاظہ حدیث جو امام صاحب کے شیوخ میں ہیں، انہوں نے بھی امام صاحب  
سے روایت کی ہے، امام محمد و امام شافعی، امام ابویوسف بھی امام صاحب کے  
**تلمذہ میں ہیں۔**

**نقہ مالک** حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں، "جو شخص کو ان مذاہب (یعنی ائمہ ارجوج  
کے مذاہب) کے اصول و امہات پر اطلاع رکھتا ہے، اس بارے یہ شک  
نہیں کریگا کہ ان مذاہب کی اصل حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسائل ہیں  
اور یا ان تمام مذاہب کے درمیان مشترک سی چیز ہے، اس کے بعد اہل مدینہ میں سے  
قہار صحابہؓ جیسے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور کبار تابعین مدینہ میں سے  
قہار سعدؓ اور صخار تابعین مدینہ میں سے زہری اور ان جیسے حضرات پر اعتماد مالک کے  
لئے البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص ۲۴۳

تھے مقدمہ اور جو المدارک -

مذہب کی بنیا ہے کہ جس سے ان کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہو گئی، فقهی۔ سبعہ حسب ذیل حضرات ہیں حیدر بن امید م ۹۲ھ عبید الدین عقبہ بن مسعود م ۹۸ھ عروہ م ۹۵ھ قاسم بن محمد بن ابی بکرم ۱۰۸ھ ابویکر بن عبد الرحمن بن الحارث ابن ہشام م ۹۷ھ سلماں بن یاسار م ۱۰۹ھ خارجہ بن نبیر م ۱۰۹ھ یہ حضرات اپنے زمان میں مدینہ طیبہ میں علم فقہ و حدیث کا مرجح تھے، ان کا متفقہ فیصلہ مدینہ کی عدالت کا حکم فقہی تسلیم ہوتا تھا، امام مالک کے فقه و فتاوے کی بنیاد اسی فقہ پر ہے۔

### امام صاحب کے فضل و مکال کا اعتراف

ایکی بن عین جو حدیث و رجال کے ناقد ہیں، کہتے ہیں مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں سفیان بن عیینہ کہتے تھے "ہم لوگ مالک کے سامنے کیا پڑے ہیں، ہم لوگ تو ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں" "عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ روزے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہیں" "اما مش فرمایا کرتے تھے جب حدیث آئے تو مالک ستارہ ہیں" "امام احمد بن حنبل سے کسی نے دریافت کیا لگر کسی کی حدیث زبانی کوئی یاد کرنا چاہے تو کس کی کریے جواب دیا کہ مالک بن انس کی

### امام صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب کرتے اخلاق و عادات

تھے جب نام مبارک زبان پر آتا، چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا لوگ پوچھتے تو فرماتے کہ ہم نے جن احوال طبیات کی زیارت کی ہے، ان کی حالت مجھ سے بڑھ رہی تھی، امام صاحب کو مدینہ سے غایت درجہ محبت تھی، بجز سفر کے بھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے ابونعیم نے حلیہ میں خود امام مالک سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے چاہا کہ موٹا کو خاز کر کر

لہٰ ذرا العینین مکاٹہ الجواہر الفہیۃ جلد ۱ ص ۲۷ و ۲۸ مکاٹہ مناقب مالک للزاوی ص ۳۳

یہ آذیز اکیا جائے اور تمام مسلمانوں کو فقہی احکام میں اس کی پیروی پر مجبور کیا جائے۔  
یہ موقع وہ تھا کہ عزت طلب اشخاص کیلئے اس سے زیادہ طلاقی موقع ہاتھ نہیں  
آسکتا، لیکن امام صاحبؒ نے جواب دیا ”ایسا نہ کر دخود صاحبؒ فروع میں مختلف ہے،  
اور وہ حاکم میں پھیل چکے ہیں اور ان میں ہر شخص را ہ صواب لپر ہے، خلیفہ منصور  
نے بھی امام صاحبؒ سے ایسی ہی درخواست کی تھی، مگر امام صاحبؒ نے اس کو بھی ایسا ہی  
جواب دیا۔ حافظ ابن عبد البر مالکی اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ”وَهَذَا غَايَةُ فِي  
الْأَنْصَافِ لَمْ فَهَمْ“ یہ ہر ذی فہم کے نزدیک انتہائی انصاف کی بات ہے، جو لوگ آج  
فردی مسائل میں جگہ رکھتے ہیں، انہیں اس سے سبق لینا چاہیئے۔

مدینہ منورہ میں امام مالک حس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ<sup>رض</sup>  
ابن مسعود کا تھا، کرای پر کرہمیشہ اس میں رہے اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا اور مسجد نبوی میں  
نشست اس جگہ کرتے تھے جہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نہ نشست کرتے تھے، اور یہ  
وہی جگہ تھی، جہاں حضور اکرمؐ کا اعلیٰ کاف کے وقت بستر مبارک بچایا جاتا تھا، امام  
صاحبؒ فرماتے تھے میں نے فتویے دینا شروع نہیں کیا، یہاں تک کہ مدینہ کے  
شتر فقهاء نے اسکی شہادت دی کہ میں فتویے دے سکتا ہوں۔

محمد ذو النفس الازکیہ<sup>رض</sup> نے مدینہ منورہ میں اور ان کے بھائی ابراہیم نے بصرہ  
یہیں جب سادات پر منصور کی زیادیتوں سے تنگ آگر علم بغاوت بلند کیا، تو امام صاحبؒ  
نے ان کا ساتھ دیا جسکے نتیجہ میں والی مدینہ جعفر بن سیلام نے غصب تاک ہو کر امام دارالجرۃ  
کی پیشت پرست کوڑے لگوائے، تمام پیٹھ خون آکو دہو گئی، دونوں ہاتھ مونڈھ سے

لے چلت الماک ص ۸۳ ملہ ترمیم الماک ص ۲۷۴ تھے مذکور از قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ تذکرہ جلد ۲ ص ۱۶۱

اڑنگئے اور اونٹ پر بیٹھا کرتا مام شہر میں تسلیم کرائی، مگر امام صاحب فرماتے جاتے تھے کہ جو جھوکو جانتا ہے وہ جانتا ہے، جو نہیں جانتا ہے وہ جان لے کے میں مالک بن انس ہوں، فتوے دیتا ہوں کہ طلاق جبری درست نہیں<sup>۱۷</sup>، غالباً سلسلہ میں جب منصور حربیں حاضر ہو تو والی مدینہ سے قصاص لینا چاہا مگر امام صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جب کوڑا پڑتا تھا، اسی وقت میں جعفر کو قرابت رسول ﷺ کے سبب معاف کرتا رہتا تھا۔

وفات | امام صاحبؑ کی عمر چھیساںی برس پنجھی تھی، انہیں ضعیف و ناتوان ہو گئے تھے، اس کے باوجود درس و افتخار کا سلسلہ جاری تھا، اتوار کے روز بیمار پڑے اور تقریباً ایتنی ہفتہ بیمار رہے، مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی، بالآخر ارابیح الاول ۲۹ھ میں استقال فرمایا، چھیساںی برس کی عمر شریف پانی، سلسلہ میں مسند درس پرقدم رکھا باسٹھ برس تک علم و دین کی خدمت انجام دی، امام کا جسد مبارک جنت البیح میں مدفون ہوا۔

تصنیفات | امام صاحبؑ کی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے، تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو مقدمہ اور جواہر الممالک، ہم یہاں صرف مؤطا جوان کی سب-

اہم کتاب ہے، اس کا تفضیلی تعارف کراہ ہے ہیں۔

مؤطا | ایک کتب خانہ اسلام کی وہ پہلی کتاب بتائی جاتی ہے، جو قرآن مجید کے بعد سب سے پہلے باقاعدہ طور پر قرآنی ترتیب سے مبوب و مرتب ہو کر منظہ شہود ہے۔

لہ طبقات ابن سعد ترجمہ مالک بن انس، البدایہ والنہایہ جلد ۰ اص ۸۸۲، وفات الاعیان جلد ۲ ص ۳۴۱

۲۷ مارک ۲۹۳۲ عہ جس کے نتیجہ میں منصور کی جبری سیعیت غیر معترنابت ہوتی تھی یاد رہے ۱۳ م

ابوحینیفؓ کے نزدیک یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۳۳۰ مقدمہ اور جواہر الممالک جلد ۱ دبتان ص ۱۱۷

علامہ ابو بکر ابن الحرنی فرماتے ہیں : "المؤطاخو الاصل الاول والباب و کتاب البخاری هو الاصل الثانی في هذا الباب و عليهما بابن الجميع مسلم والترمذی۔" (مؤطا ہی نقش اول اور بنیادی کتاب ہے، بخاری کی حیثیت تو اس باب میں نقش ثانی کی ہے، اور انہیں دونوں کتابوں پر مسلم و ترمذی جیسے بعد کے مؤلفین نے اپنی کتابوں کی بنا رکھی ہے)۔

علامہ ذہبی مؤطا کا تعارف یوں کرتے ہیں : "ان للمؤطا الواقع في النفوس و منها بة في القلوب لا يوازيمها شئ" (اس میں کوئی شک نہیں کہ دلوں میں مؤطا کی ایسی تاثیر اور قلوب میں ایسی ہیبت ہے، جس کا مقابلہ اور کوئی چیز نہیں کر سکتی)۔ مؤطا درحقیقت علوم مدینہ کا مجموعہ ہے جس کو امام دارالہجۃ المالک بن انسؓ نے جمع کیا ہے اسی لئے نواب حسین حسن خان نے ابو زرعہ کا یہ قول نقل کیا ہے : "وایں وثوق واعتماد برکتب و گیر نیست" ، معلوم ہوا کہ یہ مجموعہ وثوق و اعتماد یہ تام کتابوں میں فوقیت رکھتا ہے۔

**زمانہ تالیف** ظاہر ہے کہ اس کی تالیف کا مقام مدینہ طیبہ ہے، اس لئے کہ امام صاحبؒ کا قیام ہمیشہ وہیں رہا ہے، البتہ تالیف کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہو سکا صرف قرآن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، محدث قاضی عیاض نے مدارک میں امام مالکؐ کے شاگرد خاص ابو مصعبؐ کی زبانی یہ روایت نہیں کی ہے کہ مؤطا کی تالیف خلیفہ ابو منصور عباسی کی فرمانش پر خود اسی کے عہد میں شروع ہوئی تھی، لیکن پائیں گے اسکی وفات کے بعد تنہیٰ ہم منصور نے ہر ذمی الحجۃ ہاشمیہ میں وفات

..... مقدمہ تحقیق المحبی علی المؤطا امام محمد بن ابي اتفاف البلاصی ۱۴۳۷ھ ترجمین المالک للیبوی ص ۲۶۵ لگہ مقدمہ وجہ

پائی اور اسکی جگہ اس کا بیٹا محمد المهدی مسند خلافت پر نمکن ہوا اور اس کی خلافت کے  
ابتدائی دور میں اس کی تالیف پوری ہوئی ۔

ابتدائی تالیف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے صراحت  
کی ہے کہ امام مالک نے مؤطا کی تالیف حیی بن سعید الانصاری (المتوفی ۲۳۲ھ) کی  
وفات کے بعد کی ہے۔

**فَهُوَ الْفَظُّ** ”مؤطا“، **تَوْطِيْه** کا مفعول ہے صاحب قاموس نے اسکے معنی روندہ  
**وَجْهٖ سُمِيْهٖ** تیار کرنے، اور زرم و سہل بنانے کے بیان کئے ہیں، ”مؤطا“ کے لغوی  
معنی ”روندا ہوا“، ”تیار کیا ہوا“، ”زرم اور سہل بنایا ہوا“ ہیں، یہ تمام معافی بطور استعارہ  
یہاں مراد ہے جاسکتے ہیں۔

ابو حاتم رازی سے دریافت کیا گیا کہ اس کا مؤطا کیوں نام رکھا گیا تو انہوں  
نے جواب دیا کہ امام مالک نے اس کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل و آسان  
بنادیا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں، اس کتاب کو لکھ کر میں نے فقہاء مدینہ میں ستھن  
فقیہوں کے سامنے پیش کیا سب ہی نے مجھ سے اتفاق کیا اس نے  
میں نے اس کا نام مؤطار کھا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب  
نے بھی اس معنی کو اپنی شرح مستوی میں راجح قرار دیا ہے فرماتے  
ہیں: ”مؤطا“ کے معنی روندے ہوئے، چلے ہوئے کے ہیں، یعنی جس  
طرح عام ائمہ و علماء اور اکابر چلے ہوں اور سب نے اس کے متعلق گفتگو کی ہوا و  
مکمل

لئے توجیہ النظر ص ۱۷۶ قاموس جلد اص ۲۲ ص ۲۰۶ مقدمہ اور ج ۲۲ ص ۲۲

اتفاق بھی کیا ہو۔ چونکہ میعني خود صاحب کتاب سے منقول ہیں، اسلئے اسی کو ترجیح دی جائے گی۔

**مَوْطَأُكَ غَرْضٍ** مَوْطَأُكَ زَمَانَ مِنْ بَعْدِهِ تَحْمِلُهُ الْزَّرَامُ

مَوْطَأُكَ غَرْضٍ مَجْمُوعَةٌ تَيَارٌ لِمَنْ يَعْلَمُهُ تَحْمِلُهُ الْزَّرَامُ نَهْيَنَ كَيْاً

تَحْمِلُهُ الْزَّرَامُ كَمَهْ مَوْطَأَيْنَ كَيْاً

حافظ ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں: "كانَ مالِكَ أَوْلَى مِنْ أَنْقَاصِ الرَّجَلِ  
مِنَ الْفَقِهَاءِ بِالْمَدِينَةِ وَاعْرَضْنَا عَنْ لِيسَ بِشَفَةٍ فِي الْحَدِيثِ وَلَمْ يَكُنْ يَرَوِي إِلَّا  
مَا صَحَّ وَلَا يَحْدُثُ الْأَعْنَاثَقَةَ" (امام مالک فقيه مدینہ میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے روایہ  
کے متعلق تحقیق سے کام لیا اور حدیث میں جو ثقہ نہ ہوں انکی روایت سے اعتراض کیا، وہ  
صحیح روایات کے علاوہ نہ کوئی روایت نقل کرتے ہیں، اور نہ کسی غیر ثقہ سے حدیث ہی  
بیان کرتے ہیں)۔

امام دارالحجۃ مالک بن انسؓ کے نسب کی بناء اول احادیث صحیحہ اور بناء ثانی  
آثار صحابہ و تابعین ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جَانَنَا يَاهِيَّةً كَمَا خَفِرَتْ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اهَادَ يَاهِيَّةً كَمَا اهَادَ عَبْدَ اللَّهِ  
ابْنَ عَمْرَةَ كَمَا عَلَى سَيِّدِنَا وَصَاحِبِنَا وَتَابِعِنَا مَدِينَةَ كَمَا قَاتَلَهُ سَيِّدِنَا وَصَاحِبِنَا  
جَبَ كَمَا تَابِعِنَا كَمَا إِيَّاكَ مَسْلَكَ مُرْتَقَبَ هُوَ، امَامُ مَالِكٍ كَمَا نَسَبَ كَامِلُ  
تَبَعَّهُ، اور آنہیں تمام مذکورہ بالاباقتوں کے ملحوظ رکھنے کی وجہ سے مَوْطَأُ اہلِ مَدِینَةِ کی روایات  
و رقاتوں کا بہترین انتخاب ہو گئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی مزید وضاحت یوں کی ہے: "فَصَنَفَ الْأَمَامُ

الْمَقْدِمَ مَسْوَى صَدَقَةٍ تَهْدِيْبَ التَّهْذِيْبِ؛ تَرْجِمَةً امَامَ مَالِكٍ تَلَهُ مَصْفَى جَلَدَ اصْكَانَ

مالك المؤطا وتوخى فيه القوى من حديث اهل العجاز ومزجها بآقوال الصحابة وفتاوي التابعين ومن بعدهم <sup>لهم</sup> امام مالک نے مؤطا تصنیف کی اور اس میں اہل حجاز کی قوی روایات کا قصد کیا اور اس کے ساتھ صحابہ <sup>رض</sup> کرام کے اقوال اور تابعین و علماء ما بعد کے فتاویٰ نے بھی درج کر دئیے۔

مؤطا کا کتب حدیث میں مقام | جمیل علامہ نے طبقات کتب حدیث کے اندر طبقہ ماوی میں مؤطا امام کا شمار کیا ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز حسما اللہ نے کتب حدیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں جو میں مؤطا کو طبقہ ماوی میں رکھا ہے، بلکہ شاہ ولی اللہ محمدث دہوی مؤطا کو تام کتابور میں مقدم و افضل سمجھتے ہیں، اپنی مشہور کتاب مصطفیٰ شرح مؤطا کے مقدمہ میں اسکی ترجیح کے دلائل و وجہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور حجۃ اللہ البازنی میں بھی فرماتے ہیں: "اتفاق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى مالك ومن وافقه واما على رأى غيره ليس فيه مرسل ولا منقطع الا وقد اتصل السند به من طريق اخر فلا جرم انها صحيحة من هذا الوجه" <sup>لهم</sup> (محمد بن حنبل کا اتفاق ہے کہ اس کتاب کی تائی روایات امام مالک اور انکے مموافقین کی رائے میں صحیح ہیں، اور دوسروں کی رائے بھی اس سلسلے میں یہی ہے کہ مؤطا کی مرسل و منقطع روایات کی سند دوسرے طرق سے متصل ہے۔ پس اس میں کوئی شبہ نہ رہا کہ اس اعتبار سے وہ سب صحیح ہیں)۔

صاحب مفتاح السعادة نے بیان کیا ہے کہ اس کا درجہ ترمذی کے بعد ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مسلم کے بعد تیسرا درجہ پر اس کو رکھنا چاہیے۔

لہ مقدمہ فتح الباری ص ۲۷۶ حجۃ اللہ البازنی جلد اسٹ ۳۱ ۳۷۶ مقدمہ اوجز امام مالک ص ۲۱۸

حافظ ابوذر عذر ازی جو بخاری و مسلم دونوں ہی سے بخوبی واقف ہیں، انکو مؤطا کی صحبت کا اس درجہ تھیں ہے کہ فرماتے ہیں: "لو حلف رجل بالطلاق علیاً حدیث مالک فی المؤطأ ائمہ اصحاب لم یعنی" (اگر کوئی شخص اس پر طلاق کا حلف انھلے کر موطا میں امام مالک نے جو حدیثیں بیان کی ہیں صصح ہیں تو وہ حاشت نہ ہوگا)

**امام شافعی کی شہادت** | مؤطا کی صحبت و مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جائے گا ہے کہ امام شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں: ما علی ظهر الامر حن کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک (روئے زین پر کتاب اللہ کے بعد مؤطا مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے) اگرچہ خود علامہ شوافع میں کچھ دوں ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں: "انما قال ذلك قبیل وجود کتاب البخاری و مسلم" (امام موصوف کا یہ قول بخاری و مسلم کی کتابوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کا ہے)۔

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں حسب ذیل تقریر کی ہے: "بعض ائمہ نے بخاری کی کتاب کو امام مالک کی کتاب پر اصلاح قرار دینا مشکل بتایا ہے کیونکہ دونوں ہی صحبت اور انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیتے ہیں، بخاری کی روایات اگرچہ زیادہ بیش گریہ صحبت کی افضليت کو مستلزم نہیں ہیں" ۷۳

پھر اس اشکال کا خود ہی جواب دیتے ہیں: "بخاری کی اہمیت دراصل اشتراط صحبت ہی کی بنیاد پر ہے، اور امام مالک چونکہ انقطع اسناد کو قادر نہیں سمجھتے اسلئے مراسیل مہنقطات بلاغات کو اصل موضوع کتاب ہی میں نقل کرتے چلے آئے ہیں، اور امام بخاری انقطاع کو

چونکہ علت قادصہ سمجھتے ہیں، اسلئے ایسی روایات کو وہ تعلیقات و تراجم میں (حوالہ موضعہ کتاب سے خارج ہے) درج کرتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ منقطع روایات اگرچہ ایک قوم کے نزدیک قابلِ احتیاج ہیں مگر پھر بھی اس کی نسبت متصل روایات جب دونوں کے رواہ عدالت و حظوظ میں مشترک ہوں زیادہ قوی ہیں، پس اسی سے بخاری کی فضیلت عیاں ہو گئی، نیز یہ معلوم ہوا ہے کہ امام شافعی نے جو موٹا کو صحت میں افضل بتایا ہے، وہ ان کے زمانہ میں موجود تھے، جیسے جامع سفیان ثوری، مسند حماد بن مسلم وغیرہ، ان پر موٹا کی فضیلت بلا کسی نزارع کے مسلم ہے، یہیکن حافظہ کا یہ بیان دونوں کتابوں کے لحاظ سے تو بیشک صحیح ہے ورنہ موٹا کے تمام مراسیل و منقطعات و بلاغات متصل و مرفوع مسند ہیں۔

حافظ ابن حجر نے موٹا اور بخاری کی منقطع روایات کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے، اس پر علامہ سیوطی نے نقد کیا ہے کہ موٹا کے مراسیل تو امام مالک اور ان کے ہم خیال علماء کے نزدیک بیشک جھت ہیں، اور ایسی مرسل حدیث تو علماء شوافع کے نزدیک بھی جھت ہے بشرطیکہ دوسری اسانید سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور موٹا کی ہر حدیث کے متابعات و شواہد موجود ہیں، اس لئے موٹا مطلقاً صحیح ہے، بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت الشیعیہ فرماتے ہیں کہ تمام وہ کتابیں جو سنن کے باب میں تصنیف کی گئی ہیں جیسے سنن ابو داؤد ونسانی یا ان کا فقه سے تعلق ہے جیسے صحیح بخاری جامع ترمذی یہ سب موٹا مالک کے مختصر جات ہیں جو اس کے ارد گرد گھومتی ہیں، اور سب کا مطبع نظم موٹا کی مرسل روایت کا اتصال اور موقف کا مرفوع اور ماقات کا استدراک و متابعات و شواہد ک ذکر ہے اور اس حقیقت کو وہ ہی جان سکتا ہے، جس کی اس کتاب پر گھری نظر ہے۔

اسی لئے حافظ مثلاطائی نے موطا و بخاری دلوں کو ایک ہی درجہ پر رکھا ہے ذمہتے ہیں: ”موطا و بخاری میں اس باب میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں تو بخاری میں بھی ہیں، چنانچہ تعلیقات اور ایسی بہت سی چیزیں اس میں بھی پائی جاتی ہیں۔“ اس گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ صحت کے لحاظ سے ان دونوں کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو موطا کو بعض وجوہ سے صحیحین پر بھی ترجیح حاصل ہے۔

(۱) امام مالک تبع تابعی ہیں، اس لئے موطا کی روایات میں تین چار واسطوں سے زیادہ نہیں ہے، صحیح بخاری کو اگر یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں باقیس ۲۶ شلائیات ہیں تو یہاں موطا کی بنیاد ہی شلائیات پر ہے، بلکہ اس میں چالیس شنائیات ہیں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام مالک کے درمیان صرف دو واسطے ہیں۔

(۲) امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ضروری ہے کہ راوی جس روایت کو بیان کرے اس کا وہ حافظ ہو، لیکن امام بخاری وسلم کے نزدیک یہ مشرط نہیں۔<sup>۲۴</sup> اماں مالک کی مقبولیت دیکھا ہے، اور گزر جیکا ہے کہ امام صاحبؑ نے فقہاء مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے داود تحسین دی اور بعد کے علماء کے نزدیک انتہائی مقبول رہی ہے علامہ ندوی شرح مسلم کے مقدمہ میں لپٹنے استاد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ایک کتاب مجھ کو ایسی ملی جو ان تمام کتابوں (بخاری، سلم و ترمذی وغیرہ) سے بہتر ہے اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں، اور وہ موطا ہے، جس کے مصنف کا نام مالک بن انس

ہے، جو نام محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں؟<sup>۱۰۴</sup>

علام زرقانی شارح مؤطاف ماتے ہیں کہ امام مالک نے جب اس کتاب کو تصنیف کیا تو دوسرے علماء نے بھی اسی طرز سے احادیث کے مجموعے تیار کئے، لوگوں نے امام مالک سے جا کر بیان دیا کہ صرف اخلاص و حسن نیت کو بقلہ ہے، یہ پیشیں گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی، مؤٹالا مالک کے سوا اور کوئی مؤطاف دنیا میں باقی نہیں رہی۔<sup>۱۰۵</sup>

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک کی حیات ہی میں یہ کتاب پوری دنیا اسلام میں مشہور ہو گئی تھی، جتنا زمانہ گزرتا گیا اس کی شہرت میں اضافہ ہوتا رہا اور لوگوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی، اس مقدس کتاب کی تنہای خصوصیت ہے کہ سلاطین زمانہ ہمہ دی، ہادی، رشید، مامون اور امین جیسے مشاہیر خلفاء راسلام نے عراق سے جہاز تک بادی پہنچائی کی۔<sup>۱۰۶</sup>

روايات کی تعداد ابتداء، مؤطاف میں دس ہزار حدیثیں تھیں، مگر امام صاحب نے سب کو قلم زد کر دیا، اب ۲۵۷۱ باقی ہیں، جس میں مسند و مرفوع ۴۰۰ اور مرسل ۲۲۲ موقوف ۱۳۴ تابعیں کے اقوال و فتاوے ۲۸۵ ہیں۔

مؤطاف کے مراحل و بلاغات امام مالک کے مراحل و بلاغات بہت ہی اہم سمجھے جاتے ہیں، علامہ بن عبد البر مالکی نے اس موضوع پر متقل ایک کتاب لکھی ہے، جس میں مؤطاف کی مرسل ہنچھے اور عضل روایات کا تصال بیان کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں جہاں کہیں بلغی یا عن الشقة عندي آیا ہے اور اسکی سند نہیں بیان کی گئی مقامات ہیں، ان سب روایات کو امام مالک کے علاوہ

لہ مقدمہ شرح مسلم لہ مقدمہ اوجز صفت لہ الخط ص ۵۵ لہ او جز خ ۱۰۷

وسرے حضرات نے منڈا بیان کیا ہے، البته چارا حدیث ایسی ہیں جن کی اسناد معلوم نہ ہو سکیں، وہ یہ ہیں :-

(۱) اف لَا أنسٌ وَلَكِنْ أنسٌ لَا أَنْسَ (۲) إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى اعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ كَأَنَّهُ تَقَاصِرًا عَمَّا رَأَى فَاعْطَى لِي لِيَلَةً لَقَدْ رَأَى (۳) قَوْلَ مَعَاذُ أَخْرَمًا وَصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا (۴)

إِذَا انشَأَتْ بُجُورِيَّةً شَمَّ تَشَاءَ مَتَ قَتْلُكَ عَيْنَ غَدِيقَةً -

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ منڈداری کی تصنیف ہی موطا کی احادیث کے بیان اسناد کے لئے ہوئی ہے۔

موطا میں غیر مدینی شیوخ کی روایات شاذ و نادر ہی ہیں، حضرت علیؑ، حضرت ابن مسعودؓ کی بلاغات کو امام مالک نے عبد اللہ بن ادی بن حیان سے سنائے۔

موطا کی خصوصیات | اب ہم محضراً موطا کی خصوصیات اور بعض خاص اصطلاحات کی جانب اشارہ کریں گے۔

۱۔ امام مالک فرماتے ہیں: "السنة التي لا اختلاف فيها عندنا كذلك اوكذا" (يعني وہ سنت کہ جس کے بارے میں ہمارے یہاں کوئی اختلاف نہیں) یا ان سائل کے بارے میں فرماتے ہیں، جن میں اہل مدینہ کا اتفاق ہوتا ہے۔

۲۔ اگر اہل شہر میں اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور راجح قول کو اختیار کرتے تھے خواہ یہ قوت کثرت قائمین سے حاصل ہوتی ہو یا کسی قیاسی قوی کی موافقت سے یا کتابی

عہ لیکن شیخ ابن الصلاح نے ان کی اسناد بیان کی ہے (السنة ومکانتها ص ۲۸۹)

لئے مقدمہ اوجز ص ۲۷۷ لئے مقدمہ مستوفی ص ۲۷۷

سنۃ کی تحریج سے اسی قسم کے سائل میں امام مالک یوں فرمایا کرتے ہیں کہ: "هذا  
احسن ماسمعت" (جو کچھ میں نے سنائے ہے اس میں یہ بہتر ہے)۔

۳۔ باب کے تحت ان مسائل فقہیہ کو بیان کرتے ہیں کہ جو اس سے مناسب نہ  
رکھتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے اجتہادات کو بھی نقل کر دیتے ہیں۔

۴۔ امام مالک کے نام نہ بہت سے حدیث کے مجموعے تھے، جب اس  
میں سے کسی روایت کا انتخاب فرماتے ہیں تو اس کو بلغتی کے صیغہ سے بیان  
کرتے ہیں۔

۵۔ امام مالک جب عن الثقة عن بکیر بن عبد الله الا شجم کہتے ہیں تو قافی  
ابن عبدالبر کی تحقیق میں اس ثقہ سے مراد مخرمہ بن بکیر ہیں، حافظ ابن حجر کا بھی یہی خیال  
ہے، البتہ امام نسائی کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد عمر و بن حارث کو لیا جائے۔  
۶۔ کبھی فرماتے ہیں اخبری من لا اتهم من اهل العلم تو یہاں

مراد علیث بن سعد ہیں۔

۷۔ جب عن الثقة عن عمرو بن شعیب کہتے ہیں تو ثقہ سے مراد ابن عبدالبر ایک  
کے نزدیک عبداللہ بن وہب ہیں اور حافظ ابن حجر کی تحقیق میں عمرو بن حارث یا عبداللہ  
ابن لہیعتان دونوں میں سے کسی ایک کو مراد لیا ہے۔

۸۔ اور جب عن الثقة عن ابن عمر فرماتے ہیں تو یہاں ثقہ سے لئکی مراد نافع ہیں۔  
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب بستان  
مؤطرا کے رواہ | المحدثین میں فرماتے ہیں کہ: "امام مالک سے تقریباً ایک ہزار ادبیوں

لہ الانفاس وجہ اندر بالغله مقدم مصطفیٰ صد

نے روایت کی ہے؟ اس کثرت تعداد و اختلاف اوقات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کی کتاب میں کمی و زیادتی، تقدیر و تاخیر کا ہونا لازمی ہے، حافظ صلاح الدین علائی الحنفی ہیں کہ موطاً کو امام مالک سے بکثرت لوگوں نے روایت کیا ہے، اس لئے ان کی روایات میں تقدیر و تاخیر کی و زیادتی موجود ہے۔ جب کہ امام موصوف برابر انتساب و تہذیب کرتے رہتے تھے۔

<sup>۱۶</sup> چنانچہ موطاً امام صاحب سے تیس طریقوں سے مردی ہے جن میں مشہور رسول نسخے ہیں اور ان میں بھی چار زیادہ اہم ہیں یعنی الحبی بن عبد الجبیر، ابو مصعب اور ابن دہب کے نسخے۔

ا۔ لیکن سب سے مشہور و متداول الحبی بن الحبی مصموڈی اندرس المتفق علیہ کا نزول ہے، انہیں کے نسخے کی شرح علامہ سیوطی، زرقانی اور براجی اور حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھی ہے، یہ برابر کے مشہور قبیلے مصموڈہ کی طرف منسوب ہو کر مصموڈی کہلاتے ہیں، ان کے دادا (جنہوں نے اندرس کو اپنا وطن بنایا) پہلے مشرف بر اسلام ہوئے قرطباً میں امام مالک کے شاگرد زیاد بن عبد الرحمن موطاً کا درس دیتے تھے، الحبی بن پہلے انہیں سے پوری موطاً کا سماع حاصل کیا، مگر شوق علم انہیں ۲۸ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ لا یا جہاں انہوں نے امام مالک سے موطاً پڑھی، الحبی موطاً کی قرأت کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ امام دارالحجرة کا استقال ہو گیا، اس لئے الحبی بن نسخے میں تمام احادیث حدثتائے شروع ہوتی ہیں لیکن باب خروج المعتکف الى العید باب قضاء الاعتكاف بباب النکاح فی الاعتكاف۔ میں حدثنا زیاد عن مالک ہے یعنی زیاد کا واسطہ

اے مقدمہ اوجز ص ۲۳۳ ۴۰۰ میں ایضاً

زیادہ ہے۔

ان کے نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ امام صاحبؒ سے آخری زندگی میں سماع حاصل کیا بلکہ تجھیز و تدفین میں شریک رہے، مگر بھی بھی کی علمی پیاس بھی تھی، اس لئے انہوں نے اندرس سے مدینہ منورہ کا پھر سفر کیا اور اس سفر میں امام مالکؓ کے خاص شاگرد ابن القاسم سے استفادہ کیا، امام مالکؓ بھی بھی کی بڑی عزت کرتے تھے، ہاتھی کا مشہور واقعہ انہی کا ہے، اندرس میں حکومت ان کا خاص احترام کرتی تھی، موطاکی بلا دمغیر میں شہرت کا خصوصی سبب ان کا وجود ہے، چار مسلوں کے علاوہ ہربات میں امام مالکؓ کے مقلد تھے، ۵۲ھ میں پیدا ہوئے، ۸۲ سال کی عمر ملپنی ۷۳۴ھ میں انتقال ہوا۔<sup>ل</sup>

۲ — دوسرا مشہور نسخہ امام محمد بن حسن ثیبیانی (المتومنی ۸۹ھ) کا ہے جس طرح بھی کے نسخے کو بہت سی خصوصیات حاصل ہیں اسی طرح اس نسخے کو بھی ہیں، بلکہ بہت سی وجہ سے ترجیح بھی دی جاسکتی ہے، کیونکہ امام محمد بن حسن سال امام مالکؓ کی خدمت میں رہے جس کی تفصیل کے ساتھ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح التعلیق المحمدی کے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔

چونکہ امام محمدؓ نے اپنی موطاں میں بہت سے آثار و روایات اور مسائل کو امام مالکؓ کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے، اس لئے مجازاً اس کا انتساب امام محمدؓ کی طرف ہونے لگا۔

اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفات صحابہؓ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد

لے مقدمہ التعلیق المحمدی

۱۸۵ اے ہے، جس میں ۵۰۰ تو امام مالک سے اور ۵۷ دوسرے طبق سے جن میں ۳۴ تو  
امام ابو حنیفہ سے اور ۴۳ قاضی ابو یوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مردی ہیں۔  
مؤٹا کے دیگر نسخوں سے تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اوجز المساک  
واعتقاد المحمد— اور بیان المحدثین۔!

### شرح و تعلیقات

مؤٹا کی مقبولیت وہر دل عزمی کا یہ عالم ہے کہ  
اس کو شارحین و معلقین و محسین کی ایک بڑی جماعت

باتھائی ہے، علامہ ابن فرحون فرماتے ہیں کہ جن علماء نے اس کی حدیث و رجال پر اعتنا  
کیا اور اس میں تصنیف کی ہے ان کی تعداد بہت بڑی ہے اس میں علماء مالکیہ کے چلاو  
و دوسرے حضرات بھی ہیں، قاضی عیاض نے اپنی معلومات کے مطابق انکی تعداد ۹۹  
بتائی ہے، ان کے بعد بھی اس میں ہر زمانہ میں اضافہ ہی ہوا ہے، ہمیں ان کا تفصیلی  
تعارف مقصود نہیں ہے، اس کیلئے ملاحظہ ہو اوجز المساک کا مقدمہ، البتہ سرسری  
طور پر ہم چند شروح و تعلیقات کا ذکر کر رہے ہیں۔

(۱) — المنشق: ابوالولید الباقي (المتوفی ۲۷۲ھ) کی شرح ہے، جوطبع ہو چکی ہے۔

صاحب کشف الغطیون فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبد البر کی شرح التهیید کا اختصار ہے۔

(۲) — کتاب التهیید لما في المؤٹا من المعاف والاسانید

(حافظ ابن عبد البر المالکی (المتوفی ۲۶۶ھ))

مؤٹا کے معانی کی تشریع اور اس کے اسانید کی تحقیق، نیز اس کے ضمن میں فقه و  
حدیث کی بے شمار معلومات پر ترتیب رواۃ اور بہ ملاحظہ روف تجھی درج ہیں۔

- (۳) — الاستذکار حافظ ابن عبد البر نے خود ہی اپنی شرح المہید کا اختصار کیا ہے، مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
- (۴) — المقیس فی شرح مؤطمالک بن انس یہ قاضی ابویکر ابن العربی (المتوفی ۵۷۲ھ) کی شرح ہے۔
- (۵) — کشف المغطا عن الموعظا - للحافظ جلال الدین السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) کی شرح ہے۔
- (۶) — تنویر الحوالک للسیوطی کشف المغطا کا اختصار ہے۔
- (۷) — تحرید احادیث مؤطمالسیوطی - شرح -
- (۸) — اسعاف المؤططا برجال المؤططا -
- (۹) — شرح زرقانی محمد بن عبد الباقی زرقانی الکلی (المتوفی ۴۲۲ھ) یہ نفیس شرح پھپ کر مشہور و متداول ہو چکی ہے اکثر حصہ فتح الباری سے مانوذہ ہے، مصنف نے ۴۵۰ھ میں شروع کر کے ۱۰ ذی الحجه ۴۲۲ھ کو مکمل کیا ہے۔
- (۱۰) — المصقی - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۶۷۴ھ)
- (۱۱) — المسٹوی - مصنفی فارسی میں مؤططا کی تحلیق ہے اور مسٹوی عربی میں اسی کا اختصار ہے!
- (۱۲) — شرح مؤططا - الفتح الرحماني - از شیخ بیری زاده حنفی جن کا پورا نام ابو محمد ابراہیم بن حسین ہے، انہوں نے ۴۹۲ھ میں وفات پائی۔ اکثر علامہ عینی کی شرح سے انہوں نے استفادہ کیا ہے، مدینہ طیبہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
- (۱۳) — الملحق سلام اللہ حنفی (متوفی ۶۲۹ھ) جو حضرت عبد الحق محدث دہلوی

کی اولاد میں سے ہیں، اس کا آخری حصہ منظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔  
 (۱۲) — التعليق الممجد على مؤطاطا محدث۔ مولانا عبدالحمیڈ لکھنوی

(متوفی ۱۳۰۶ھ) کی شرح ہے۔

(۱۵) — اوجز المسالک الی مؤطاطا مالک: حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدیم شرح ہے، جو چھٹیں جدید پر مشتمل ہے، متقیدین کی شروع  
 کا خلاصہ ہے ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب عبرت کتب سے نقل کیا گیا ہے، حل لغات و حل  
 مطالب اور مشکل مقامات کی پوری وضاحت کی گئی ہے بعض جلیل القدر علمائے مالکیہ نے  
 اس کی جلالت کا اعتراف کیا ہے کاس سے زیادہ ہیں اپنے مسلک کی تحقیق معلوم نہیں،  
 مذہب حنفیہ کی توجیہ کے بعد مختصر دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں، آغاز کتاب میں ایک نہایتی  
 بسوطاً مقدمہ ہے جواب ندوۃ العلماء سے عربی ملائی پر کبھی طبع ہو چکا ہے جس میں فن  
 حدیث اور خصوصاً مؤطاطا مالک کا تفصیلی تعارف کرایا گیا ہے، اس مضمون میں اس سے  
 پڑی طرح استفادہ کیا گیا ہے، اور اب یہ قلمبر سے عربی ملائی پر طبع ہو رہی ہے۔  
 اس کے علاوہ مفتی محمد شفیع صاحب کا حاشیہ اور مولانا اشفاع الرحمن کی تعلیق  
 بھی مشہور ہے!



# امام شافعیؓ

نام و نسب ابتدائی حالات | نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ، لقب ناصر الشیعه  
شافعی ان کے جدا اعلیٰ شافع کی طرف نسبت  
 ہے، سلسلہ نسب یہ ہے، محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبد القریشی  
 الہاشمی المطابقی، ساتوں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 مل جاتا ہے۔

آپ بمقام غزوہ رجب شہادت میں پیدا ہوئے، امام شافعی کی پیدائش اسی دن  
 کی ہے، جس دن امام ابوحنینہؓ کا انتقال ہوا، صحیح قول کے مطابق آپ کی والدہ قبیلۃ ازد  
 عہ جانے پیدائش میں اختلاف ہے عقلان کو بھی بتایا گیا مگر واقع یہ ہے کہچونکہ مقام غزوہ عقلان سے  
 شین فرنخ پر واقع ہے، غزوہ قریہ ہے اور عقلان اس کا شہر اس لئے مجاز اُ عقلان کو بھی بتایا گیا، ایک روایت  
 یہ بھی امام شافعی سے نقل کی گئی کہ میری پیدائش میں کی ہے، علامہ ذہبی نے اس کی تردید کی اور حافظ  
 ابن حجر نے وہم راوی قرار دیا، صحیح یہ ہے کہ میری نشوونما میں میں ہوئی (توالی التاسیس ص ۲۹)

تھیں جو کین کا ایک ممتاز و مشہور قبیلہ ہے، جب امام شافعیؒ کی عمر دو سال کی ہوئی تو ان کی والدہ ان کو حجاز لے گئیں اور وہاں سے اپنے قبیلہ میں سکن منتقل ہو گئیں، یمن میں امام شافعی نے اپنی عمر کے دس سال گزارے، اب ان کی والدہ کو بنی شرافت کے ضائعت ہونے کا زدیشہ ہوا اس لئے وہاں سے انہیں لے کر مکہ مظہر گئیں، وہیں انہوں نے نشوونما پائی، امام شافعی کی پیدائش ایک غریب گھرانے میں ہوئی، باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ذکاوت و ذہانت سے نوازا تھا، سات سال کی حمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے، حفظ قرآن کے بعد حفظ حدیث پر متوجہ ہوئے، جب عمر شریف دس سال پہنچی تو موطا مالک یاد کر لیا تھا، اور پندرہ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زنجی کی اجازت سے فتوے دینے لگے، امام صاحب نے قبیلہ بہلی میں رہ کر ان کے اشعار میں اتنا کمال پیدا کر لیا تھا کہ عامی جیسا شاعر بیگانہ روزگار جو ادب و لغت میں امامت کا درجہ رکھتا ہے، امام صاحب سے اپنے اشعار کی تصحیح کر آتا تھا۔

طلب علم امام شافعی کو اگرچہ علم کا شوق ابتداء سے تھا مگر باقاعدہ طلب علم کا آغاز تھا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ عہد صحابہؓ میں یہاں علم کم تھا، پھر صحابہؓ کے دو اخیر میں آس کی کثرت ہوئی، اسی طرح عہد تابعین و تبع تابعین میں بڑے بڑے فقہار و محدثین ہوئے اس کے بعد حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”مُرْفَى إِشْنَاءِ الْمَأْكَةِ الْثَالِثَةِ تَاقْصُ عِلْمَ الْخَرْمَيْنِ وَكَثُرَ بِغِيرِهِمَا“ پھر تیسری صدی میں حرمیں کا علم کم ہو گیا، اور دوسری جگہوں پر کثرت اور طبقات اثافتیۃ الکبری جلد اصنف، البدایہ والنہایہ جلد اصنف ۲۵۰ ووفیات الاعیان جلد ۲۳

طبع جدید متن ۲ سہ حسن المعاشرہ ص ۲۴۷ ٹہہ وفیات الاعیان

ہوئی۔

در اصل وہاں کی علمی رونق حضرت عبد اللہ بن عباس کے تلامذہ سے تھی، بہر کیف امام شافعی سب سے پہلے مسلم بن خالد زنجی مفتی کمکی مجلس درس میں شریک ہونے لگے، اور ان سے مسلسل تین سال استفادہ کیا جب عمر تیرہ سال کی ہوئی تو مدینہ طیبہ امام دارالجہة مالک بن انس کے آتا نے پر حاضر ہوئے، امام مالک نے فرمایا کہ تمہارے قلب میں ایک نور ہے، معاصری سے اسے ضائع نہ کرنا، تم تقوے کو اپنا شعار بنانا، ایک دن آئے گا کہ تم بڑے شخص ہو گئے ہو امام مالک کے سامنے موظاکی قرأت زبانی کی، امام موصوف کو اس پر تعجب ہو گئے۔ امام شافعی صرف آٹھ ماہ امام مالک کی خدمت میں رہے، اس کے بعد مدینہ منورہ سے واپس کرہ مخطوب آگئے اور وہاں کے شیوخ بالخصوص محدث شہیر سفیان بن عبیدیہ سے استفادہ کرتے رہے۔

امام شافعی پر دو ابتلاء اس کے بعد امام شافعی کو فکر معاش دامنگیر ہوئے، اتفاقاً مکہ معظمہ میں والی بیکن آیا، اس سے بعض عائد ہریش نے سفارش کی کہ شافعی میں ایسی الہیت موجود ہے کہ انہیں کوئی سرکاری خدمت پر دیکھی جائے، چنانچہ بحران کے عامل بتا دیئے گئے، مگر والی بیکن بہت سفاک و ظالم تھا، امام صاحب اس کو ظلم و زیادتی و بے انصافی کرنے سے روکتے تھے، اس لئے والی بیکن نے ناراض ہو کر ہارون رشید کو خط لکھا کہ شافعی علوی سادات کے سانحہ ہیں، جس سے بڑا اندریثہ ہے، جب یہ خط ہارون رشید کو ملا تو وہ آپ سے باہر ہو گیا، اور والی بیکن کو خط لکھ دیا کہ شافعی اور تمام ان کے ساتھیوں کو فوراً دارالخلافہ بیچج دو، چنانچہ حکم تعییل کی گئی، اور امام

لہ وفیات الاعیان لہ توالی اتسیں سلطہ تائبۃ النظیب ص ۲۷۴

شافعیؑ کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں بیچج دیا گیا، خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، وہاں قاضی امام محمدؐ موجود تھے جب انہیں معلوم ہوا تو وہ بھی دربار خلافت میں بیچج گئے، چنانچہ امام محمدؐ کی سفارش پر امام شافعیؑ کی رہائی ہوئی، یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے، جب امام حسنؑ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔

امام محمدؐ کے حلقة میں شافعیؑ کی شرکت امام شافعیؑ ہارون رشید کی تلوار سے بجات پا کر امام محمدؐ کے زیر سایہ آگئے، یہاں آنے سے پہلے امام محمدؐ کے مرتبہ اجتہاد و تفقہ سے پورے طور پر واقف ہو چکے تھے، کیونکہ امام محمدؐ فقہ عراق کے حامل دنا شرکت، یہیں سے شافعی کی زندگی نے پیٹا کھایا اور از سر نو تخلیل علم میں مشغول ہوئے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ شافعی نے فقہ عراق کو بکمال حاصل کیا اور امام محمدؐ کی خدمت میں تین سال سے زائد رہے، بالآخر فقہ کے بانی موسس قرار پائے۔

امام شافعیؑ نے امام محمدؐ کی بارگاہ فیض سے جو کچھ حاصل کیا تھا، اس پر تازندگی نہ نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ امام محمدؐ سے پڑھا، سن، نقل کیا اور لیا وہ پاہشتر کے برابر ہے۔

امام محمدؐ کی امام شافعیؑ کا بہت خیال فرماتے تھے، ابو الحسن زیادی بیان کرتے

۷۶- ۷۷ تھے حیات الشافعی ایابوزہرہ ص۲۲

عہ امام ابو یوسف سے ملاقات نہ ہو سکی تھی کیونکہ امام موصوف کا تاریخ میں انتقال ہو چکا تھا، امام ابو یوسف و امام محمدؐ پر محدث بہیقی وغیرہ نے جو اذامت عائد کئے ہیں حافظ ابن حجر نے تو ای اسکی پڑا اور علامہ کوثری نے بلوغ الاماقي ص۲۵ تا ص۲۶ پر تردید کی ہے۔

ہیں کہ: ”میں نے دیکھا کہ جو برتاؤ امام محمد صاحب کا شافعی“ کے ساتھ ہے وہ کسی اور اہل علم کے ساتھ نہیں ہے۔<sup>لہ</sup>

**رحلت علمی** | بغداد سے امام شافعیؒ کے معلمہ واپس آئے، اور حرم میں بیٹھ کر درس رحلت علمی تدریس کا سلسلہ شروع کیا، اسی زمانے میں احمد بن حنبلؓ ان سے طے، یہ وہ زمانہ تھا کہ شافعیؒ فقہ جدید کے بانی کی حیثیت سے نامیاں ہو رہے تھے، اس مرتبہ تو قریبًاً نو سال مکہ مظہر میں قیام رہا، لیکن اس عرصہ میں انہوں نے اجتہاد و انتباط کے جو اصول وضع کئے تھے، اور جو خوابط تیار کئے تھے، ضروری تھا کہ وہ جمہور فقہاً کے سامنے پیش کریں، عراق اس وقت اہل الرأیؑ اور اہل الحدیث کا مرکز تھا، اسلئے دوسری مرتبہ ۱۹۵ھ میں بغداد پہنچے، اب وہ اس طرح آئے کہ فقہاً کی رہبری کے لئے ایک راستہ پیدا کر لیا تھا، اس لئے علماء و طالبان فقہ و حدیث سمجھی ان کے گرد جمع ہو گئے، یہیں پڑاپنی مشہور کتاب الرسالۃ تصنیف کی اس دوسرے سفر میں دو سال بغداد میں قیام رہا، پھر ۱۹۶ھ میں تیسرا بار بغداد آئے، لیکن اس مرتبہ صرف ایک ماہ کے بعد ہی مصر کا عزم کر لیا اور ۱۹۷ھ میں مصر پہنچ گئے۔

**امام شافعیؒ کا مصر میں قیام** | اب لام صاحب کی فکر کی نمکمل ہو چکی تھی مہر پہنچ کر انہوں نے اپنے آراء و افکار پر نظر ثانی کی اور بیعنی سے رجوع کیا اور جنہیں نئے آراء کو قائم کیا، قول جدید سے مراد ہیں کا قول ہے، اور قول قدیم یہاں سے پیشتر کا قول ہے، چنانچہ امام شافعیؒ نے خود فرمایا ”میں اپنی بغدادی تصنیفات کی روایت کی اجازت نہیں دیتا۔“

سلہ تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۷۶ شہ اشافعی

علامہ نووی فرماتے ہیں: ان قولہ القديم مرجوع عنہ فلا یصح نسبة  
الیہ یعنی امام شافعی نے اپنے قول قدیم سے رجوع کر لیا ہے اس لئے ان کی طرف اس کا  
استساب صحیح نہیں ہے۔

**وفات** رجب ۲۳ھ میں اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک جماعت پھوڑ کر امام حبب  
چون سال کی عمر میں اس دارفانی سے رخصت ہوئے، مصر میں مزار ہے۔  
**شیوخ و تلامذہ** صدر الاممہ مکی نے امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد اتنی تباہ  
ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے حدود سفر میں حسب  
ذیل مقامات کے نام لئے ہیں، مدینہ، بیہن، عراق اور مصر، اس لئے ان کے شیوخ کا  
صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، البته سفیان بن عینیہ، مسلم بن خالد زنجی، امام ماکت  
امام محمد، ابن ذسب غیرہ زیادہ مشہور ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوتا ہی التاسیس،  
درسہ عبداللہ بن عباسؓ جس کا سلسلہ مکہ معموظہ میں قائم تھا، امام شافعیؒ نے اس سے  
پڑی طرح استفادہ کیا۔

تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے، ان میں ایک وہ جماعت ہے جس نے بغداد یا مکہ  
معظمہ میں ان سے استفادہ کیا، جیسے ابوالولید موسیٰ بن جارود، ابوعلی الزعفرانی، امام احمد  
و الحنفی بن راہویہ وغیرہ ہیں، ایک وہ جماعت ہے، جو ان سے مصر میں مستفید ہوئی، جیسے  
امام مزینی بیح المرادی، بولطی، حرطہ اور یونس بن عبد اللہ بن علی وغیرہ ہیں، یہ حضرات امام شافعیؒ  
کے مذهب جدید کے راوی ہیں، اور ان لوگوں نے امام شافعیؒ کے بعد ان کے علوم کو  
منصب و درون کیا۔

۱۔ شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۸۹ ۲۔ مناقب الامام اعظم از صدر الامم ص ۱۴۵ ۳۔ الشافعی۔

**تصنیفات** امام شافعی کی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے، ملا علی قاری نے ان کی تعداد ۱۲۳ ابتدائی لی ہے، جس میں الرسالہ اور کتاب الام اور سنن شافعی زیادہ مشہور ہیں۔

**مسند شافعی** خود امام شافعی کی تصنیف کردہ نہیں ہے، بلکہ کتاب الام وغیرہ مسند شافعی اکتب شافعی سے احادیث کا انتخاب ہے اس اہم کام کو ابو جعفر (ع) ابن مطر نیشاپوری نے انجام دیا ہے، پھونکا نہیں نے ابوالعباس اصم (جو بیک واسطہ شافعی کے شاگرد ہیں) کے حکم سے انتخاب کیا تھا، اس لئے مؤلف کی حیثیت سے ابوالعباس ہی مشہور ہیں، بعض علماء کا خیال ہے کہ انہیں کا انتخاب ہے، ابو جعفر صرف کاتب تھے۔ بہر حال مسند شافعی نہ مسانید کی ترتیب پر ہے، اور نہ ابواب پر، بلکہ کیف ماتفاق انتخاب ہے، اس لئے بکثرت تکرار ہے۔

مسند شافعی کی روایات تکرار کے ساتھ ۱۹۰۰ ہیں، اور مکرات کو حذف کر کے ان کی تعداد ۸۲۰ حدیث مسند و مرفوع، اور ۱۲۰ امرسل و معضل روایات ہیں۔

صاحب کشف الظنون بیان کرتے ہیں کہ ابن عبد اللہ علم الدین جاوی نے اس تو مرتب کیا ہے، ابن الاشیر الجزری (م ۴۷۰ھ) نے اس کی شرح لکھی ہے، اس کا نام رکھا ہے "کتاب الشافعی العینی فی شرح مسند الشافعی" ۵ جلدیں میں ہے، شیخ زین الدین جلبی نے اس کا انتخاب کیا ہے، اس کا نام ہے "المختوب المرضی فی مسند الشافعی"، عالیہ رافقی (م ۴۷۴ھ) نے دو جلدیں میں اس کی شرح لکھی ہے علامہ سیوطی (م ۶۹۱ھ) نے شرح ہے "الشافعی العینی علی مسند الشافعی" یہ لکھے

سلہ ایڈ العلوم سہ بستان ص ۲۰ و تدریس ص ۲۵ سہ حاشیہ تدریس الادی ص ۱۱۷ مقدمہ تختہ الاحوزہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## امام شافعی و علم حدیث

اوپر گزر چکا ہے کہ امام شافعی نے اپنے دور کے تمام حدیث کی تدوین ہو چکی تھی، فقہ حنفی و فقہ المالکی ان احادیث و آثار کی روشنی میں مدون ہمکل ہو چکی تھی، جن پر صحابہ و تابعین کا تعامل تھا، اب تک عام طور پر مصنفوں اپنی کتابوں میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی درج کرتے تھے، مگر امام شافعی کے دور میں یہ طرز بدل گیا اب تک علماء مسند و مرسل دونوں سے استدلال کرتے تھے، مگر اس عہد میں اس سے اختلاف کیا گیا، امام محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں: "ان التابعين اجمعوا باسرهم على قبول المرسل ولم يأت عنهم انكاره ولا عن أحد من الأئمة بعدهم إلى رأس مائين" یعنی تابعین سالئے کے ساتھ مرسل کے قبول کرنے پر متفق تھے، نہ توان سے اور نہ ان کے بعد کسی امام سے نسبت تک اس کا انکار ثابت ہے۔

لیکن امام شافعی نے مرسل حدیث سے استدلال کرنے کے بارے میں اختلاف کیا،<sup>۱</sup> مرسل کا انکار فی الواقع احتیاط کے پیش نظر کیا گیا تھا، مگر جہاں مرسل کے علاوہ کوئی اور مسند روایت نہیں تھی، اپنے پیشیروں علماء سے اختلاف کرنا پڑا۔

امام شافعی کے زمانے میں ہر زاد رنو شتے اور بغیر متناول صیحہ کی تلاش کی گئی، اور ججاز و عراق، شام و مصر اور بلاد اسلامیہ کے افراد و غرباء، شخصی و خاندانی روایات یا کسی غیر مشہور صحابی کی حدیث جن کو ان سے ایک ہی شخص روایات کرتا چلا آیا ہو، یہ سب جمع ہو گئی تھیں، ان مجموعوں میں بعض ایسی روایات سامنے آئیں جن پر صحابہ و تابعین اور سلف کا تعامل نہ تھا، عام اہل فتویٰ ان کے شاذ و متروک العمل ہونے کی وجہ سے

<sup>۱</sup> لہ مینہ الامیع ص ۲۷۲ از حافظ ۲۶ توجیہ النظر ص ۲۷۳

ان کو ناقابل اتدال سمجھتے تھے، امام شافعی نے ان سے اختلاف کیا کیونکہ صحابہ تینوں  
ہر مسئلے میں حدیث تلاش کرتے تھے، جب کوئی روایت نہ ملتی تو دوسرے دلائل کی طرف  
رجوع کرتے، اس لئے امام شافعی نے ایسی تمام روایات کو معمولی بہا قرار دیا میثلاً فقیتین  
کی حدیث اگلے طبق میں شائع نہ تھی مگر اس دور میں اسکی اشاعت ہوئی، اس لئے امام  
شافعی نے اس پر اپنے مذہب کی بنارکھی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”فلہ  
یظہر الحدیث فی عصر سعید بن المسیب ولا فی عصر الزہری ولہ  
یمیش علیہ المالکیۃ ولا الحنفیۃ فلم یعملوا بہ“<sup>۱</sup>

فقیتین کی حدیث نہ سعید بن مسیب کے عہد میں ظاہر ہوئی نہ زہری کے زمان میں  
نہ اس پر مالکیہ چلے اور نہ حنفیہ۔

چنانچہ ان سب لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا، علامہ ابن قیم نے تہذیب السنن  
میں اس حدیث کے شذوذ پر فضیلی سجھت کی ہے، فرماتے ہیں: ”پس یہ سنت عظیم المرتب  
اگر حضرت ابن عمر رضی الله عنہ کے پاس ہوتی تو ان کے اصحاب اور اہل مدینہ سب لوگوں سے زیادہ  
اس کے ناقل ہوتے اور سب سے زیادہ اس کو روایت کرتے، سواس سے بڑھ کر اور  
کیا شذوذ ہو سکتا ہے، اور جب کو اصحاب ابن عمر سے کوئی ایک فرد کبھی اس تحدید کا قائل  
نہیں (یعنی پانی کی تحدید) تو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کے پاس اس کے متعلق کوئی  
سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود نہ تھی اور یہ اس روایت کے شاذ ہونے  
کا بیان ہے۔“<sup>۲</sup>

اسی طرح خیار مجلس کی حدیث پر نہ فقہا رسید نے عمل کیا اور نہ ائمہ معاصرین نے

لے جیز اللہ البالغہ جلد اصل ۱۱۳ ۳ہ تہذیب السنن ابن داؤد ص ۹۵ بر رحاشیہ غایۃ المقصود

پس یہ علت قادر ہے، امام مالک و ابو حنیفہ کے نزدیک، مگر امام شافعی نے اس پر عمل کیا۔  
چونکہ امام شافعی کے دور میں اقوال صحابہ جم' ہو چکے تھے اس لئے جو اقوال و فتاویٰ  
ان روایات کے خلاف تھے انہیں تسلیم کرتے ہوئے صاف کہہ دیا۔ ہم رجہ  
و نحن رجہاں ۱۷

امام شافعی نے جمع روایات تنقید احادیث، اصول روایت اور انتیاز مراتب کے قواعد  
مرتب کئے، انہوں نے اپنی کتاب الام اور الرسالہ وغیرہ میں بکثرت روایات سے استدلال  
کیا ہے جس سے جیت حدیث اور شریعت اسلامیہ میں حدیث کے درجے کا بخوبی اندازہ لگایا  
جا سکتا ہے از عفرانی کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث خوابیدہ تھے، امام شافعی نے بیدار کیا،  
امام محمد نے یہ سند عطا کی "ان تکلم أهل الحديث يوماً فليس ان الشافعى" اگر کسی  
روز اصحاب حدیث کلام کریں گے تو امام شافعی کی زبان میں، امام فرماتے ہیں کوئی ایسا  
محدث نہیں ہے جس نے قلم و دوات کو با تھر لگایا ہو مگر شافعی کا اسکی گردن پر احسان نہ ہو،  
ہمیں محل مفسر و ناسخ و نسخ حدیث کا علم نہیں ہوا یہاں تک کہ ہم امام شافعی کی مجلس میں بیٹھے۔  
امام احمدؓ کی نظر میں امام شافعی دوسری صدی کے مجدد ہیں۔

البته امام شافعی نے کوئی درس حدیث کی باقاعدہ مجلس نہیں قائم کی، کیونکہ وہ  
امام و مجتہد تھے، وہ حدیث پر اصولی حیثیت سے گفتگو کرتے تھے، اور حدیث کو استنباط و  
استخراج مسائل کیلئے تلاش کرتے تھے مگر تاریخ حدیث میں ان کے کارنامے کو نظر انداز  
نہیں کیا جاسکتا۔

۳۶۱  
عہ حافظ ابن القیم نے اعلام الموقعين میں امام شافعی کی طرف اس قول کا انتساب کو غلط بتایا ہے (امام شافعی)  
لِحَجَّةِ الْأَبَانَةِ تَلَهُ ابْنُ فَلَكَانَ جَلَدُ ۲۵ م ۲۹ تَلَهُ تَوَالِي اَتَاسِیْس م ۲۹ وَسَنَ الْمَحَافِرَه ص ۱۶۶

# امام احمد بن حنبلؓ

نام و نسب و ابتدائی حالات

نام ہے احمد بن حنبل شیبانی مروزی کنیت

ابو عبد اللہ، وہ خالص عربی لسان اور قبیلہ

شیبان میں سے تھے، امام احمدؓ کی والدہ مروے بگداد آئیں تو وہ پیٹ میں تھے، اور  
وہیں بیچ الاول ۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے، تین سال کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا  
تھا۔

بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور زبان کی تعلیم حاصل کی، تقویٰ و طہارت، نجابت و  
صلاحیت کے آثار ابتدائی سے نمایاں تھے، انہیں آثار کو دیکھ کر ان کے زمانے کے  
صاحبِ نظر (ہشیم بن حبیل) نے کہا تھا اگر یہ نوجوان زندہ رہا تو اہل زمانہ پر رحمت ہو گا  
بغداد جسے امام صاحب کے مولود مدن ہونے کا شرف حاصل ہے خلافت عما۔

لہ الباریہ والنہایہ جلد اصل ۳۲، تاریخ ابن حلقان جلد اصل ۲۲، تہذیب جلد اصل ۲۲ تاریخ اسلام  
از ذہبی ترجمہ احمد بن حنبل عہ محمد صدیقی کے مشہور پیر سالار شفیعی بن حارثہ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔  
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غیر معمولی حافظہ کا نتیجہ تھا کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں اس وسعت علم اور کثرتِ حفظ کے باوجود امام شافعیؓ کی شخصیت سے متاثر تھے، اور کہتے تھے "مارأت عیناً مثله" انہوں نے امام شافعیؓ سے اجتہاد کے اصول سیکھے اور اس کا ملکہ خذکیا اور بالآخر وہ اس امت کے نامور مجتہدین میں ہوئے، ان کی فقہ ابھی تک عالم اسلام میں زندہ ہے، امام شافعیؓ بھی ان کے بڑے محرتف اور قدردار تھے، بغداد سے جاتے ہوئے انہوں نے فرمایا: "خرجت من بغداد وما خلفت بها التقى ولا افقهه من احمد بن حنبل" میں بغداد پھوڑ کر جا رہوں اس حالت میں کہ وہاں احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متقی ہے نہ کوئی فقیہ، امام احمد کو شافعیؓ سے موطا کا سماع بھی حاصل ہے۔

**مجلس درس** | چالیس سال کی عمر میں غالباً ۲۷ء میں انہوں نے حدیث کا درس دینا شروع کیا، یہ بھی ان کا کمال اتباع سنت تھا کہ انہوں نے عمر کے چالیسویں سال جوں نبوت ہے، علوم نبوت کی اشاعت شروع کی، ابتدا ہی سے ان کے درس میں سامعین و طالبین کا اڑدھام ہوتا تھا، بعض راویوں کا بیان ہے کہ ان کے درس کے سامعین کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوتی تھی جن میں سے پانچ پانچ سو صرف لکھنے والے ہوتے تھے، ان کی مجلس درس بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی۔

**زہد و تقویٰ** | امام صاحبؒ کی زندگی زہد و توکل میں میکائے روزگار تھی، انہوں نے کبھی سلاطین زمانہ اور خلفاء کا عطیہ قبول نہیں فرمایا۔ سامون مغضض، اور واثق کا دروان کیلئے اس حیثیت سے آزمائش کا تھا کہ وہ ان کا نہایت

لے حوالہ مذکور و تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۸۱ والستہ و مکانتہ۔ ۳۴۶ تدریب ص ۲۳۲

سلہ احمد بن حنبل از ابو زہرہ ص ۳۲۲ سلہ حلیۃ الاولیاء جلد ۹ ص ۱۶۵

غیر معمولی حافظہ کا نتیجہ تھا کہ ان کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں اس وسعت علم اور کثرتِ حفظ کے باوجود امام شافعیؓ کی شخصیت سے متاثر تھے، اور کہتے تھے "مارأت عیناً مثله" انہوں نے امام شافعیؓ سے اجتہاد کے اصول سیکھے اور اس کا ملکہ خذکیا اور بالآخر وہ اس امت کے نامور مجتہدین میں ہوئے، ان کی فقہ ابھی تک عالم اسلام میں زندہ ہے، امام شافعیؓ بھی ان کے بڑے محرتف اور قدردار تھے، بغداد سے جاتے ہوئے انہوں نے فرمایا: "خرجت من بغداد وما خلفت بها التقى ولا افقهه من احمد بن حنبل" میں بغداد پھوڑ کر جا رہوں اس حالت میں کہ وہاں احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متقی ہے نہ کوئی فقیہ، امام احمد کو شافعیؓ سے موطا کا سماع بھی حاصل ہے۔

**مجلس درس** | چالیس سال کی عمر میں غالباً ۲۷ء میں انہوں نے حدیث کا درس دینا شروع کیا، یہ بھی ان کا کمال اتباع سنت تھا کہ انہوں نے عمر کے چالیسویں سال جوں نبوت ہے، علوم نبوت کی اشاعت شروع کی، ابتدا ہی سے ان کے درس میں سامعین و طالبین کا اڑدھام ہوتا تھا، بعض راویوں کا بیان ہے کہ ان کے درس کے سامعین کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوتی تھی جن میں سے پانچ پانچ سو صرف لکھنے والے ہوتے تھے، ان کی مجلس درس بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی۔

**زہد و تقویٰ** | امام صاحبؒ کی زندگی زہد و توکل میں میکائے روزگار تھی، انہوں نے کبھی سلاطین زمانہ اور خلفاء کا عطیہ قبول نہیں فرمایا۔ سامون مغضض، اور واثق کا دروان کیلئے اس حیثیت سے آزمائش کا تھا کہ وہ ان کا نہایت

لے حوالہ مذکور و تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۸۱ والستہ و مکانتہ۔ ۳۴۶ تدریب ص ۲۳۲

سلہ احمد بن حنبل از ابو زہرہ ص ۳۲۲ سلہ حلیۃ الاولیاء جلد ۹ ص ۱۶۵

عقیدت منداور قدر داں تھا، چنانچہ امام صاحب نے متوكل کے حکم سے چند روزات کے شکر میں قیام فرمایا، اس عرصہ میں وہ شاہی مہمان تھے، روزانہ پر تکلف کھانا آتا جس کی قیمت کا اندازہ ایک سو بیس<sup>گیارہ</sup> دریم روزانہ تھا، انہوں نے اس کھانے کو کسی روز چکھا لک نہیں وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے، آٹھ روپ تک امام صاحب نے روزہ رکھے، یہاں تک کہ بے انتہا ضعیف ہو گئے، اگر جلدی ان کو رخصت نہ مل جاتی تو زندگی ان کیلئے مشکل تھی۔

**تواضع و مسکنست** | مسئلہ خلق قرآن میں ان کی ثابتت قدمی کی وجہ سے تمام عالم اسلام ان کی شہرت سے محمور تھا اور ہر طرف ان کی تعریف

اور دعا کا غلغلہ تھا، وہ برابر خالق رہتے اور ان کو اپنی طرف سے اطینا نہیں تھا۔ ان کو جو ذاتی کمالات اور اوصاف خدا کی طرف سے عطا کئے گئے، اس کی بنابری کبھی پنی عظمت کا احساس نہیں ہوا، ان کے ساتھی بھی بن معین کہتے ہیں: "ما رأيت مثل احمد بن حنبل صحيحته خمسين سنة ما افتخر علينا بشئ مما كان فيه من الصلاح والخير" میں نے امام احمد جیسا نہیں دیکھا، میں پچاس برس ان کے ساتھ تھا انہوں نے کبھی ہمارے سامنے اپنی صلاح و خیر پر فخر نہیں کیا۔

**شیوخ و تلامذہ** | حافظ ابن جوزی نے ان کے شیوخ کی تعداد تو سے زائد بتائی ہے جیسے قاضی ابو یوسف، ہشیم بن بشیر بن حازم، وکیع، بھی بن سعید، قطان، سفیان بن عیینہ و امام شافعی وغیرہم۔

تلذذ کے متعلق حافظ ذہبی فرماتے ہیں، بخاری و مسلم، ابو داؤد، ابو زرعہ، مطیں و عبد اللہ بن احمد "خلق عظیم" اور ایک بہت بڑی خلقت "خلق عظیم" کے لفظ سے معلوم ہوا

لے اختصار طبقات الحنابلہ ص ۷۰ حلیۃ الاولیاء جلد ۹ ص ۱۸۱

کہ ان کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے، جس میں بڑے بڑے اسماء فن داخل ہیں۔

**وفات کا حال** امام صاحب نے، سال کی عمر بیانی، ۹ روز بیمار رہے، عیادت کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا، سلطان کو اطلاع ہوئی تو ان کے دروازے اور گلی میں پہرہ لگا دیا اور وقارائے تکار متعین کر دیئے گئے کہ حالات کی اطلاع بربار طبق رہے، بجوم دم بدم بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ گلی بند کر دی گئی، لوگ بڑکوں اور مسجدوں میں بھر گئے بازار میں خرید و فروخت مشکل ہو گئی تھی، امام صاحب کے پیشہ اپنے خون آنے لگا تھا، طبیب سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ علم و فکر نے ان کے پیٹ کو بکڑے مکرے کر دیا ہے، جعرات کو طبیعت زیادہ خراب ہو گئی، ان کے شاگرد مردی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو وضو کرایا تو انہوں نے تخلیف ہی کی حالت میں مجھے ہاتھ کی کہ انگلیوں میں خلاں کراؤ، شب جمعہ میں حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ ۱۲ ربیع الاول ۲۳۰ھ کو امام سنت نے انتقال کیا، اس پر سارا شہر امند آیا، کسی کے جنازہ پر خلق تک ایسا ہجوم دیکھنے میں نہ آیا تھا، نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا اندازہ یہ ہے کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔

**امام احمد ابتلاء امتحان میں** جب معتزلہ نے عقیدہ خلق قرآن کو کفر و ایمان کا معیار بنادیا، اتفاقاً مذہب اعتزال کو حکومت وقت کی سرپرستی حاصل ہو گئی تھی، مامون اس مسئلہ کا پروجوس داعی اور مبلغ بن گیا، ۲۴۷ھ میں مامون نے والی بعد اد سحق بن ابراہیم کے نام مفصل فرمان بھیجا جس میں عامہ مسلمین بالخصوص محدثین کی جو اس عقیدہ کو قرآن مجید کی عظمت کے منافی سمجھتے تھے سخت مذکورہ تذکرہ جلد ۵ ص ۲۸۰ تھے طبقات الشافعیہ جلد اہم ۲۰ و تاریخ ابن خلکان جلد اہم ۲۹۰

کی اور حقارت آمیز تنقید کی اور انہیں شرارت قار دیا، اس فرمان کی نقلیں تمام اسلامی صوبوں کو بھی گئیں، اس فرمان کے بعد اسحاق نے فرمان شاہی کی تعییل کی، اور شاہیر علماء کو جمع کر کے ان سے گفتگو کی اور ان کے جوابات کو بادشاہ کے پاس لکھ بھیجا، مامون اس محض کو پڑھ کر سخت براؤ و خته ہوا، ان میں سے دو کے قتل کا حکم دیا اور لکھا کہ بقیہ میں سے جس کو اپنی رائے پر اصرار ہوان کو اس کے پاس بھیج دیا جائے، چنانچہ ان عدماں کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مامون کے پاس روانہ کر دیا گیا جب یہ لوگ مقام رفہ پہنچنے تو مامون کے انتقال کے خبر ملی، مامون نے اپنے جانشین معتصم کو وصیت کی تھی کہ قرآن کے بارے میں اس کے مسلک اور عقیدہ پر قائم رہے، چنانچہ اس نے اس وصیت پر پورا پورا عمل کیا، اب حکومت وقت کے مقابلے کی تہذیب مداری امام احمد بن حنبل کے اور پرستی جو گروہ محدثین کے امام اور سنت و شریعت کے اس وقت ایں تھے، امام حسن کورق سے بغداد لایا گیا اور تین دن تک اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا، ہر طرح ڈڑایا اور ہمکا گی، اس کے بعد امام صاحب کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کو اس انکار و اصرار پر ۲۸ کوڑے لگائے گئے، ایک تازہ دم جلا درخت دُو کوڑے لگاتا پھر دوسرا جلا دبایا جانا، امام احمد ہر کوڑے پر فرماتے: "اعطوف شیئاً من کتاب اللہ و سنته رسوله حتیٰ اقول بہے۔" میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل پیش کرنا کہ میں اس کو مان لوں، امام احمد<sup>ؑ</sup> کو ۲۸ ہفتے قید خانہ میں رکھا گیا اور اس عرصہ میں ان کو ۳۲ کوڑے لگائے گئے۔

عبدالامام احمد<sup>ؑ</sup> کے مجدد کا زمانہ کے تفصیلی مطلع کیلئے ملاحظہ ہو جن مولانا ابو الحسن علی صاحب ظلہ کی کتب تاریخ دعوت و عزیمت "لہ البذری و النہای جلد اول" ۲ و دعوت و عزیمت بحوالہ تاریخ اسلام ایضاً

محمد بن سعیل بخاری کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام احمدؓ کو ایسے کوٹرے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی کو لگتا تو پچھے مار کر بھاگتا، امام احمدؓ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ مسئلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا اور امت اسلامیہ ایک بہت بڑے دینی خطرے سے محفوظ ہو گئی ان کی عالمگیر مقبولیت و محبوبیت اور علمت و امامت کا اصل راز دین کی حفاظت کے لئے اپنے وقت کی سب سے بڑی بادشاہت کا تہذیبا مقابلہ ہے۔

علی بن مدینی جو مشہور محدث اور امام بخاری کے مایہ ناز استاد ہیں جنہوں نے اس فتنہ کی عالم آشوبی دیکھی تھی فرماتے ہیں کہ: ”ان اللہ اعز هذالدین بر جلین لیس لہما ثالث ابو بکر الصدیق یوم الردۃ و احمد بن حبیل یوم المحنۃ و اللہ تعالیٰ نے اس دین کے غلبہ و حفاظت کا کام دشخوضوں سے لیا جن کا تیسرہ ہے نظر نہیں آتا ارتدا و کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں احمد بن حبیلؓ“

**تصنیفات** | کتاب الزہد، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب المنکر الکبیر، کتاب البیان، کتاب الصنیف، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل الصحابہ، مناقب صدیقؓ، حسینؓ، کتاب لالشریۃ، تاریخ تفسیر، مسند، یہ ان کی تصنیفات میں بڑا علمی و تفسینی کارنامہ ہے جس کا ہم آئندہ صفحات میں تفصیلی تعارف پیش کر رہے ہیں۔

**مسانید کی تصنیف کا آغاز** | دوسری صدی تک علماء اپنی کتابوں میں حدیث بنوی کے ساتھ آثار صحابہؓ و تابعین کو درج کرتے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”ذلک علی رأس المأْتَى“ یعنی مسند کی تصنیف

کا آغاز ۲۰۰ھ کے ختم پر ہوا، مگر اس دور میں طریقہ تصنیف بدل گیا، حدیث نبویؐ کو انوار سے علیحدہ کر کے جمع و تالیف کا اہتمام کیا گیا، اور مسانید کی تصنیف کا آغاز ہوا، اور بہت سے ائمہ نے اپنے لپنے ذوق کے مطابق مندرجہ کتابیں لکھیں، حافظ صاحب لکھتے ہیں:

”**نَقْلُ أَمَامٍ مِّنَ الْحَفْاظِ إِلَى وَصْفِهِ حَدِيثٍ عَلَى الْمَسَايِيدِ كَاحْمِدِ بْنِ حَنْبِلِ وَاسْلَحْقِ بْنِ رَاهْوِيْهِ وَعُثْمَانِ بْنِ أَبِي شَيْبَةِ وَغَيْرِهِمْ“** خاطر حدیث میں شاید ہی کوئی امام ہو جس نے مندرجہ کی ترتیب پر اپنی احادیث کو نہ مرتب کیا ہو جیسے احمد بن حنبل، و اسلحق بن راہویہ و عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم۔

### **مسانید والواب کا فرق**

ہر صحابیؐ کی جملہ روایات کو بلا لحاظ مضمون کیک چاہیاں کر دیا جاتا ہے اور الواب میں احادیث کو باب و اوضاعیں کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے، حافظہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حدیث کی تصنیف کے دو طریقے ہیں یا تو فہریتی الواب کی ترتیب پر مرتب کیا جائے جیسے صحاح شیخ یا مسانید کے طریقہ پر تصنیف کی جائے یعنی ہر صحابی کے ترجیح میں اس کی صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات کو جمع کر دیا جائے، مندرجہ کے لکھنے میں کبھی حروف تہجی کا اعتبار کیا جاتا ہے کبھی قبلی پر ترتیب دی جاتی ہے، اور کبھی اسلام میں سبقت کا لحاظ ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں: ”اصل وضع التصنیف للحدیث على الابواب ان يقتصر فيه على ما يصلح للاجتهاد أو لا يستشهد بمخلاف من يتب على المسانيد فان صل وضعه مطلق المجمع“؛ الواب پر حدیث کی تصنیف کا ضابطیہ ہے کہ اس کو صرف ان روایات تک محدود رکھا جائے جو استدلال یا استشهاد کی صلاحیت

---

لے تدریب ص۳ ۳۷۶ لام الداری ص۲۵ بجو التدریب سنه تجیل المنفعۃ ص۳

رکھتی ہوں برخلاف مسانید پر جن لوگوں نے مرتب کیا ہے، ان کا مقصد صرف جمع روایت ہے۔

چونکہ مند میں ہر طرح کی پرائینڈر روایات کو جمع کر دیا جاتا ہے، اس لئے اس میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات موجود ہوتی ہیں، اب اہل فن کا کام ہے کہ وہ اصول تلقید و قواعد روایت پر جا پس پر تنال کر کے ہر روایت پر صحیح رائے قائم کریں، متاخر کیلئے مند سے روایت کی تحریج میں دشواری معلوم ہوتی ہے، مگر علماء سلف جن قوت حافظے کا تذکرہ گزر چکا ہے، انہیں اس میں کوئی زحمت نہیں تھی۔

**مسند احمد کی تالیف** امام احمد رسولؐ سال کی عمر سے علم حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوئے، اسی زمانے سے جمع روایات کی ابت

کر دی تھی، گویا ۱۸۷ھ سے تصنیف کا آغاز کیا، اور اخیر زندگی تک اس میں مشغول رہے، اس کی روایات کو متفق اور اقی میں جمع کرتے رہے، یہاں تک کہ جب زندگی کا وقت قریب ہوا تو اس مسودے کو اسی حالت میں اپنے عزیزوں کو سنایا، آپ برا درزادہ حنبل بن الحنفی بیان کرتے ہیں کہ عالم محترم نے مجھے اور اپنے دونوں صاحجزادوں صالح و عبد اللہ کو جمع کر کے ہمارے سامنے مند کی قرأت کی، ہمارے سوا اور کسی نے آئے اس کتاب کو تہام و مکال نہیں سنائے، پھر ام سے فرمایا کہ میں نے اسے ساری سات لاکھ سے زائد احادیث سے جمع و انتخاب کیا ہے، اپس رسول اللہ ﷺ میں کی جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو تو اس کتاب کی طرف رجوع کرو، اگر وہ لئے احمد بن حنبل از شیخ ابو زہرہ ص ۱۵۹ المنجع لاحمد عہ یہ تعداد متون کی نہیں اسانید و طرق کی ہے۔

اس میں مل گئی توفیقہا ورنہ حجت نہیں ہے، یاد رہے کہ مسند میں کسی حدیث کا موجود ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امام احمد کا اس پر عمل بھی ہے۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ** | امام مددودح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی حدیث مسند میں موجود نہ ہو تو وہ حجت نہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کی ایک بڑی تعداد اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ”قد قيل انه لم يقع له جماعة من الصحابة الذين في الصحيحين قريباً من مائين“ کہا گیا ہے کہ قریباً و متعدد صحابہ کی روایات اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہیں جن سے صحیحین میں حدیثیں منقول ہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام صاحبؑ کا یہ ارشاد غالب حال کے لحاظ سے ہو سکتا ہے جو حضرت شاہ عبدالعزیز تحریر فرماتے ہیں: راقم المعرفة میں گوید مراد ایشان ہمان است کہ بد رجہ تو اتر یا شہرت نہ رسیدہ اند والا احادیث صحیحہ مشہورہ بسیار است کہ در مسند ایشان نہیں راقم المعرفة کہتا ہے کہ امام صاحب کی مراد وہ احادیث ہیں جو تو اتر یا شہرت تک نہ پہنچی ہوں، ورنہ بہت سی احادیث صحیحہ مشہورہ ایسی ہیں جو ان کی مسند میں موجود نہیں۔

**مسند کی ترتیب** | امام احمدؓ اپنی زندگی میں اس کی ترتیب و تبویب نہیں کر سکے تھے حافظ شمس الدین جزری فرماتے ہیں: امام احمد نے مسند کو متفرق اور اقل میں لکھا تھا اور مختلف اجزاء میں پھیلا رکھا تھا، جیسے کہ مسودہ ہوتا ہے، اس کی تفاصیل و تہذیب سے پہلے انتقال ہو گیا، کتاب اسی حال میں رہ گئی۔

لئے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد اصل ۲۷۲ اخصار علوم الحدیث ص ۳۶۸ المصعد ص ۱۱۷ لاحد.

لئے بتان ص ۲۶ ۵۵ مقدمۃ المسند ب تحقیق -

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ: مسند کی موجودہ ترتیب امام صاحبؒ کے صاحبزادے عبداللہ کی ہے، لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں، مذینوں کو شاید یہ میں اور کبھی اس کے بر عکس درج کر دیا گئے، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحبؒ نے اس کو مرتب و مہذب کیا ہوتا تو یہ کام بہت اعلیٰ پہنچانے پر انجام پاتا، اللہ تبارک تعالیٰ سے امید ہے کہ شاید کسی بندے کو اس کا عظیم کی توفیق عطا فرمائے۔

بعد کے بہت سے علماء نے اس کی ترتیب و تبویب کی کوشش کی بعض کا کام مکمل ہوا اور بعض کا ناقص رہ گیا، مگر فوس میں کہ وہ سب کتابیں نایاب ہیں، حافظ ابوالحسن سیمی نے مسند کی ان روایات کو جو صحاح ستہ سے زائد ہیں، منتخب کر کے ابواب پر مرتب کیا ہے، ابوالحسن ابن عبدالماری سندی (۱۳۲۹ھ) نزیل مدینہ منورہ نے اس کی ضخیم شرح لکھی ہے بہت سے علماء مسند کا اختصار بھی کیا ہے۔

موجودہ زمانے میں احمد بن عبدالرحمٰن البنا نے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے ان کی کتاب کا نام ہے "الفتح الربانی" جو چھپ چکی ہے، شیخ احمد شاکر نے بھی اس کی ترتیب و تحقیق کی ہے، جس کی کچھ جلدیں چھپ گئی ہیں، تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔

**تعداد روایات** مسند میں تقریباً سات سو صحابہؓ کی روایات ہیں، روایات کی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے، اور عبداللہ کی زوائد کا شمار کر کے چالیس بتا تعداد بتائی گئی ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مکرات کے ساتھ یہ تعداد مراد ہو۔

**زوائد مسند** شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مسند میں امام صاحبؒ کے صاحبزادے عبدال

لہ بستان ص ۲۶۷ ملہ امام احمد بن حنبل ص ۲۷۵ از شیخ ابوذرہ

نے اضافے بھی کئے ہیں، اسی طرح عبداللہ سے روایت کرنے والے ابو بکر قطیعی نے بھی اضافہ کیا ہے، عبداللہ نے اکثر اضافے امام صاحبؑ سے سنی ہوئی روایات کے کئے ہیں۔ یہ اصل مسند ہے، اپھر دیگر شیوخ کی تعداد کا اضافہ بھی کیا ہے مگر ان کی تعداد کم ہے۔

### مسند میں تحریج روایات کی شرط | صاحب کشف الطنون لکھتے ہیں:

”ذکروا ان احمد بن حنبل شرط فیہ ان لا یخزم  
الاحدیتا صحیحًا“ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امام احمدؓ نے اپنی مسند میں صرف صحیح حدیثوں کی تحریج کو شرط قرار دے رکھا ہے، لیکن امام صاحب نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا کہ میں نے مسند میں حدیث مشہور کا قصد کیا ہے، اور لوگوں کو اللہ کے پردازے کے تحت چھوڑ دیا ہے، اگر میں صرف احادیث صحیح جو میرے پاس ہیں انہیں کو درج کرتا تو مسند میں روایات کی تعداد بہت کم ہوتی، میرے میں! تم حدیث میں میرے طریقے سے واقع ہو کر میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا الایہ کہ باب میں راس سے توی روایت) معارض ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ مسند کی شرط ابو داؤد کی شرط سے قوی ہے جو انہوں نے اپنی سنن میں اختیار کر رکھا ہے، چنانچہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایسے لوگوں سے روایت کی ہے جن سے مسند میں اعراض کیا گیا ہے۔

مسند میں کسی راوی کی روایت درج ہونے کے بعد اگر راوی یا روایت کا غیر معترض ہونا معلوم ہوتا تو اس کو امام صاحبؑ چھانٹ دیتے تھے، تا دم زلیست مسودہ میں حذف ہے۔

لئے طبقات الشافعیہ جلد اسٹ ۲۰۰ ۲۹ ص ۷۶ بستان جلد ۲ ص ۷۳

لئے احمد بن حنبل ص ۱۶۵ ۱۹۸ توجیہ النظر ص ۱۹۵

تریم فرماتے رہے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے مسند کو طبقہ ثانیہ کی کتب کے قریب قریب بتایا ہے، قاضی شوکانی فرماتے ہیں: امام احمدؓ نے مسند میں جن روایات کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے وہ قابلِ احتجاج ہیں۔

### مسند کی بعض خصوصیات

(۱) حدیث کا اتنا بڑا اور کوئی مجموعہ نہیں (۲) اس اعلیٰ

### مسند پابن جوزی وغیرہ کے اعتراضات

کی ۳۸ روایات کو موضوع قرار دیا ہے، جیسا کہ حافظ سیوطی نے "التعقباب علی الموضوعات"

کے آخر میں تحریر فرمایا ہے، اور ان سب کا جواب بھی دیا ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ مسند میں بھی چند روایات موضوع درج ہو گئی ہیں البتہ امام صاحبؒ کے صاحبزادے عبداللہؑ کے زواند میں ضعیف و موضوع دلوں طریقہ کی روایات شامل ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؓ نے منہاج السنۃ میں وضاحت کی ہے کہ مسند اور عبداللہؑ کے زواند کی کوئی حدیث موضوع نہیں ہے، البتہ ابو بکر قطیعیؓ کے زیادات میں بعض حدیثیں

لئے طبقات الشافعیہ جلد اصلت ۲۰۲ تھے جوہ اللہ البالغ جلد اصلت ۲۰۷ تھے نیل الاوطار جلد اصلت

سچہ تدریب ص ۱۱۱ تھے تدریب ص ۹۹ و مص ۱۱۱

وضوع آنکی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ عراقی و ابن جوزی کے اعتراضات کے جواب میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام رکھا ہے ”القول المسد في الذب عن المسند“ کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ : ”اس تصنیف عظیم کا دفاع ضروری معلوم ہوا جس کی امت یہ مقبولیت تعظیم ہے، اس کتاب میں ان نور و ایات کا جواب ہے جن کو حافظ عراقی نے موضوع قرار دیا ہے، اور پسند رہا وہ ہیں جن کو ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں دخل کیا ہے، حافظ سیوطی فرماتے ہیں، مگر چودا حدیث رہ گئی تھیں، اس لئے ان کا جواب میں نے ”الذیل المحمد“ میں لکھ دیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسند میں کوئی حدیث بے اصل نہیں سوائے تین یا چار کے، سراحتماں ہے کہ امام احمد نے کاٹ کر نکالنے کی وصیت کی ہو وہ سہوا رہ گئی ہوں، یا کاٹ کر نیچے لکھ دیا ہو، بہر حال صل کتاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ابوالحسن بن عبد البادی سندی م ۴۲۹ھ زیل مدینہ منورہ نے مسند کی شرح لکھی ہے، اور زین الدین عمر بن احمد شجاع طلبی نے اس کا اختصار کیا ہے، اور اس کا نام ”المنتقد من مسند امام احمد“ رکھا ہے، اسی طرح سراج الدین عمر بن علی جوابن الملقن کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے بھی مسند کا اختصار کیا ہے یہ

# امام بخاری

نام و نسب اسلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن برذبہ برذبہ بھوی تھے اور اسی مجوہ سیت پر ان کا انتقال ہوا، ان کے صاحبزادہ مغیرہ پہلے شخص ہیں، جو امیر بخارا ایمان حجفی کے ہاتھوں پرمشرف باسلام ہوئے، اسی نسبت سے امام موصوف حجفی مشہور ہو گئے، ورنہ جعف خاندان سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام موصوف کے دادا ابراہیم کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔ البتہ امام بخاری کے والد اسماعیل اپنے زمانہ میں طبقہ رابعہ کے مشہور محدث شمار کئے گئے ہیں، ان کے شیوخ میں امام مالک، حماد بن زید وغیرہ ہیں، لیکن عبد اللہ بن مبارک کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے حماد بن زید کو دیکھا کہ انہوں نے عبد اللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور انہیں امام مالک سے بھی سماع

لہ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۵۲ ۷ مقدمہ فتح الباری ص ۱۴

حاصل ہے، اور عبد اللہ بن مبارک امام ابو حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

### **پیدائش اور ابتدائی حالات**

امام بخاری ۱۹۷ھ میں بخاری میں پیدا ہوئے، بچپن میں نابینا تھے لیکن والدہ کی دعا کی برکت سے انکھیں روشن ہو گئیں، امام صاحبؑ کی والدہ نے جیان کے لئے دعا کرنا شروع کی تو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، آپ نے فرمایا کہ تمہاری کثرت دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لڑکے کی بینائی واپس کر دی، اس خواب کی صبح کو وہ واقعی بینا ہو گئے۔

امام صاحبؑ کے والد اسماعیل کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، اور انہوں نے اپنی والدہ کے آنکھ شفقت میں نشوونما پایا، سولہ سال کی عمر میں امام موصوف نے عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا تھا، پھر لپٹے بڑے بھائی اور والدؓ کے ساتھ رج کیلئے گئے، بھائی تو بخارا واپس آگئے اور امام موصوف نے رج سے فراغت کے بعد دوسال مکمل معظمه میں قیام فرمایا، پھر انہوں نے سال کی عمر میں مدینہ منورہ کا رخ کیا، اور وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس چاندنی راتوں میں «قضایا الصحابۃ والتابعین» اور «التاریخ الکبیر» تصنیف کی تھے

### **سماع حدیث کیلئے سفر**

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحبؑ کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا، انہوں نے سماع حدیث کے لئے لامع الداری مکتبہ التہذیب الکمال علیہ مقدمہ فتح الباری ۵۵۰ھ سے ایضاً ۵۶۰ھ عہد اسکے خلاف ہیں شروح حدیث یا کتابیں ہے وہ غلط ہے، نامع کی ملکی ہے یا مؤلف سے فروخت ہو گئی ہے (لامع ص ۲)

دُور دراز مقامات کا سفر کیا، شام، مصر اور جزیرہ میں دوبار تشریف لے گئے، اور حجہ از مقصد میں چھ سال قیام فرمایا، کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، بار بار گئے، اور بصرہ میں چار مرتبہ جانا ہوا، اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال تک قیام کیا، ایام حج میں مکہ معظمہ چلے جایا کرتے تھے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام موصوف آنحضرت یہ بغداد آئے اور ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے یہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود امام صاحب نے امام احمد سے بہت کم روایت کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کو خود امام احمد کے مشائخ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اور اس لئے کاخیر سفر میں امام صاحب نے روایت کرنا بہت کم کروایا تھا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے سب سے پہلے ساعت حدیث شہادت میں شروع کیا اور اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کرنے کے بعد ۲۱۰ھ سے انہوں نے سفر کا آغاز کیا، اس سلسلہ میں نیشاپور کا بھی سفر کیا تھا اور وہاں بھی کچھ دنوں مقیم رہے تھے۔

**اساندہ و شیوخ** امام بخاری کے اساندہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے ان کا خود بیان ہے: ”کبیت عن الف وثمانین نفساً لیس

فیهم الاصاحب حدیث“ (میں نے ایک ہزار سی آدمیوں سے حدیثیں لکھیں ان میں سب کے سب حدیث تھے) لیکن یہ مسلم ہے کہ ان کو اسحق بن راہویہ اور علی بن المدینی سے زیادہ فیض پہنچا تھا۔

حافظ ابن حجر نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں۔

(۱) تبع تابعین، مثلًاً محمد عبد اللہ الانصاری، ابو عاصم النبیل۔

لہ ارشاد الساری ص ۲۷۶ مقدمہ لامع ص ۲۷۷ بوجو الرفع الباری سعہ تذكرة الحفاظ جلد ۲ تکہ مقدمہ رفع الباری

(۲) تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے ادم بن ایاس۔

(۳) امام صاحب کے اساتذہ کا یہ درمیانی طبقہ ہے، اس میں ان لوگوں کا شمار ہے جن کو بخاری تابع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا، جیسے قتیب بن سعید، احمد بن حنبل، الحنفی بن راہویہ۔

(۴) معاصرین اور ہم عصر فقار، جیسے محمد بن حنبلی ذہلی، ابو حاتم رازی۔

(۵) وہ معاصرین جو امام صاحب کے تلامذہ کے صفت کے تھے، لیکن ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے، جیسے عبداللہ بن حماد آملی وغیرہ۔ ان محدثین سے استفادہ میں امام صاحب نے امام وکیع کے اس مقولہ پر عمل فرمایا ہے کہ آدمی اس وقت تک حدیث نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بڑوں، معاصرین اور پھپٹوں سے استفادہ نہ کر لے، اسی لئے امام موصوف نے اپنے معاصرین و تلامذہ سے بھی روایت کی ہے،

**امام صاحب کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقة بھی نہایت وسیع تھا، فربی تلامذہ** لکھتے ہیں کہ امام صاحب سے براہ راست نو تے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا، امام صاحب کا حلقة ورس نہایت وسیع تھا، دنیا کے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی اس میں شریک ہوتے تھے، ان کی مجلس درس کبھی مسجد میں اور کبھی ان کے مکان میں منعقد ہوتی تھی، ان کے شاگردوں میں بڑے پایہ کے علماء و محدثین تھے، مثلاً حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبد الرحمن نسائی، مسلم بن ججاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان

لئے مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۷۶ تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۱۸۷ ارشاد اساری ص ۳۳

ست کے جلیل القدر رکن ہیں، ابو زرعہ، ابو حاتم، ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی، ابو عبد اللہ الفزی وغیرہم بھی امام صاحب کے تلامذہ میں ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے، اور ہزاروں لاکھوں کو نفع پہنچا۔

**غیر معمولی قوت حافظہ** امام موصوف نہایت قوی الحافظ تھے، استاد سے جو حدیث بھی سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی، کہا جاتا ہے کہ جیسی ہی میں کو ستھراً حدیثیں یاد تھیں جس کتاب پر ایک نظر ڈال لیتے تھے، وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی تھی۔ اب مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن السلام سینہی کے پاس تھا، انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کچھ دیر پہلے آگئے ہوئے تو میں تمہیں ایک ایسا بچہ دکھانا جسکو ستھراً حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ امام صاحب خود فرمائے تھے کہ ”مجھے ایک لاکھ صفحہ اور د لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں اور اس جامع صحیح کو میں نے چھلاکہ احادیث سے منتخب کیا ہے؟“ امام صاحبؒ کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ جس وقت بغداد تشریف لائے تو وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینا چاہا ہے جنپر سو احادیث کے سین اور سنوں میں اٹھ پھیر کر کے دس آدمیوں کے حوالہ کیا کہ ہر شخص ان میں سے دس دس حدیثیں اسی طرح امام صاحب کے سامنے پیش کرے، شہر کے بہت سوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوئے، پھر ان محدثین نے حدیثیں پیش کیں، ہر مرتبہ امام موصوف لا ادری ہی فرماتے رہے، جب ب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام صاحب نے ہر تن کو اسکی صلحی سنداور ہر سند کو اس کے صلحی تین کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب و اسناد دیا، لوگ سن کر دنگ رہ گئے، اور آپ کے علم و فضل کا ان کو لوواہ مانتا پڑا، ”فَأَقْرَأَ النَّاسَ لِهِ بالْحِفْظِ وَأَذْعَنَاهُ بِالْفَضْلِ“

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعب اس پر نہیں ہے کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا مکالم

للم تہذیب الاسلام والخلافات ص ۲۷ از نوی مکاری تذكرة المخازن لشیعہ مقدمہ فتح البی بکاری مکاری مقدمہ راشد الساری ص ۹۷

یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا، اس کو بھی  
لئے بیان کر دیا۔

انساں کلوبیڈیا کے مصنیفین نے بھی امام بخاری کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے: ”امام  
بخاری کا حافظہ و استحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرینِ ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر  
آتا تھا۔“

**امام بخاری کا زہد و تقویٰ** | علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ امام صاحب کو اللہ تعالیٰ  
نے دنیا بھر کی دولت بھی عطا فرمائی تھی، انہوں  
نے اپنے والد سے ترک میں بہت سامال پایا تھا، اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے  
تھے، اور بسا اوقات آپ کو دو یا تین بادام پر ایک دن گزارنا پڑتا، شاہ ولی اللہ صاحب  
فرماتے ہیں: ”کان قلیل الاَّ کل جداً مفردًا فی المحو و قال کان یقنع کل  
یوم بلوز تین لوت لثاثت۔“

امام صاحب نے کسی امیر یا بادشاہ کی فیاضی سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا، حالانکہ  
بسا اس کے موقع آئے، ان کے شاگرد امام موصوف کے واسطے سے بیان کرتے ہیں  
کہ جس وقت میں آدم بن ایاس کی خدمت میں حاضر ہوا، تو خرچ کے آنے میں بڑی  
تر خیر ہوئی، یہاں تک کہ مجھ کو گھاس کھا کر دو دن گزارنے پر طے تیسرے دن ایک حصہ  
اکر مجھے دینار کی تحصیلی پیش کی ہجہ کو میں پھیانتا بھی نہ تھا، اسی طرح ان کے ایک اور  
کردار کا امام صاحب کے واسطے سے بیان ہے کہ جس وقت سے مجھے غیبت کی حرمت  
ملوم ہوئی، اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، اور اللہ تعالیٰ سے مجھے

مقدمہ فتح الباری و فتح المغیث صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے فیما یحیی حفظہ اللانا ظر ص

امید ہے کہ وہ اس بارے میں میر مجاہد نہیں فرمائے گا۔  
 امام موصوف ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے... سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، نماز میں امام صاحب کے اعترقان کا یہ واقعہ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے، کہ ایک بازٹھر کی نماز سے فراغت کے بعد نفل میں مشغول ہو گئے، اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قمیص کا دامن اٹھا کر اپنے بعض ساتھیوں سے فرمایا کہ دیکھو قمیص کے اندر کچھ ہے تو نہیں، انہوں نے دیکھا تو بھرنا گلو جس کے ذمک سے سترہ نشانات تھے، اور جسم کا وہ حصہ متور ہو گیا تھا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے نماز کیوں نہیں توڑ دی فرمایا میں ایک ایسی سورہ پڑھ رہا تھا کہ دل چاہتے تھا کہ اس کو ختم کروں۔

**شیوخ و معاصرین کا اعتراف** | حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحبؐ کی مرح میں اگر متاخرین کے اقوال نقل کے

جائز تو کاغذ اور روشنائی ختم ہو جائے۔

«فَذَلِكَ بُحْرٌ لِسَاحِلِ اللَّهِ» ع

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکران کے لئے

ان کے شیوخ و معاصرین سب ان کے کمالات کے معروف تھے، ایک مرتبہ عمر بن زرارہ اور محمد بن رافع امام بخاری سے علل حدیث کے متعلق مختلف سوالات کے جواب حاصل کرنے کے بعد جب رخصت ہونے لگے، تو حاضرین مجلس سے مخاطب

لہ مقدمہ قسطلانی ص ۳۷ ولائی ص ۵

ہو کر کہا کہ "ابو عبد اللہ افقہ من اعلم وابصر" امام ساختی بن راہبی نے فرمایا "ہو بصر منی"۔ حالانکہ اس وقت امام صاحب سبزہ آغاز تھے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اسیند علی میں امام بخاری سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا، امام مسلم نے امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ شہادت دی "اشهد انه ليس في الدنيا مثل له" ابن حزم یہ فرماتے ہیں کہ اس آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر میں نے کسی کو عالم حدیث نہیں دیکھا۔

**امام صاحب پر درابتلاء و آزمائش** | حدیث میں ہے کہ اشد الناس بلاء  
الذین اء لهم الشفاعة

فاما ثلثاً چنانچہ امام موصوف کو کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحان میں ڈالا۔ امام موصوف <sup>ص</sup> میں جب نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن یحییٰ ذہلی نے لوگوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیث سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن یحییٰ کی مجلس درس ماند پڑگئی، پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان نقطوں سے کھینچی ہے کہاں نیشاپور نے اس سے پہلے کسی والی اور کسی عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے، امام حق نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، امام ذہلی نے اعلان کر دیا تھا کہ کسی احتلامی مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کی جائے، ورنہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہوا تو خراسان کے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے، لیکن امام صاحب کے آنے کے دو ہی چار دن کے بعد جب آپ کے اشتیاق میں مکالوں اور پھتوں پر لوگوں کا جووم تھا، ایک شخص

لهم مقدمہ فتح الباری ص ۲۸۵ ۷ تمہذیب جلد اصنف اللسمار واللغات از نوی -

نے قرآن کے الفاظ کے متعلق پار بار سوال کیا، اس نے مجبوراً امام صاحب کو اس کا جواب دینا پڑا، آپ نے فرمایا: "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق الفاظنا من افعالنا و  
دینا پڑا، آپ نے فرمایا: "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق الفاظنا من افعالنا و  
افعالنا مخلوقة والا متحات عنه بدعة" ملک قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے،  
الفاظ ہماری زبان کا فعل ہیں، اور ہمارے تمام افعال مخلوق ہیں، اور اس مسئلہ میں اتحاد  
یعنی بدعت ہے) عوام اس دقيق جواب کو نسبحہ سکے اور امام ذہبی نے شدت سے امام  
صاحب کی مخالفت شروع کر دی، اور اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص نقطی بالقرآن  
غیر مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں نہ آئے، اس پر امام مسلم، احمد بن سلمہ  
جو حلقة درس کے ممتاز طالب علم تھے، امام ذہبی کی ساری تقریروں کو واپس کر دیا اور  
ان کا حلقة چھوڑ دیا۔

مسئلہ خلق قرآن میں امام صاحب کا نقطہ نظر خلق قرآن کے  
بخاری میں اور امام

بخاری کا قول نقل گیا گیا ہے، اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں امام احمد کے  
خلاف ہیں، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو فی الواقع دلوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے واقع  
یہ ہے کہ معتبر نے جب یہ مسئلہ اٹھایا کہ جس طرح خدا نے دنیا کو کون فیکون کے ذریعہ پر  
کیا ہے، اسی طرح قرآن کو کبھی پیدا کیا ہے آس سے معلوم ہوا کہ قرآن مخلوق ہے، لیکن یہ عقیدہ  
جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔

امام سیفی فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس مسئلہ میں اتفاق ہے  
کہ قرآن کلام اللہ ہے، اور باری تعالیٰ کی صفت ہے، کیونکہ متلو اور تلاوت کے درمیان  
فرق ہے، متلو تقدیم ہے اور تلاوت ہمارا فعل ہے، اس نے وہ حادث ہے، بعض

بک اس تفرقی کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن امام بخاری متلو اور تلاوت کے درمیان فرقی کرتے تھے، اور امام ذہلی کو اس پر اعتراض تھا۔

امام احمد نے ان لوگوں پر جنہوں نے کلام اللہ کو مخلوق یا غیر مخلوق کہایا اس بالے میں توقف اختیار کیا ہے، اس لئے سخت تقيید کی ہے، اور پوری قوت سے ان کا رد کیا، تاکہ آئندہ کے لئے اس مسئلہ پر ٹھنڈو کا دروازہ بند ہو جائے بعد میں حنابلہ نے یہاں تک غلوکیا کہ کلام مجید کی روشنائی اور اوراق سب کو قدیم کہا، بعض نے قلم تک کو جس سے ذرآن مجید لکھا گیا ہے، قدیم کہہ دیا، امام بخاری کو اس غلوسے اختلاف تھا، اور ہونا بھی چاہئے تھا، جیسا کہ بخاری جلد شافعی باب خلق افعال العباد میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے، اس بنابر امام بخاری اور حنابلہ میں کشکش پیدا ہو گئی، اور امام صاحب کو قید و بند کی تکلیفیں بھی برداشت کرنا پڑیں، کیونکہ حکومت پر حنابلہ کا اثر تھا، غرض نیشاپوریں لوگوں نے شخص فتنہ انگیزی کے لئے اس قسم کے سوال وجواب پر امام صاحب کو مجبور کیا، جس کے تجربہ میں ان کو نیشاپور پھوڑ کر پانے وطن والوف بخارا و اپس آننا پڑا، لیکن وہاں بھی مخالفین نے سکون سے رہنے نہ دیا۔

**وفات** | چنانچہ امام صاحب کے بخارا و اپس آنے کے بعد لوگوں نے والی بخارا کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے مختلف مقامات سے اس کے پاس خطوط لٹھے، امام ذہلی نے بھی اس میں حصہ لیا، ان خطوط پر والی بخارا امام صاحب سے ناراض ہو گیا، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ والی بخارا کی خواہش تھی کہ امام صاحب اس کے گھر پر چکر لئے کتاب الاسماء والصفات جلد اص ۱۹۸ و ص ۱۹۹ تھے لام الداری ص ۳۷ و افادات حضرت

الله اذ قرئ اللہ علیہ سلے مقدمہ لامع ص ۱۲

اس کے بچوں کو الجامع الصحیح اور التاریخ البکیر رضا کریں، امام صاحب نے اس بنابر اس سے انہا کیا کہ اس میں علم کی توبہ نہیں، تو والی بخارا نے کہا کہ رضا کے خود امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہے جایا کریں گے، لیکن اس وقت وہاں کوئی دوسرا طالب علم نہ ہو، اس کو کبھی امام صاحب نے منت  
نہیں کیا، اس پر والی بخارا آپ سے برمم ہو گیا، اور آپ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا جب سمرقند والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے نیہاں لئے کی دعوت دی، لیکن وہاں کے لوگوں میں بھی خلاف پیدا ہو گیا مجبوراً اپنے ناہماں خرمنگ چلے گئے، ہبوبخارا سے تھوڑے فاصلے پر تھا، پھر رضان المبار کا مہینہ گزار کر شوال میں سمرقند جا رہے تھے کہ راستے میں دفعتاً پیامِ اجل آگیا، اور ۲۵  
میں باشہ سال کی عمر میں حدیث رسولؐ کا یہ آفتاب تباہ غروب ہو گیا۔

### امام بخاری کا مسلک

امام صاحب کے مسلک کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔  
کبار محدثین کے ساتھ ہمیشہ سے یہ معاملہ رہا ہے کہ مختلف مسلک والوں نے ان کو اپنے اپنے مسلک کا پیر و ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یہی معاملہ بخاری کے ساتھ بھی ہوا، تقی الدین ابیکی نے طبقات اثاث فیعیہ میں اور زواب صدیق حسن خان صاحب نے ابجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے، حافظ ابن حجر کے نزدیک امام بخاری کے مباحث فقہیہ کا غاغ حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے، علامہ بن قیم کی تحقیق میں امام موصوف ضبلی تھے لیکن علامہ طاہر حزنازی کی نظر میں مجتبہ مطلق ہے، مگر ان کی جامع صحیح کے مطالعہ سے جیسا کہ علامہ الورثہ فرماتے ہیں، واضح ہوتا ہے کہ پ بلاشک و شبہ مجتبہ مطلق تھے، اور ریشه تھر کہ آپ شافعی تھے اور آپ نے مسائل مشہورہ میں امام شافعی کے مسلک کی بیروی کی ہے صحیح نہیں ہے۔

لئے مقد مرغۃ الباری ۲۹۹۷ھ ابجد العلوم ص ۲۰۸ تھ فتح الباری جلد اصلت ۲۷ کہ اعلام المؤذنین

جلد ام ۲۲۶ ۵۰ تھ توجیہ النظر ص ۱۸۵

امام ابوحنیفہؓ کی موافقت بھی امام شافعی سے کم نہیں ہے، حضرۃ الاستاذ شیخ الحدیث  
درالاماکر ریاضا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شافعیہ کے مسائل  
عین جگہوں پر رد کیا ہے، اور اس کے دجوہ ہیں، اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر  
امام موصوف مجتہد مطلق ہیں تو ان کے خاص شاگرد امام ترمذی نے جہاں اپنی کتاب  
سی مذہب کی طویل فہرست نقل فرمائی ہے، اس میں امام موصوف کا مسلک پوری کتاب  
سی ایک جگہ باب الاقتدار بالامام میں نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری  
مجتہد مطلق نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کا مذہب راجح نہیں ہوا تھا،  
اور نہ ان کے مقلد ہوئے، اس لئے ان کے مذہب کو بیان نہیں فرمایا۔

## تصنیفات فہرست یہ ہے:-

الجامع الصیح، الادب المفرد، التاریخ الکبیر، التاریخ الاوسط، التاریخ الصنیف، خلق  
فعال العباد، جزء رفع الیدين، قراءۃ ظفٹ الامام، بر الوالدین، کتاب الضعفاء، الجامع  
الکبیر، التفسیر الکبیر، کتاب الاسترشۃ، کتاب الہبۃ، کتاب المبسوط، کتاب الکنی، کتاب  
حلل، کتاب الغواند، کتاب المناقب، اسماعیل اصحابہ، کتاب الوحدان، قضایا  
الصحابۃ

## جامع الصیح

ان میں سب سے ہم تم بالشان ”جامع الصیح“ ہے، جس پر ہمیں  
آنندہ صفحات میں گفتگو کرنی ہے۔

متعین طور سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ امام موصوف نے اس کتاب کی تصنیف

نیض الباری جلد اٹھتے لامع ص ۱۵۱ علیہ افادات علمہ اللام ص ۲۲۰

کا آغاز کس سنہ سے کیا، اور کب اس سے فارغ ہوئے، لیکن اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۲۲ھ ابن المدینی متوفی ۲۳۰ھ اور ابن معین متوفی ۲۳۶ھ کے سامنے پیش کیا تھا۔

ابن معین کا سنه وفات ۲۳۳ھ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں بخاری تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے، البتہ اس میں کچھ بعد میں اضافے بھی کرتے رہے، یہ کتاب امام صاحب نے ۲۳۰ سال میں مکمل کی، خود فرماتے ہیں : ”صنفت کتابِ  
الصحابیم فی ست عشرۃ سنۃ“ اس لئے اس کا آغاز ۲۱۴ھ میں ہو گا، جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی۔

**امام بخاری کے عہد تک احادیث کے بہت سے مجموعے تیار ہو گئے**  
**وجہ تالیف** تھے، جب انہوں نے ان مجموعوں کو دیکھا اور پڑھا تو اس میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات نظر آئیں، اس لئے انہوں نے احادیث صحیح کا ایک مجموعہ تیار کرنے کا ارادہ کیا جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو، ان کا ستاد امیر المؤمنین فی الحدیث اسحق بن راہویہ نے ان کے ارادہ کو اور زیادہ قوی کر دیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں : ایک مرتبہ ہم ان کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے فرمایا : کاش ! احادیث صحیح کے عنوان پر ایک کتاب تم جمع کر دیتے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی، دوسری غلبی تائید یہ ہوئی کہ انہوں نے خوب دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں، ان کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے دفع کر رہے ہیں۔

لہ الامان ص ۳۳۷ہ دفاتر الاعیان جلد ۲ ص ۳۵۵۳۷ہ الامان ص ۳۷۲

بیدار ہو کر بعض معبرین سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے، اس خواب نے ان کے شوق و ہمت کو اور منذر کر دیا، اور الجامع الصحیح کی تالیف میں بھرہ تن مشخوں ہو گئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ سوالف نے پوری کتاب میں صحت کا التراجم رکھا ہے جو اسکے نام سے ظاہر ہے۔

**وجمیع تسمیہ** | اس کتاب کا پورا نام ہے "الجامع الصحیح المسند من حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننه وأیامه"

الجامع: جس میں فن حدیث کے آٹھوں ابواب ہوں، اس کو جامع کہتے ہیں، اور اس میں سب ابواب موجود ہیں۔ الصحیح اس کی تمام حدیثیں صحیح ہوں، اگر کوئی معلل یا شاذ روایت اگئی تو اس کا ضمناً ذکر ہے۔ المسند بطور تاکید کے ہے، سنہ یعنی آپ کے اقوال و افعال و احوال پر مشتمل ہے۔ آیامہ: امام بخاری نے درجہ بہیت کے بعض بیس واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جس سے آپ کی زندگی کا تعلق ہے۔

**اس تصنیف میں اہتمام** | اس تصنیف میں امام بخاری نے سو لسال صرف ۱۶  
کئے، اور اس کو انہوں نے تین بار تصنیف کیا، فرماتے ہیں: "قد صفت کتبی ثلاٹ مرات۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: "کانہ اراد بالتلکیر  
النتقیم" یعنی تتفق و تہذیب تین بار فرمائی، علامہ عینی فرماتے ہیں: ابن طاہر نے کہا کہ  
امام بخاری نے صحیح بخاری کو بخارا میں تصنیف کیا، ابن بیجر فرماتے ہیں کہ مکہ مظہر میں، بعض  
وکوں کا خیال ہے کہ بصرہ میں، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوئی تھے۔

— مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۰ افادات حضرت الاستاذ شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

— مرقۃ جلد اص۲ | مکہ عمدة القاری جلد اص۲

لیکن خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے "الجامع الصحیح" کو مسجد حرام میں تصنیف کر لیا اور ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ سے استخارہ کر کے دو رکعت نما: پڑھتا تھا، اور جب اس کی صحت پر پوری طرح انتشار ہو جاتا تھا، اس وقت حدیث کو کتاب میں جگہ دیتا تھا، اس اہتمام کی وجہ سے لوگوں کا قول ہے کہ امام بخاری نے گویا: براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

### کان البخاری فی جمعہ      تلقیٰ من المصطفیٰ ما اکتب

بخاری نے تراجم کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان مسودہ سے بیضہ میں منتقل کیا تھا، اور ہر ترجمہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ مقام تصنیف کے بارہ میں جو متعدد مقامات بیان کئے جاتے ہیں، ان میں حافظ ابن حجر نے تطبیق دی ہے کہ تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب والواب تومسجد حرام میں لکھ لئے تھے، اور مختلف مقامات پر احادیث کی تحریک فرماتے ہے، تراجم الواب کے مسوں کو مزار مبارک اور مسجد شریف کے درمیان بیضہ میں تبدیل فرمائے۔

### الجامع الصحیح کی مقبولیت

| بخاری شریف کے محسن و فضائل بے شمار ہیں | جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، حافظ ابن الصلاح

بخاری و سلم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کتاباہما اصم الكتاب بعد کتاب اللہ العزیز ثم ان کتاب البخاری اصم الكتابین صمیحاً وَ أَكْثُرُهَا فوائد" یعنی کتاب اللہ کے بعد ان دونوں کتابوں کا درجہ ہے، پھر صحیح بخاری کا مرتبہ صحت اور کثرت فوائد کے لحاظ سے ممتاز و مقدم ہے، امام نسائی فرماتے ہیں: "ابودھذہ الکتب سے ارشاد الساری ص ۲۹۷ علیہ مقدمہ فتح الباری ص ۲۹۷ علیہ ایضاً ص ۲۹۸ علیہ مقدمہ ابن الصلاح"

## کتاب البخاری ایے

ابوزید مردی فرطتے ہیں کیسے جھر آسودا اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی، آپ نے فرمایا، لے ابوزید! امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دو گے؟ میری کتاب کا درس آخر کب دو گے؟ انہوں نے عرض کیا حضور آپ کی کوئی کتاب ہے؟ فرمایا محمد بن سعیل البخاری کی "الجامع الصحيح"<sup>علیہ السلام</sup>۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو وہ بتدرع ہے، اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے، شاہ صاحب قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوتی اس سے زیادہ کا تقصیٰ بھی نہیں کیا جاسکتا۔<sup>علیہ السلام</sup>

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالی دور ہو جاتی ہے اور قحط کے زمانے میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔ ایک محدث نے اس کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاعد کے لئے پڑھا، اور ہر مرتبہ کامیابی ہوتی۔

جامع صحیح کا مقصد و مقصود عظیم [ببوری کتاب میں صحت کا التزام رکھا ہے اور اس میں صرف احادیث صحیح ہی لائے ہیں، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس کے ساتھ انہوں نے فقہی مسائل اور حکیمانہ نکتوں کا بھی لحاظ رکھا ہے، چنانچہ متون لفظیں اس اسرار وال صفات جملہ اصطلاح کے مقدمہ فتح الباری <sup>علیہ السلام</sup> میں جو اللہ تعالیٰ بالذ جلد احمد <sup>علیہ السلام</sup> لفظیں ارشاد الساری جلد احمد <sup>علیہ السلام</sup> لفظیں اتحاف النبلاء <sup>علیہ السلام</sup> دلایل <sup>علیہ السلام</sup> جلد احمد <sup>علیہ السلام</sup> لفظیں ارشاد الساری جلد احمد <sup>علیہ السلام</sup> لفظیں اتحاف النبلاء <sup>علیہ السلام</sup> دلایل <sup>علیہ السلام</sup>

احادیث سے بہت سے معانی استنباط فرماتے ہیں، جو مناسب طریقے سے پوری کتاب میں موجود ہیں، اسی طرح آیات احکام کی طرف بھی پوری توجہ رکھی ہے، اور اس سے عجیب و غریب معانی کی طرف اشارہ کیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: امام بخاریؓ کی اصل عرض احادیث کے ذخیرہ میں سے صحیح و متغیر و متضلل کا انتخاب ہے، اور فقرہ سیرت اور تفسیر کو بھی استنباط کیا ہے، اور اندر حديث میں جو شرط انہوں نے مقرر کی تھی، بدروجہ کمال پوری کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کا مقصود اعظم اپنی الجامع <sup>لصیح</sup> میں طرق استنباط ہے، اسی لئے فقه البخاری فی تراجمہ کہا گیا ہے، بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم ابواب میں ہے۔

امام بخاری کے تخریج کے شرائط شرط و طالائم پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ ان انکمہلینی بخارتی مسلم اور سنن اربیعہ کے مصنفین میں کسی سے بھی تخریج روایات میں ان کے شرائط منقول نہیں، بلکہ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے ان کا اندازہ لگایا جاسکتے، بخارتی کی مشرطیت ہے کہ وہ ایسی روایت کی تخریج کرتے ہیں جس کے سارے روایات صحابی مشہور تک ثقہ ہوں، اور ان کی ثقاہت پر کبار محدثین کا اتفاق ہو، اس کی سند متضلل ہو، منقطع نہ ہو، جس روایت کے صحابی سے دویاں سے زیادہ روایی ہوں، وہ نہایت ہی اعلیٰ و ارفع ہو گی، اور اگر ایک ہی روایی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو بھی کوئی مضاائقہ نہیں، امام مسلم نے ایسے لوگوں سے بھی حدیث کی تخریج کی ہے جن کی حدیث کو کسی شبہ کی بنابر امام بخاری

لهم جل جلاله اللہ بالغ بعد اصحابه ملهم لامع ص ۳۷۸ سے شرط و طالائم ص ۱

نے ترک کر دیا تھا، جس کی مثال امام زہری کے تلامذہ ہیں جو اوصاف کی کمی اور زیادتی کے لحاظ سے پانچ طبقوں میں تقیم کئے گئے ہیں، امام بخاری نے ان میں سے طبقہ اولیٰ سے اصالت اور طبقہ ثانیہ سے جن کی احادیث پر ان کو اعتماد ہے، ان کو بخاری میں روایت کیا ہے، لیکن بالاستیعاب ایسا نہیں کیا ہے، اور امام مسلم نے دونوں طبقوں کی حدیث کو بالاستیعاب لیا ہے، اسی طرح طبقہ ثالثہ کی روایات کو امام بخاری نے بالکل قبول نہیں کیا ہے، لیکن امام مسلم ان سے بھی کبھی کبھی روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح ابو عبد اللہ حاکم نے حدیث صحیح کی تعریف یہ کی ہے کہ اس کو کوئی مشہور صحابی بنی کریم سے روایت کرے، پھر اس صحابی سے دو ثقہ راوی روایت کرتے ہوں لیکن صحیحین سے ان کا دعوے ٹوٹ جاتا ہے، یونک شیخین نے بہت سے ایسے صحابہ کی روایات کو نقل کیا ہے، جن سے صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہے۔

**کتب احادیث میں جامع بخاری کا مقام** | مذکورہ بالاشارة اور دیگر وجود کی بناء پر امت کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری کو صحاح اور تمام کتب حدیث پر ترجیح حاصل ہے، علام نووی فرماتے ہیں کہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ صحیح بخاری صحت اور دیگر فوائد کے لحاظ سے صحیح مسلم پر فائق ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ”لَا يوازِيهُ فِيهِ غَيْرَهُ لَا صَحِيمُ مُسْلِمٌ وَلَا غَيْرَهُ۔“

(بخاری کا صحیح مسلم یا اور کوئی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی)۔

البته امام شافعی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ: ”اَنَّهُ قَالَ مَا اَعْلَمُ فِي

لِهِ تَدْرِيبِ الرَّاوِي ص ۲۷۷ لِهِ يَضْأَصُّ ۲۷۸ مَقْدِمَةِ شَرْحِ مُسْلِمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدٌ“ ص ۲۷۸

الارضَ كتباً اكثراً صواباً بامنِ كتابِ مالكٍ وفي لفظِ عنه ما بعدَ كتابِ اللهِ  
اصحُّ من مؤطراً مالكٍ ” (رويَّ زمِينٌ پر امامِ مالک کی کتاب سے بڑھ کر میرے  
زدیک کوئی کتاب نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کتابِ اللہ کے بعدِ مؤطاً اما  
مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے)۔

لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا فیصلہ ان دونوں کتابوں کے وجود میں لئے شہید نہ  
اماں شافعی کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی جب کہ امام بخاری کی عمر ۶۷ سال تھی، اور اسی سال امام مسلم پیدا ہے  
حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں : بخاری، مسلم و مؤطا کی حدیثیں نہایت صحیح  
ہیں اور مؤطا کی اکثر روایات مرفوعہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

لیکن حاکم کے شیخ ابو علی نیشاپوری اور بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو اصح کتب  
بعد کتابِ الله العزیز کہا ہے، حافظ ابن حجر نے اس قول کی یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن  
ہے ان لوگوں نے حسن ترتیب کے لیے اسے مسلم کو ترجیح دی ہو، کیونکہ امام مسلم نے  
پہنچ شہر میں بیٹھ کر نہایت سکون والطینان کے ساتھ اپنی کتاب کی تصنیف کی، اور امام  
بخاری نے مختلف مقامات میں رہ کر روایات کی تحریج کی ہے، حضرت الاستاذ رضا شاہ  
(شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب) فرماتے تھے کہ اگر ان کے قول کی یہ توجیہ  
نہ کی جائے تو بھی جہاڑو کے مقابلہ میں ان کا قول شاذ و ناقابل اعتبار ہے۔

صحیح بخاری کے صحیح مسلم پر ترجیح کی ایک قوی دلیل یہ ہے کہ بخاری کی  
روایات کے مقابلہ میں مسلم کی روایات پر زیادہ کلام کیا گیا ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں : لولا البخاري لما جاءه مسلم . (اگر بخاری نے

---

لے لائے مسلم تو بخاری نا فخر صد شاہ افادات نکھل مقدمہ فتح الملمم۔

ہوتے تو مسلم کا وجود نہ ہوتا)

**تعداد روایات** علامہ نووی و شیخ ابن الصلاح کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد ۲۸۵ ہے، اور عدم تکرار کے ساتھ ۰۰۰ یعنی یکن حافظ ابن حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۲۹۷ ہے، اور تکرار کے ساتھ متابعات و تعلیقات کی تعداد ۱۳۲ ہے، جن میں اکثر کو امام بخاری نے مسند ابیان کر دیا ہے، اور موقوفات صحابہ و مقطوعات تابعین کی تعداد ۱۳۱ ہے، اس طرح مجموعی تعداد ۴۹۰ ہے، بغیر تکرار روایات مرفوعہ ۲۳۵ ہے، اور غیر تکرار متابعہ و معلق ۱۶۰ ہیں، اس طرح غیر تکرار مجموعہ ۲۵۱ ہے، اس تعداد میں آثار صحابہ تابعین جن کا تراجم ابواب میں تذکرہ ہے شامل نہیں ہیں۔

**جامع صحیح کی خصوصیات**

- (۱) امام بخاری کو دوران تالیف میں جب کبھی تالیف کا سلسلہ چھوڑنا پڑا تو دوبارہ جب بھی شروع کیا تو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی، اس لئے درمیان میں متعدد جگہوں پر بسم اللہ مذکور ہے۔
- (۲) عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں صیغہ تمثیلیں سے روایات کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جن معلق روایات کو امام موصوف نے صیغہ بجزم سے بیان کیا ہے ان کی صحت کا فیصلہ کیا گیا ہے، لیکن جب صیغہ تمثیلیں سے بیان کرتے ہیں تو ان کی صحت کا حکم تو نہیں لگایا جائے گا، لیکن صحیح بخاری میں آجائے کی وجہ سے ناقابل اعتبار بھی نہیں سمجھا جائے گا، حافظ ابن حجر نے علامہ نووی کے کلام پر تعقب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں صحیح رائے ہمارے شیخ نبی ہے

لئے تدریب صفت لئے مقدمہ فتح صفت و لام صفت

کہ امام بخاری صیغہ تحریف کو ضعف اسناد کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ جب کبھی متن کو بالمعنی اختصار کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تو صیغہ تحریف سے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

✓ (۳) صحیح بخاری کا امراض و مصائب، دشمنوں کے خوف و غلبہ کی گرانی وغیرہ میں پڑھنا تریاق مجرب ہے۔

✓ (۴) عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری جب قال فلاں کہتے ہیں تو یہ مذکورہ پر مجموع ہوتا ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا ترتیب تحدیث سے کم ہے، اور یہ صیغہ وہاں استعمال کرتے ہیں، جہاں روایت ان کی شرط پر نہیں ہوتی، لیکن یہ کلیہ نہیں ہے، کیونکہ کبھی اس کو صیغہ تحدیث سے بھی بیان کر دیتے ہیں۔

(۵) امام بخاری کا معمول ہے کہ جب حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ آجائی ہے جس کی نظرِ کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال نقل کر دیتے ہیں، اسی طرح کبھی باب کی مناسبت سے آیات قرآنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور اکثر آیات کے بجائے صرف اس کے چند الفاظ ان نفس رہ دیتے ہیں، کتاب التفسیر و کتاب بدای الخلق میں بکثرت اس کی مثالیں ہیں۔

✓ (۶) محدثین کرام کے نزدیک سند عالیٰ کی بڑی خصوصیت رہی ہے، بخاری کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں باقیٰ روایات ثلاثی ہیں، جن کا ذکرہ حاشیہ پر نہایت جلی قلم سے کیا گیا ہے، ان میں سے بعض ثلاثیات کے شیوخ حنفی ہیں، اور دو کے متعلق تحقیق نہیں ہے۔

(۷) شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری کے پیش نظر طرق استنباط ہے، اس لئے ایک ہی حدیث کو استنباط مسائل یا کسی دوسرے مقصد سے متعدد مقامات پر بیان کرتے ہیں، مثلاً امنا الاممال بالنیات والی روایت کو تیرہ مقام پر ذکر کیا ہے، حالانکہ امام موصوف نے خود فرمایا ہے کہ میں مکرر روایات کو اس کتاب میں داخل نہ کروں گا، حافظ ابن حجر نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ بالارادہ اپنی کتاب میں ایک ہی سند و متن کو مکرر نہیں لاتے، اگر کہیں تکرار ہے تو محض اتفاقی ہے، پوری کتاب میں باقی تین روایات مکرر ہیں، جو اتنی ضخیم کتاب کے لئے زیادہ نہیں کہی جاسکتیں۔

(۸) تاریخ پر بھی امام بخاری کی مجتہدنا نظر ہے، حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں امام بخاری ہر کتاب کے شروع میں اس کے زمانہ نزول اور مشروعيت کی ابتداء کی طرف بھی کبھی کبھی اشارہ کر دیتے ہیں، خصوصاً جب کہ اس میں کوئی اختلاف ہوا اور کبھی صراحت بھی کر دیتے ہیں۔

(۹) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام موصوف ہر کتاب کے اختتام پر کوئی نہ کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں، جس سے ختم کتاب کی طرف اشارہ ہوتا ہے، مثلاً بدالوجی کے آخر میں فکان ذلک اخیر شان ہرقل اور کتاب الحج کے ختم پر وا جعل موقع ببلد رسولک حضرت الاستاذ کی رائے ہے کہ امام بخاری ہر کتاب کے ختم پر کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے ختم زندگی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کو موت کے استھnar کے ساتھ پر ٹھنڈا چاہیئے۔

(۱۰) کتاب کی ابتداء اور انتہا میں گہرا بیٹھے، حافظ ابن حجر نے لپنے استاد کا قول

نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو کتاب التوحید پر ختم کیا، کیونکہ توحید ہی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کی حصلی میزان ہے، اور اس کی ابتداء اپنی الاعمال بالذیات کی حدیث سے فرمائی، کیونکہ اعمال کی عند اللہ مقبولیت کے لئے اخلاص نیت ضروری ہے، اور آخرت میں صرف وہی اعمال و زندگی ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ رضاۓ آنی کے لئے کئے جائیں، یہ چند خصوصیات لامع کے مقدمہ سے باختصار نقل کی گئی ہیں۔

### صحیح بخاری کے تراجم ابواب

شروع میں کہا جا چکا ہے کہ امام بخاری کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیح کی

تخریج ہے، اسی طرح وہ ان سے بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی فرماتے ہیں، اسی لئے کبھی کبھی ایک روایت متعدد جگہوں پر تقلیل کرتے ہیں، جیسے حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جو حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے متعلق ہے، اس کو بینیں مرتبہ سے زائد نقل کیا ہے علماء کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ فقه البخاری فی تراجمہ بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے، علامہ کرامی فرماتے ہیں، امام صاحبؒ نے اپنے تراجم ابواب میں جس وقت نظر کا مظاہرہ فرمایا ہے، اس کو سمجھنے سے بڑے بڑے اہل علم قادر ہے، اس کی اسی اہمیت کی بناء پر متفقہ میں اور متأثر میں نے تراجم ابواب پر مستقل رسائل لکھے ہیں، ہمارے الاستاذ نے لامع آللداری میں بھی کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے، مگر آج ہمارے سامنے صرف دو رسائل موجود ہیں، (۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ شرح تراجم البخاری (۲) دوسرا حضرت شیخ الحنفی کا الابواب والتراجم جوار دو میں ہے، پہلے رسالے میں پودہ اور دوسرا میں پندرہ اصول بیان کئے گئے ہیں، شراح بخاری میں حافظ ابن حجر اور عینی نے بھی تراجم ابواب کی طرف توجہ فرمائی ہے، اول الذکر نے بعض اصولوں کی

نشان دہی بھی کی ہے، فرماتے ہیں کہ امام موصوف نے بہت سے فقہی فوائد اور حکایات  
نکتے اپنی کتاب میں بکھیرے ہیں، اور غور و فکر کرنے والوں کو اس میں بہت سی نادر  
چیزیں ملتی ہیں، منجد و جلد، حضرت الاستاذ نے ان خضرات کے بیان کردہ اصول  
کی تفصیل فرمائی ہے، اور اس پر اضافہ بھی کئے ہیں، اس طرح ان اصولوں کی تعداد  
ستّر تک پہنچ جاتی ہے، اگر ان کو پیش نظر کھا جائے تو ہر جگہ حدیث و ترجمہ میں مناسبت  
نظر آئے گی تھے

### امام دارقطنی وغیرہ کے شبہات

صحيح بخاری کی جن روایات پر دارقطنی  
وغیرہ نے نقد کیا ہے، ان کی تعداد مجموعی  
ٹلوپر ایک سو دس ہے، حافظ ابن حجر اور علام صحتی وغیرہ نے اس کا مفصل جواب دیا ہے حافظ  
بن حجر جواب دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ الحمد لله اکثر اعراضات کا جواب کافی و شافی ہو گیا ہے،  
حضرت جوابات متحمل ہیں، البتہ چند جگہوں پر تکلف سے کام لینا پڑتا ہے، جب کوئی منصف مزانج ان  
حوابات پر غور کرے گا تو مصنفوں کی جلالت مشان اور کتاب کی عظمت اسکی نظر میں دو بالا ہو جائیگی، اور اس  
بر واضح ہو جائیگا کہ علماء میں جو اس کو حسن قبول حاصل ہوا اور تمام کتب حدیث پر جواب ہوئے اس کو ترجیح دی  
ہے سرا مرتبی جریئت ہے، ناقرین کے اصول نقد چند کمزور اصولوں پر مبنی ہیں، جو  
بہورا ممکن کے خلاف ہیں، اس لئے معارضہ کے وقت شخیں کی تصحیح کو فوکیت حاصل  
ہو سکتے، اسی طرح بخاری کے تقریباً اسی اور مسلم کے ایک سو ساٹھ رواۃ پر کسی نوع کا  
نقد کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس کا اجمالی جواب یہ دیا ہے کہ: یعنی نکل منصف

ان یعلم تخریج صاحب الصحیح لای راوی کان مقتض بعده اللہ

لله مقدمہ فتح ص ۹ سے لامع ص ۹ سے مقدمہ فتح ص ۲۰ و لامع ص ۲۰ سے لامع ص ۲۰

عندہ و صحیۃ حفظہ و عدم غفلتہ، یعنی ہر منصف مزانج کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ امام بخاری اپنی کتاب میں جس راوی سے تخریج کریں ان کے نزدیک اس راوی کے عادل اور صحیح الحفظ ہونے کی دلیل ہے اس لئے جبکہ رائے ان دونوں کتابوں کو صحیحان کے نام سے یاد کیا ہے، اس سے یہی معلوم ہوا کہ متابعت و شواہد میں بھی عدالت و حفاظت کا وصف امام بخاری کے نزدیک ضروری ہے۔  
تاہم اتنی ضخیم کتاب میں معمولی فروگذاشتؤ اور تسامح کا ہونا نہ بعید ہے اور نہ اس کی عظمت کے منافی ہے، چند مقامات پر امام موصوف سے تسامح ہو گیا ہے جس سے واقفیت ایک طالب بخاری کے لئے ضروری ہے تفصیل کے لئے لامع الدراز کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ** | صحیحین پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ نے بہت سی ایسی روایات سے استدلال کیا ہے، جو صحیحان میں موجود نہیں ہیں، پھر صحیحین کے صحیح ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تحریر کے شارح ابن امیر الحاج نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صحیحان کی صحیت مابعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے، وہ ائمہ مجتہدین جوان کے پیشتر گزرے ہیں وہ اس زمرہ میں شامل نہیں ہیں، علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ شیخین اور رحمات سنن وغیرہ فقہ اسلامی کی تدوین کے بعد پیدا ہوئے اور حدیث کی طرف اعتماد کیا۔ لیکن ائمہ مجتہدین جوان سے پیشتر گزرے ہیں، ان کے سامنے مرفوع و موقوف اور صحابہ و تابعین کے قوامے کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، اور مجتہد کی نظر حدیث کی

لئے مقدمہ فتح مکہ وارشاد الساری ص ۲۷ ملک التقریر و التجیر جلد ۳ ص ۳

صرف ایک قسم پر محدود نہیں ہوتی، آج ہمارے سامنے اس دور کی جو ام و مصنفات موجود ہیں جن کے مصنفین ائمہ مجتہدین کے خلاف اگر دوں کے شاگرد ہیں، اسلئے علوی طبقہ کی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے لئے احادیث کی اسانید پر غور و خوص کرنا آسان تھا، پھر مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال اس کی صحت کی دلیل ہے، اکتبستہ کی ضرورت اور ان سے استدلال ما بعد کے لوگوں کے لحاظ سے ہے۔

### امام عظیم ابو حنیفہؓ سے روایت نہ کرنے کی وجہ

کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؓ چونکہ حنفیہ سے ناراض تھے، اس لئے انہوں نے امام ابو حنیفہؓ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، علامہ زیلیقی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؓ نے شدت تعصب اور امام ابو حنیفہؓ کے مسلک پر سمجھا تنقید کی وجہ سے ان کی کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل نہیں کی، اسی طرح بعض انسانوں کے ذریعہ امام صاحب پر تعریض کی ہے، اور ان پر حدیث کی مخفف کا لازم لگایا ہے، مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی لکھتے ہیں کہ امام بخاریؓ نے امام عظیمؓ کے ساتھ وہی روش اختیار کی جو امام جعفر صادقؑ کے ساتھ کی تھی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ کو امام بخاریؓ نے قابل استدلال نہیں سمجھا، حالانکہ وہ جمہور امت کے نزدیک ثقہ ہے۔

لیکن امام بخاریؓ اور دیگر ائمہ محدثین کے متعلق عناد و تعصب کا شہہ کرنا نہ ہتا نامناسب ہے، اکابر کی شان اس سے بلند تھی، علامہ کوثریؓ نے اس بارے میں نہایت مناسب و معتدل رائے ظاہر کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ قابل غور امر یہ ہے کہ شیخین نے

امام ابوحنیفہ سے کوئی روایت نہیں نقل کی، حالانکہ ان کے صغیر السن تلامذہ سے ان کا لقاؤ روایت دلوں ثابت ہیں، اسی طرح امام شافعی کے بعض تلامذہ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی، لیکن امام شافعی کی کوئی روایت اپنی کتاب میں درج نہیں کی، امام بخاری کو امام احمد سے زیادہ ملنے اور ان کے ساتھ رہنے کا آتفاق ہوا، اس کے باوجود ان سے صرف دو روایتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، ایک تعلیقاً اور دوسرا ایک واسطے سے، امام مسلم، امام بخاری کے شاگرد ہیں، اور انہوں نے اپنی کتاب میں ان پورا استفادہ کیا ہے، لیکن امام بخاری سے صحیح مسلم میں کسی روایت کی تخریج نہیں کی امام احمد، امام شافعی کے تلمیذ رشید ہیں، اور ان سے موطا امام الکٹ کا سلسلہ بھی کیا ہے لیکن امام الکٹ کی کل پانچ روایات امام شافعی کے واسطے سے اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان واقعات اور ان محمد شین کرام کے اخلاص و دیانت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کی احادیث کو روایت کرنے والے شرق و غرب ہر چیز سوچ پھیلے ہوئے تھے، ان کے ضائع ہونے کا انذیرتہ نہیں تھا، اس لئے ان محمد شین کرام نے صرف ان روایوں کی روایات کی طرف توجہ مبذول فرمائی، جس کے ضائع ہو جانے کا انذیرتہ تھا، اس لئے ان محمد شین کا دامن ہر عصب و عناد سے پاک تھا۔<sup>۹</sup>

**جامع صحیح کے شروح و حواشی** | جامع صحیح کی اہمیت و مقبولیت کی بنا پر ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں، لامتحب میں ایک سو سے زائد شروح و حواشی اور متعلقات بخاری کا تذکرہ ہے ان میں سب سے زیادہ فتح الباری کو شہرت حاصل ہوئی۔

(۱) فتح الباری۔ یہ شیخ الاسلام حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن جحیرم ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے، مصنف نے ۷۸۱ھ سے اس کا آغاز کیا، سب سے پہلے ایک مقدمہ لکھا، جب وہ مکمل ہو گیا تو شرح کی تالیف شروع کی، اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب شرح کا معتد بہ حصہ ہو جاتا تو اس کو ائمۃ مجتہدین کی ایک جماعت نقل کرتی، پھر ہفتہ میں ایک دن اس پر مباحثہ و مقابلہ کیا جاتا، علامہ برہان بن خضر پڑھتے اور لوگ اپنے اعتراضات اور بحث پیش کرتے تھے، حافظ صاحب جواب دیتے، اس طرح یہ کام ۸۳۲ھ میں ختم ہوا مگر اس کے بعد مصنف نے اس پر کچھ اضافے بھی کئے، اور اس کی تکمیل وفات سے پہلے مدت پہلے ہوئی۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے، حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالباً فتح الباری سے یہ دین ادا ہو گیا۔

اس میں مصنف نے جامع صحیح کے ان نکات پر جو فن رجال یا تراجم ابواب کی تدقیقات فقہیہ سے متعلق ہیں محققانہ بحث کی ہے اور حدیث کے مختلف طرق کو جوں کیا ہے، جس سے حدیث کے کسی ایک احتمال یا اعراب کی تعین ہو جاتی ہے۔

(۲) عدۃ القاری، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی المستوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے، مصنف نے ۷۸۱ھ سے اس کی ابتدائی اور ۷۸۴ھ میں یہ شرح مکمل ہوئی، اتنی مدت اس لئے صرف ہوئی کہ درمیان میں مختلف موانع کی بینار پر متعدد بار اس کام کو بند کیا پڑتا، ورنہ زیادہ سے زیادہ دس سال کی مدت صرف ہوتی، علامہ عینی نے فتح الباری سے بہت استفادہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بعض ورق

پورے کے پورے نقل کر دیئے ہیں، علامہ عینی نے اپنی شرح میں حافظ ابن حجر ترجمہ بھی کئے ہیں، اور جن یاتوں کو انہوں نے بالقصد ترک کر دیا تھا، ان کی تفصیل کر دی ہے، مثلاً (۱) حدیث کے پورے متن کو نقل کر دیا ہے (۲) رواۃ کے انساب کی وضاحت کی ہے (۳) ہر راوی کا ترجمہ دیا ہے (۴) لغات واعراب، معانی و بیان کی وضاحت کی ہے، اور حدیث سے مسائل کا استنباط کیا ہے، اشکالات و جوابات فتح الباری سے زیادہ ہیں۔

علامہ گوثری فرماتے ہیں کہ عمدۃ القاری، فتح الباری سے ایک ثلث مقداریں زیادہ ہے، اس میں مختلف مباحثت کی ایسی وضاحت کی گئی ہے کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی، اگر فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو عمدۃ القاری کو اس پر نکایاں فوکیت حاصل ہوتی، عینی نے حافظ ابن حجر کے بہت سے ادھام پرتبھی کی ہے، اور جب یہ کتاب ان کے سامنے آئی تو حافظ ابن حجر نے ان مقامات کی اصلاح کر لی، اور علامہ عینی کی تردید میں ایک رسالہ انتقادی الاعتراض لکھتے چاہا یکن زندگی نے وفا نہیں کی، اس لئے یہ رسالہ پائی تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، علامہ عینی، حافظ ابن حجر کے شیوخ کے صفت کے آدمی ہیں، وہ عمر میں حافظ ابن حجر بارہ سال بڑے تھے، البتہ ان کا انتقال تین سال بعد ہوا۔

(۵) ارشاد اساري، شہاب احمد بن محمد المقطیب القطلانی المصری صاحب الموارد اللذی توفي ۷۹۰ھ، اس میں شرح و متن مخلوط ہے، لیکن متن کو سیاہی میں سے ممتاز کر دیا ہے۔

حقیقت میں یہ فتح الباری، عمدۃ القاری کی تلخیص ہے، اگرچہ مصنف نے دوسری شرحوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۴) الکواکب الدرازی :- علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی محدث حافظ ابن حجر او عینی نے اپنی شرحوں میں اس سے بہت پچھلیا ہے، مصنف نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل کیا ہے، یہ شرح مصر میں چھپ گئی ہے۔

(۵) شرح النَّوْوِی :- علامہ نووی المتوفی ۹۷۴ھ نے صرف کتاب الایمان تک شرح لکھی تھی، اس کی تکمیل نہیں کر سکے، صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس کا ذکر ہے۔

(۶) بدأیۃ الباری :- شیخ الاسلام زکریا الانصاری، تلمیذ حافظ ابن حجر المتوفی ۹۲۸ھ مصر سے چھپ چکی ہے۔

(۷) تیسیر القاری :- علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق الدہلوی، المتوفی ۱۳۷۰ھ جس زمانے میں شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ تشریف کی شرح لکھی تھی، اسی زمانے میں ان کے صاحزادے علامہ نور الحق نے صحیح بخاری کی شرح فارسی میں لکھنی شروع کی۔

(۸) التوییخ علی الجامع بصیر :- حافظ جلال الدین سیوطی، المتوفی ۹۱۱ھ کی لطیف شرح ہے، اس کی تلخیص علامہ دفتی نے کی ہے، اور اس کا نام روح التوییخ رکھا ہے، طبع ہو چکی ہے۔

(۹) شوابد التوییخ و تصحیح مشکلات الجامع بصیر :- شیخ جمال الدین الشافی المتوفی ۱۴۲۴ھ کا رسالہ ہے، جوہندستان میں طبع ہو چکا ہے۔

(۱۰) علامہ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندي الحنفی کا حاشیہ جو مشہور

و معروف ہے، یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

(۱۱) شرح شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری الدہلوی، یہ فارسی شرح تیلہ القاری کے حاشیہ پڑھپی ہے، مگر صرف پودھہ پارے ہی طبع ہوئے ہیں۔

(۱۲) عوتن الباری:- نواب صدیق حنفی خان صاحب المتوفی ۱۳۰۴ھ نے تحریر بخاری کی مختصر شرح لکھی ہے۔

(۱۳) نبراس الساری فی اطراف البخاری:- مولانا ابوسعید محمد بن عبد العزیز الحنفی کی تصنیف ہے۔

(۱۴) فیض آباری:- علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کا افادات ہیں جو ان کے تلمذ رشید مولانا بادر عالم صاحب میرٹھی (۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ) نے درس کے وقت لکھتے تھے۔  
 (۱۵) مولانا احمد علی صاحب محدث سہار پوری المتوفی ۱۲۹۸ھ کا حاشیہ حبس کے آخری حصے کی تکمیل حضرت نافتوی نے کی، نہایت مفید ہے۔

(۱۶) لاتح الدرازی: حضرت مولانا شیخ احمد صاحب بندگوی المتوفی ۱۳۲۳ھ کے درس کے افادات ہیں جن کو ان کے مختلف تلامذہ نے جمع کیا تھا، سب سے آخری دورہ میں ملک کے بڑے بڑے علماء و فضلاء شریک تھے، اور اس کے بعد مسلسلہ درس ختم ہو گیا تھا، اس دورہ میں حضرت مائیہ ناز شاگرد مولانا بھائی صاحب شریک تھے، بلکہ ان ہی کی فاطر حضرت نے اس دورہ کا افتتاح فرمایا تھا، اس آخری درس کے افادات کو حضرت کے تلامذہ نے قلم بند کیا تھا، اس پر حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم نے تعلیق اور ایک مطبوعہ مقدمہ لکھا، اس کا مطالعہ حدیث کے طلباء و اساتذہ کے لئے بہت مفید ہے، اس کی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور جلد ثالث زیر طبع ہے، اس مضمون کا بیشتر حصہ اسی سے ماخوذ ہے۔

## امام مسلم

نام و سب نام مسلم بن جحاج بن داؤد بن کوشاد لقب عساکر الدین اور  
کنیت ابوالحسن ہے مولد و مسکن کے لحاظ سے اگرچہ ان کے خیر  
 میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے، لیکن دراصل ان کا سلسلہ نسب عرب کے مشهور  
 قبیلہ بہن قشیر سے ملتا ہے، اسی بتنا پر پانچ ہیں قشیری کہا جاتا ہے، علامہ ذہبی کی تحقیق میں  
 امام مسلم ۲۰۳ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے، ان کے سن پیدائش  
 میں قدرے اختلاف ہے ۲۰۲ھ، ۲۰۳ھ، ۲۰۴ھ مختلف اقوال ہیں، اور اسی آخری  
 قول کو ابن الاشیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں راجح قرار دیا ہے، اور ابن حلکان  
 کی بھی یہی تحقیق ہے۔

سماع حدیث کے لئے سفر امام مسلم نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو  
 سہ رجاب علم حدیث کا غلغٹہ تھا، خوش قسمتی سے

امام موصوف نیشاپور جیسے شہر میں پہیدا ہوئے جسے اس زمانے میں مرکزیت حاصل تھی۔ علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں قد کانت نیسا بور من اجل البلا د واعظہ ها یکن بعد بعده اد مسئلہ ها۔ (نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی) علامہ ذہبی نے امام موصوف کے سماع حدیث کو ابتداء ۲۱۸ھ کو قرار دیا ہے، اس لئے اس حساب سے گویا چودہ برس کی عمر سے ساعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، اس سے پہلے بھی ساعت کے موقع حاصل تھے، لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کیلئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی الہیت کا زمانہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب فراز اور اس کے نکات کو پیش نظر کر کر اس میدان میں قدم رکھا۔

**شیوخ و تلامذہ** امام موصوف کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہو سکتے۔ لیکن خراسان و نیشاپور میں سحق بن راہویہ اور امام ذہبی جیسے امام فن موجود تھے، امام موصوف نے ان کے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی عراق، حجاز، شام و مصر ان مقامات پر بکثرت تشریف لے گئے، بغداد متعدد بار جانا ہوا، اور بغداد میں آپ نے درس بھی دیا ہے، بغداد کا آخری سفر ۲۹۵ھ میں ہوا جس کے دو سال بعد آپ انتقال فرمائے گئے، وہاں کے محدثین میں سے محمد بن مہران اور ابو غسان وغیرہ سے ساعت کی، عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلم قعبی سے استفادہ کیا، حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کئیں مقربین بن عمر و بن سوار حملہ بن حیی کے خرمن فیض سے خوش چلنی کی، احمد بن سلمہ کی

لئے طبقات اشافعی جلد اہل ۳۴۳ھ تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۵۵ سے ایضاً اہل ۳۴۳ھ مقدمہ نویس۔

رفاقت میں بصرہ و بنی کعبہ سفر کیا، قال الذہبی رفیق مسلم ف الرحلۃ  
الى بلخ والى بصرۃ۔ امام بخاری سے نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا، ان بزرگوں کے  
علاوہ احمد بن یونس یہ نوعی و اسماعیل بن ابی اویس، عون بن سلام وغیرہ سے بہت کچھ حاصل  
کیا، امام بخاریؒ کے بہت سے شیوخ میں شریک ہیں، تلمذہ میں ابو عیسیٰ ترمذی صاحب  
السنن، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن خزیمہ اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

**امام موصوف کے فضل کا اعتراض** | امام موصوفؐ کے زمانہ میں سیکڑوں ائمہ فن  
پسیدا ہو چکے تھے، جس میں بہت سے شیوخ کو  
امام موصوف کی اس تادی کا شرف حاصل ہے، تاہم امام صاحب کی فطری قابلیت اور  
قوت حافظہ کی وجہ سے اس قدر گرویدہ بنایا تھا کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے  
پیشین گوئی فرمائی:- ای رجل یکون هذلا (خداجانے کس بلا کا یہ شخص ہوگا)  
انھی کو سچنے امام صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:- لن یعدم الخیر ما ابقاد اش  
للسلیمین۔ (جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا بھلائی آپ کے  
ہاتھ سے نہ جائے گی) امام ابو زرعہ و ابو حاتم جیسے بزرگ امام صاحب کو اپنے زمانہ کے  
 تمام شیوخ پر ترجیح دیتے تھے، ابو قریشؓ نے تمام دنیا کے حفاظ اربعہ میں شمار کیا ہے، ابو سلمہ  
جو امام صاحب کے رفیق درس تھے، وہ آپ کے اس قدر گرویدہ تھے کہ پندرہ سلسلہ  
مسلسل آپ کے ساتھ صحیح مسلم کی ترتیب میں شریک ہے گے،  
**اخلاق و عادات زہد و تقویٰ** | پوری زندگی میں کسی کی غیبت کی اور

نہ ضرب و شتم کیا امام صاحب لپنے اساتذہ و شیوخ کا بجد احترام فرماتے تھے، نیشاپور کے سفر میں امام بخاریؓ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ انکی تحریر علمی اور زبد و تقویے سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار لٹھے:

ابل رجبلیک یا استاذ الاستاذین و مید المحدثین و طبیب الحدیث فی عللہ۔

امام صاحب نہایت پاکیزہ خواور انصاف پسند تھے، امام بخاریؓ کے نیشاپور کے زمانہ قیام میں جب وہاں کی مجالس درس بے رونق تھیں، اور امام بخاریؓ پر خلق کا هجوم ہونے لگا تو حاسدین نے حسد کیا، عوام تو عوام امام ذہبی تک نے امام بخاریؓ کی مخالفت مسئلہ خلائق قرآن میں کی، اور اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا: الامن کا ان يقول بقول البخاری فی مسئلۃ اللفظ بالقرآن فلیعتزل مجلسنا؛ اس اعلان کو سن کر امام مسلم فوراً مجلس سے اٹھے اور ان سے مسعود روایات کے تمام مسودے اُن کو واپس کر دیئے اور امام ذہبی سے بالکل یہ روایت کرنا ترک کر دیا۔

اسی طرح اپنی کتاب کو لکھ کر الوزرائے کے سامنے پیش کیا، جن روایات کو وہ صحیح بتاتے ان کو باقی رکھتے اور جن پر وہ نکتہ چیزیں کرتے اس کو ترک فرمادیئے تھے، اس سے امام صاحب کے اخلاص و بنی نفی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

**امام صاحب کا مسلک** امام مسلم کے مسلک کی تعین میں بڑی دشواری ہے مولانا اوزرشاہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم ابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں ہے، چونکہ صحیح مسلم کے ابواب مؤلف نے بذات خود قائم نہیں کئے ہیں اس لئے ان کے مذہب کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، عرف

لہستان حکم ۱۸۲ مکملہ الہدایہ النبیی جلد اول ۱۸۲ مقدمہ نووی مکملہ تدریب حکم ۱۸۲ تہذیب فیض الباری جلد اول ۱۸۲

الشذی میں بھی ناقل نے یہی لکھا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: فلا اعلم  
مذہبہ بالتحقیق، مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب نے انہیں شافعی شمار کیا ہے جسے  
شیخ عبداللطیف سندی فرماتے ہیں: امام ترمذی و مسلم کے متعلق عام طور سے  
یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد ہیں، حالانکہ یہ دونوں مجتہد تھے، البتہ  
بہت سے مسائل میں ان سے استفادہ کیا ہے، ان کے اجتہاد کی طرف حافظ ابن حجر  
نے بھی اشارہ فرمایا ہے، فرماتے ہیں: ثقة امام كذا في التقريب! مولانا عبد الرشید  
صاحب کی تحقیق ہے کہ امام مسلم بالکل المذهب تھے، مگر تبقیات المالکیہ میں اس کا  
تذکرہ نہیں ہے، صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں: جامع الصیحہ للإمام  
المسلم الشافعی، صاحب الیاقع الجعفی نے امام مسلم کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ اصولی طور پر  
شافعی تھے، انہوں نے امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔

شیخ طاہر حجازی کی رائے بھی امام مسلم کے متعلق یہی ہے کہ وہ کسی امام کے  
مقلد محسن نہیں تھے، البتہ امام شافعی وغیرہ اہل جماز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔  
**وفات کا حال** | امام صاحب کی پوری زندگی میں ان کی وفات کا واقعہ نہیں  
کی علمی شیفتگی و انہاں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہا گیا ہے کہ مجلس درس میں ایک  
حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحبؒ کو سورہ اتفاق سے یاد نہ آئی اور پھر گھر  
وابس آئے تو انہیں ایک خرے کی تھیلی پیش کی گئی، حدیث کی تلاش و جستجو میں اس  
قدر مجوہ ہوئے کہ چھوپا رے آہستہ آہستہ سب کھا گئے اور حدیث بھی مل گئی یہی امام صاحبؒ

لئے حطہ ص ۲۵۹ تک مقتول اقسام ای الحاجۃ ص ۲۶۳ تک لامع ص ۱۹۰ تک توجیہ النظر ص ۱۸۵

کی موت کا سبب ہوا۔

شیخ ابن صلاح فرماتے ہیں : کافت وفاتہ بسب غریب نشائی عمرۃ فکرہ  
علیہ اس وقت عمر شریف ۵۵ سال تھی۔

لیکن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ تقریباً ساٹھ سال تھی کیونکہ مشہور قول کے مطابق  
آپ کا سن ولادت ۲۰۲ هجری تھا۔

بہر حال امام صاحب نے ۲۵ ربیع الاول یک شنبہ کے دن وفات پائی،  
دو شنبہ کے روز جنازہ اٹھایا گیا، اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے،  
علامہ ذہبی فرماتے ہیں، قبلہ میزام ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔  
**تصنیفات** ایصحح مسلم کے علاوہ بھی امام صاحب نے بکثرت تصنیفات کی ہیں  
جن کی اجمالی فہرست پیش ہے :-

مسند کبیر، الاسمار والکنی، جامع کبیر، کتاب العلل، کتاب التمیز، کتاب الوداع  
کتاب الاقران، کتاب سوالات لاحدہ، کتاب حدیث عمرو بن شیب، کتاب الاستفلاع باہب  
الرابع، کتاب مشاریع ماک، کتاب الشوری، شعبۃ، کتاب من سیس لالار او واحد، کتاب  
المختصرین، کتاب اولاد الصحابة، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد  
الشامیین، وکتاب رواۃ الاعتبار

### الجامع لاصحح للإمام مسلم رحمه الله

ذکورہ بالفہرست سے معلوم ہو چکا ہے کہ امام موصوف نے بکثرت کتابیں لکھی  
ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت "الجامع الصحیح" کو حاصل ہوئی

سلہ مقدمہ فتح الملموم ص ۱۱۷، ابن حکیمان جلد ۲، ملک ۳۷ تذکرہ مکہ مقدمہ فتح الملموم ص ۱۱۸ و تدریب ص ۱۵۶

بہے، اس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ صحیح بخاری کے ساتھ ساتھ اس کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

**وجہ تسمیہ** اس پر الجامع کا اطلاق شاہ عبدالعزیز صاحب نے نہیں کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جامع وہ ہے جس میں حدیث کے ابواب شانیہ موجود ہوں جیسے الجامع ایصح للامام بخاری، یا الجامع ایصح لا امام الترمذی، یعنی صحیح مسلم میں فتن تفسیر و قراءۃ سے متعلق احادیث بہت کم ہیں، اسلئے اس کو الجامع ایصح نہیں کہا گیا ہے، اگرچہ فتن تفسیر کی احادیث بہت کم ہیں یعنی آخر کتاب میں کچھ موجود ہیں، اس لئے اکثر محدثین نے اس کو الجامع کہا ہے۔ صاحب کشف الظنون و صاحب قاموس نے بھی اس پر الجامع کا اطلاق کیا ہے، اس لئے متاخرین نے اس کو الجامع ایصح کہا ہے، البتہ فقط متفقین ایصح کہتے تھے۔

تفسیر کے حصے کے مختصر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس باب کی روایتیں امام صاحب کی شرط پر بہت قلیل تھیں، اور خود امام بخاری کی کتاب التفسیر تکرار وغیرہ کی وجہ سے بہت طویل ہو گئی ہے، ورنہ احادیث صحیحہ مندہ کی تعداد قلیل ہی ہے۔

**غرض تصنیف** احادیث کے ذخیرہ میں سے سب سے پہلا امام بخاری نے احادیث صحیحہ مرفعہ کو الگ منتخب فرمایا، اور اپنی الجامع ایصح کو تیار کیا، اس کو دیکھ کر امام مسلم کو بھی اسی عنوان سے ایک دوسرے انداز میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا شوق ہوا، اس کی وجہ یہ تھی کہ امام مسلم، امام بخاری کے شاگرد ہیں، اور ان سے بہت سے عجالہ نافع صفت ملے لام الداری ص ۲۲۷ ملے افادات حضرت الاستاذ مولانا ذکریا صاحب شیخ الحدیث و فتح ص ۱۴۵

کچھ استفادہ کیا ہے، اور اکثر شیوخ میں دونوں شرکیں ہیں۔

لیکن امام بخاری کے پیش نظر احادیث صحیح مرفوعہ کی تحریق اور فقه و سیرت و تفسیر وغیرہ کا استنباط ہے، اس لئے انہوں نے موقف مطلق، صحابہ و تابعین کے قیادے و نوادع بھی نقل کئے ہیں، اس مقصد کے پیش نظر احادیث کے متون و طرق کے نکڑوں کو اپنی آنے میں بچیر دیا ہے، اور امام مسلم کا مقصد اعظم فقط احادیث صحیح کو منتخب کرنا ہے، وہ انتہا وغیرہ سے تعریض نہیں کرتے، بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو جسیں ترتیب سے یک جا بیان کرتے ہیں جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقعیت حاصل ہوتی ہے، اس لئے احادیث منقطع وغیرہ کی تعداد شاذ و نادر ہے۔

تعداد روایات | امام صاحب فرماتے ہیں : صفت هذا المسند الصالحة

فی ثلث مائیۃ الف حدیث مسوغۃ یعنی تین لاکھ احادیث سے ایک مسند صحیح کا انتخاب کیا ہے، علامہ طاہر جزاً ازی کے نزدیک رات کے مذف کے بعد صحیح مسلم کی تعداد روایات چار ہزار ہے، شیخ ابن الصلاح کی تحقیق میں مکرات کے علاوہ بنیادی حدیثیں چار ہزار ہیں،

علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اگر مکرات کا الحافظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے بچانچہ احمد بن سلمہ جو امام موصوف کے ساتھ ترتیب میں شرکیت فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار، اور ابو حفص میانچی فرماتے ہیں، آٹھ ہزار، لیکن دوسرے قول میں حافظ ابن حجر نے نظر قائم کیا ہے، مگر فی الواقع دونوں کے میان کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے شمار دونوں کے نزدیک

لے مقدمہ فتح الملبم ص ۹۲۷ و ۹۲۸ میں اشارہ شرط الائمه مقدمہ مذکورہ ص ۹۲۵ لکھ مقدمہ فتح الملبم ص ۹۲۷ و ۹۲۸ میں اشارہ شرط الائمه مقدمہ مذکورہ ص ۹۲۵ لکھ

مختلف رہا ہے۔

**ترجم ابواب** علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی کتاب کو ابواب کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے گویا فی الواقع کتاب کی تبویب کر دی گئی تھی، لیکن شاید جم کتاب کی زیادتی یا اور کسی وجہ سے ترجم ابواب قائم نہیں فرمائے ان کے بعد بہت سے محدثین نے ترجم ابواب قائم کئے ہیں، جس میں بعض مناسب اور بعض غیر مناسب ہیں یا تو ترجمہ کی عبارت میں کسی یا الفاظ میں ناموز و نیست ہوتی ہے، انشاد اللہ میں اس کو اپچاندازی میں ان جگہوں پر پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

لیکن مولانا شبیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف کے شایان شان اب تک ترجم نہیں قائم کئے جاسکے شاید اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو توفیق دے کر یہ کام لے گا۔

**زمانہ و تصنیف** احمد بن سلمہ کا قول گزر چکا ہے پندرہ سال میں صحیح مسلم کی ترتیب میں شریک رہا جس سے مدحت تصنیف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، سفیان بن ابراہیم جو امام صاحب کے خاص شاگرد ہیں، ان کے بیان کے مطابق ۲۵۲ھ میں اس کتاب کی قرأت سے فراغت پائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے انتقال سے بہت پہلے کتاب مکمل ہو چکی تھی۔

**امام صاحب کا اپنی تصنیف میں اہتمام** امام مسلم نے جمع حدیث تحقیق پر اتفاق کیا، یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو صحیح سمجھا تھا، نقل کر دیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کی ہیں جن کی صحت پر مشانع وقت کو اتفاق تھا لفظ ریب فتنہ۔ ه مقدمہ نووی و شاستہ مقدمہ فتح الملبم ص ۳۱ سکھ مقدمہ نووی۔

چنانچہ خود انکابیان ہے کہ: لیس کل شیع عندی صحیح و ضعفہ همہنا انہا  
وضعت همہنا ماما جمیعوا علیہ (صحیح مسلم باب التشهید) ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک  
صحیح تھی ان کو میں نے یہاں درج نہیں کیا، میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو  
درج کیا ہے، جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔

شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام تھا جہا اس لئے انکو امام مسلم کے  
اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا، لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے  
اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے اچنانچہ  
علام ملقینی نے اس سلسلہ میں، امام احمد بن حنبل و الحنفی بن معین، عثمان بن ابی شيبة  
اور سعید بن منصور خراسانی، ان چار ائمہ کے نام گذا کر لکھا کہ امام مسلم کی مراد اجماع سے ان  
چار حضرات کا اجماع ہے، جب کتاب مکمل ہو گئی تو ابو زرعة امام الجرج والتغذیل کے  
سامنے پیش کیا جس روایت میں کسی علت کی طرف اشارہ کیا اس کو کتاب سے خارج  
کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ گروہ تیار ہوا، جس کے پارے  
میں امام صاحب نے خود فرمایا ہے: لو ان اهل الحدیث یکتبون ما بتی سنة الحدیث  
فبدارهم علیه هذالمستبعنی صحیحہ (محمد بن اگر دو سال بھی حدیث لکھتے  
رہیں، جب بھی ان کا دار و مدار اسی المسند ای صحیح پر ہے گا)

مجموعی طور پر صحیح بخاری کو صحت وغیرہ بہت سے  
صحیح مسلم کی خصوصیات امور میں پورے مجموع احادیث پر فوکیت حاصل ہے۔

لیکن صحیح مسلم کو بھی بعض حیثیات سے صحیح بخاری اور پورے ذخیرہ احادیث پر امتیاز ہے۔

چونکہ مصنف نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کی کتاب میں کوئی ایسی نئی و کارامد بات ہو جو اسے دیگر کتابوں سے ممتاز کر دے، اس لئے چند خصوصیات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے، جو شرح نو وی وغیرہ میں درج ہیں۔

۱) امام صاحب اگر دو یا اس سے زیادہ روایت کو بیان کرتے ہیں، جس میں معنی کے اختلاف کے ساتھ الفاظ میں اختلاف ہوتا ہے تو دونوں کو ایک اسناد میں جمع کر دیتے ہیں لیکن جس روایی کے پچھے الفاظ بیان کرتے ہیں ان کی تعین کر دیتے ہیں۔

۲) صحیح مسلم سے استفادہ بہت آسان ہے کیونکہ ہر ایک حدیث کو اس کی منابع جگہ پر بیان کرتے ہیں، وہیں پر اس کے طرق اور اسکی متعدد اسناد اور مختلف الفاظ کو جمع کر دیتے ہیں، جس سے اس حدیث کے تعدد طرق اور الفاظ سے بہولت واقفیت ہو جاتی ہے۔

۳) حدثنا و أخربنا کے درمیان بھی فرق قائم رکھا ہے، اصل یہ ہے کہ محدثین کرام کی تدریس کے دو طریقے رہے ہیں، ایک تو یہ کہ استاد پڑھے اور تلامذہ سنیں، دوسرا استاد شاگرد کے ہاتھ میں مجموعہ حدیث دے دے اور شاگرد پڑھے استاد نے، حدیث کی صحت و قطعیت میں ان دونوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن بحث یہ ہے کہ پہلی قسم کی حدیثوں کو حدثنا اور دوسری قسم پر اخربنا کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ امام بخاری وغیرہ کے نزدیک حدثنا کی جگہ پر اخربنا یا اس کے بھکس کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن محدثین کی ایک جماعت جس میں امام شافعی امام او زاعمی اور امام نسائی جیسے اکابرین داخل ہیں، ان میں تفرقی کرتے ہیں، دوسری قسم کی روایتوں کیلئے صرف لفظ اخربنا رکھا ہے، امام مسلم بھی انہیں لوگوں کے ہم خیال ہیں۔

(۴) روایتوں کے الفاظ کے اختلاف کو اپنی طرح ضبط کرتے ہیں جیسے فرماتے ہیں:  
 حدثنا فلان و فلان واللفظ لفلان، قال أو قال احمد حدثنا فلان،  
 اسی طرح کبھی کسی حرف میں روایتوں کا اختلاف ہوتا ہے جس کے کبھی معنی میں تغیر واقع  
 ہو جاتا ہے اور کبھی اس سے معنی میں تغیر نہیں ہوتا، البته تغیر بسا اوقات ایسا پوشیدہ  
 ہوتا ہے کہ جس سے واقفیت کسی ماہر فن ہی کو ہو سکتی ہے، لیکن امام صاحب نے پوری  
 کتاب میں اس کو بیان کرنے کا انتظام فرمایا ہے۔

(۵) رواۃ کے سلسلہ میں امام صاحب نے غایت احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے جیسے  
 فرماتے ہیں: عبد الله بن سلمہ حدثنا سليمان يعني ابن هلال عن  
 يحيى وهو ابن سعيد، چونکہ سليمان وحیی کا نام امام صاحب نے اپنے شیخ  
 سے بقید نسب نہیں سناتھا، اس لئے اس سلسلہ روایت میں اس کو اپنی طرح واضح  
 کر دیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امام صاحب کا ذاتی اضافہ ہے اور یہ اضافہ  
 اس مقصد کے تحت کیا ہے کہ ایک راوی کا دوسرے راوی کے ساتھ التباس نہ ہو سکے۔  
 (۶) امام صاحب نے مختلف طرق اور تجویل اسانید کو ایجاد کے ساتھ نہایت عمدہ  
 عبارت میں پیش فرمایا ہے۔

(۷) صحیحہ ہمام بن منبه وغیرہ کی احادیث کے مجموعہ کو جو ایک ہی استاد سے مردی  
 ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس قسم کے مجموعوں سے متعدد روایتیں کی جائیں تو بوقت  
 روایت ہر حدیث کیلئے تجدید اسناد کی ضرورت ہوگی یا مقدار اسناد ہونے کی وجہ سے  
 بعد کی دوسری حدیثیں اسی پہلی اسناد پر محمول کر دی جائیں گی، وکیع بن جراح، وحیی  
 بن معین وغیرہ کے نزدیک تجدید اسناد کی ضرورت نہیں، لیکن استاذ اسحق اسفرانی  
 محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جو اصول حدیث کے بڑے امام ملے جاتے ہیں، وہ اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور ہر حدیث کو بقیداً سنا دروایت کرنا ضروری سمجھتے ہیں، امام مسلم کا بھی یہی مسلک ہے چنانچہ صحیفہ ہمام بن منبه سے روایت کرنے میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

(اللعل ۸) صحیح مسلم کو جن حیثیتوں سے ایک بے نظیر تصنیف کا خطاب دیا گیا ہے ان میں ایک وصف اس کتاب کی طرزِ ادا اور حسن ترتیب ہے جس سے امام موصوف کے متعلق اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علم حدیث کی باریکیوں اور اسرار سے کس قدر واقف تھے، اور اس کا صحیح اندازہ وہی لگاسکتا ہے جس کی نظران تمام علوم پر ہو، جس کی ایک حدیث کو ضرورت پڑتی ہے۔

(۱) (۲۹) امام صاحبؑ نے اپنی کتاب کو اپنے شہر میں نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ تصنیف کیا، اور اس وقت ان کے بہت سے مشائخ باحیات تھے، اس لئے الفاظ کے سیاق و سبق میں نہایت احتیاط و غور و فکر سے کام لیا ہے، اور احادیث مرفوعہ بی پر اکتفا فرمایا ہے، انکی کتاب میں موقفات وغیرہ شاذ و نادر ہیں، جو ضمناً پانی جاتی ہیں۔  
(۲) (۳۰) حدیث کے پورے متن کو بیجا ہی بیان کرتے ہیں اور اس کے پورے الفاظ کو نقل کرتے ہیں اور روایت بالمعنى کے بجائے روایت باللفظ بیان فرماتے ہیں، جو ان کے غایت احتیاط کی دلیل ہے اور اس کو صحابہؓ یا بعد کے لوگوں کے اقوال کے ساتھ خصم نہیں کرتے۔

### صحاب سنت میں صحیح مسلم کا مقام

علامہ نووی فرماتے ہیں "کتاب اللہ العزیز کے بعد صحیح بن بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کتابوں کی تلقی بالقبول کی ہے، البتہ صحیح بخاری اور

دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق و ممتاز ہے۔“  
علام جزیری لکھتے ہیں: ”و رجحان کتاب البخاری علی کتاب مسلم امثا ب  
ادی الیہ بحث جهابذۃ النقاد و اختیارہم۔“

یعنی صحیح بخاری کا امام مسلم کی کتاب پر من حیث الصحق راج و مقدم ہونا ایک  
ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے ناقدین فن نے بحث و فکر کے بعد کیا ہے۔  
پس اسی سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کے بعد دوسرے درجہ پر صحیح مسلم کو رکھ  
گیا ہے۔

نوابت صدیق حسن خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

”واقع است اجمع بر تلقی این ہر دو کتاب بالقبول و التسلیم زیر اکہ

شیخین مقدم اند بائمه عشر ما بعد در معرفت علل و غواصین ایں۔“

یعنی صحیح بخاری و مسلم کی صحت تلقی بالقبول اور تسلیم عام حاصل ہے کیونکہ امام  
بخاری و امام مسلم لپیٹ زمانے اور ما بعد کے ائمہ پر احادیث کے علل اور اس کی باعثیوں  
کی معرفت و تمیز میں سب پر مقدم و فائق تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”حسن ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے اس کا مقام است  
بلند ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسے صحیح بخاری پر بھی اچھا لالا ہے۔

حاکم کے شیخ ابو علی نیشاپوری فرماتے ہیں ماتحت ادیم اد  
كتاب أصح من صحيح مسلم۔“ اسی طرح بعض من

لئے مقدمہ نو دی صلاسلہ فتح الملبم ص ۹۶ گہ اتحاف النبلاء ص ۲۷ گہ فتح الملبم ص ۹۹

۱۶۵

نے بھی صحیح مسلم کو بخاری پر ترجیح دی ہے، بظاہر ان لوگوں کی ترجیح کا مشایہ ہے کہ امام صاحب کے پیش نظر فقط احادیث صحیحہ کا انتخاب ہے، بخلاف امام بخاری کے کہ وہ موقوفات و آثار وغیرہ کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں، اگر یہی ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، چونکہ اس سے صحیح مسلم کا نفسِ صحت میں راجح ہونا لازم نہیں آتا، اور اگر مطلقاً اصح کہنا چاہتے ہیں تو یہ قول ناقابل اعتبار ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابو علی وغیرہ کا قول محل ہے اس سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کے سوا مسلم کی کتاب اصح ہے، اور اگر مطلقاً اصح کہنا چاہیں تو البته یہ قول ناقابل تسلیم ہے، مگر ان کے قول میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ بخاری سے اصح تو نہیں ہے البته صحیت میں دونوں کتابوں کے درمیان مساوات ہے، اگر یہی مراد ہے تو یہ قول بھی جمہورامت کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ لپٹنے اس قول میں منفرد ہیں، علامہ ابوسعید علائی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو علی صحیح بخاری سے ناداقف تھے، لیکن یہ بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے بلکہ فی الواقع میرے زدیک اصح کہنے سے مراد افضل ہے یعنی حین ترتیب وغیرہ میں افضل قرار دیا ہے بعض نے کہا کہ یہ دونوں کتابیں برابر ہیں، یہ تیسرا قول ہے۔

چونکہ مسلم کی روایت و رواۃ میں بخاری کے مقابلہ میں زیادہ کلام ہے، اسلئے حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ مرتبہ صحت میں بخاری اور پھر صحیح مسلم، اس کے بعد ابو داؤد و ترمذی ونسائی کو حاصل ہے۔

عبد الرحمن شافعیؒ فرماتے ہیں :-

لَكَ تَدْرِيبُ الْحَقْرَاءِ مَتَّكَّلٌ لِلْمَاعِ صَلَّى

تنازع قوم في البخاري و مسلم      لدی و قالوا أتی ذین تقدم  
 فقلت لقد فاق البخاري صحتا      کما فاق في حسن الصناعة مسلم

### تحنزیج روایت کے شرائط

اصحاح ستر کے مولفین نے اپنی کتابوں میں تحریج کے شرائط نہیں بیان کئے البتہ انے مطالعہ کے بعد اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جس زمانے میں امام صاحبؑ نے اپنی کتاب کو مرتب فرمایا، اس وقت موضوع ضعیف صحیح و غلط ہر طرح کی حدیثیں موجود تھیں، اس بناء پر انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں احادیث کی تین قسمیں اور راویوں سے تین طبقے قرار دیئے ہیں، جن سے ان کے شرائط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) وہ احادیث جو بالکل صحیح ہوں اور ان کے روایہ متقن، ضابط اور ثقہ تہذیب کئے

گئے ہوں۔

(۲) وہ احادیث جن کے روایہ باعتبار تقہمت اور حفظ و اتقان کے پہلے قسم کے راویوں سے کم ہوں۔

(۳) وہ احادیث جن کے روایہ کو عموماً یا اکثر محدثین نے مردود قرار دیا ہو، آئمہ محدثین فرماتے ہیں کہ قسم اول کے بعد قسم ثانی کو کتاب میں درج کروں گا لیکن قسم ثالث کی طرف التفات نہ ہوگا۔

اس لئے اہل علم اس مسئلہ میں مختلف الرأیے ہیں کہ اس تقیم سے کیا مراد ہے، عافظ ابو عبد اللہ حاکم اور امام بیہقی کا خیال ہے کہ امام صاحبؑ کی موت نے دوسرے طبقہ کی حدیثیوں کی تحریج کا موقع نہیں دیا بلکہ صحیح مسلم میں صرف طبقہ اولیٰ کی روایات ہیں لیکن

لئے بتان ص ۱۵۱ ۱۵۱ شرط الائمه تھے مقدمہ مسلم صفا

قاضی عیاض نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے، فرماتے ہیں کہ دونوں طبقہ کی حدیثیں موجود ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ طبقہ ثانیہ کی روایات متابعت یا شواہد کے طور پر درج ہیں اسی طرح ان ابواب میں بھی آگئی ہیں جن میں طبقہ اولیٰ کی حدیثیں دستیاب نہ ہو سکیں، اسی طرح ان راویوں کی روایات سے بھی تعریض کیا ہے، جن کو بعض حدیثیں نے معتبر اور بعض نے غیر معتبر قرار دیا ہے یا وہ منہم بالبدعة ہیں، کذالک فعل البخاری غرض یہ کہیں تو طبقات کی روایات کتاب میں آگئی ہیں، اور امام صاحب کے نزدیک حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ حدیث مقلل الاستاد ہو اور ابتداء انتہا ثقہ راویوں نے روایت کیا ہو، اشذوذ و علت سے پاک ہو، جب یہ شرائط کسی حدیث میں پائے جائیں تو وہ بالاتفاق صحیح تسلیم کی جاتی ہے، البتہ اختلاف اس وقت ہوتا ہے، جب ان شرائط میں کوئی شرط موجود نہ ہو یا ان میں باہم اس شرط کے اشتراط میں اختلاف ہو، زیادہ تر ان روایتوں میں جن میں ایک فرقی کے نزدیک صحیح کے شرائط موجود ہوں اور دوسرے کے نزدیک معدوم مثلاً عکرمه و عکر بن مرزوق سے امام بخاری روایت کرتے ہیں لیکن امام مسلم ان کو قابل روایت قرار نہیں دیتے، اس بنابر پر امام مسلم نے امام بخاری کے ۴۲۴ راویوں سے اور امام بخاری نے امام مسلم کے ۵۴۵ راویوں سے روایت نہیں کیا ہے۔

اسی طرح امام مسلم نے ایسے لوگوں سے بھی حدیث کی تحریک کی ہے، جن کی حدیث کو کسی شبہ کی بنابر امام بخاری نے ترک کر دیا تھا، جس کی مثال امام زہری کے تلامذہ ہیں جو اوصاف کی کمی و زیادتی کے لحاظ سے پانچ طبقوں میں تقسیم کئے گئے ہیں، امام

لہ خرد طالب الرحمہ ۲۵ و فتح الملم ۲۵ تھے فتح الملم ۲۵ تھے مقدم فتح اباری مدد ۲۵ خرد طالب الرحمہ صدا

بخاری نے طبقہ اولیٰ سے احالة اور طبقہ ثانیہ سے جن کی احادیث پر ان کو اعتقاد ہے ان سے بھی روایت کیا ہے، لیکن بالاستیعاب ایسا نہیں کیا، اور امام مسلم نے دونوں طبقوں کی احادیث کو بالاستیعاب لیا ہے، اسی طرح طبقہ ثالثہ کی روایات کو امام بخاری نے قبول نہیں کیا ہے، لیکن امام مسلم ان سے بھی بھی روایات بیان کرتے ہیں، ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد اور مسلم کی شرطیں تقریباً یکساں ہیں مگر جمہور محدثین نے ان کے قول کی تردید کی ہے۔

**صحیح مسلم کا سلسلہ روایت** [صحیح مسلم کی شہرت الگ پڑھنے سے تو اتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، لیکن اسکی روایات کا سلسلہ شیخ ابو الحسن ابراہیم بن محمد بن سفیان نیشاپوری المتوفی ۳۰۵ھ سے قائم رہا، ابراہیم بن سفیان کو امام مسلم سے خاص ربط تھا، اکثر حاضر خدمت رہتے تھے، ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قرأت سے جوانہوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی، رمضان ۲۵ھ میں فراغت پائی، یوں بلاد مغرب میں امام صاحب کے ایک اور شاگرد ابو محمد بن علی قلانسی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی ہے، لیکن اس کا سلسلہ مغرب کے حدود سے آگے نہ بڑسکا، جو قبول عام ابراہیم نیشاپوری کی روایت کو نصیب ہوا، وہ قلانسی کی روایات کونہ ہوسکا، علاوہ ازیں صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جزو کے قریب قریب ہے، ابو محمد جلوہ میں سے روایت کرتے ہیں ہے۔]

**صحیح مسلم پر بعض شبہات** [علام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح پر استدراک کیا گیا، بہت سی احادیث کی تحریج میں شخصیں کے شرائط پر کے

سلف دریب مگ ۲۷۰۰۰ ایضاً ۲۶۰۰ سے مقدمہ شرح مسلم از نووی

پورے موجود نہیں ہیں، امام دارقطنی نے اس پرستقل رسالہ "الاستدراک والتنعیم" کے نام سے لکھا، اور تقریباً دو شوالی احادیث پر کسی نوع کا کلام کیا ہے، نیز بعض دیگر علماء نے بھی استدراک کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہر منصف کے سامنے جوان احادیث پر غور کر لیگا، یہ حقیقت و اشکاف ہو جائے گی کہ ان اعتراضات کا تعلق موضوع کتاب سے نہیں پھر وہ احادیث دوسرے اسانید سے بھی مردی ہیں، شیخ ابن حصلح وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس کتاب کی صحت کو امت نے تسلیم کیا ہے لیکن جن جگہوں پر اعتراضات کئے گئے ہیں وہ اس سے مستثنی ہیں ۹۷۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ان روایات کی تعداد دو سو بیکس ہے جس میں ۳۷ میں صحیحین کا اشتراک ہے اور ۸۰ بخاری میں اور ۲۰۰ مسلم میں، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ صحیحین کی جن احادیث کی تفعیف کی گئی ہے ان کی بناء پر علل پڑھے جو کچھ حارج نہیں ۹۸۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: و هو احتراز حسن۔

علامہ ابن تیمیہ صحیحین کے سلسلہ میں فرماتے ہیں جو شخص سات ہزار دراہم کو پر کھے گا اگر چند دراہم اس کے معیار کامل پر نہ اترے تو اس میں کوئی نقص کی بات نہیں ۹۹۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو امام ابو زرہ رازی کے سامنے پیش کیا، جس حدیث میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا، میں نے ترک کر دیا، اس سے یہ بات معلوم و متعین ہو گئی کہ شیخین ان احادیث کی تخریج کرتے ہیں جس میں کوئی

لہ مقدمہ شرح نووی ۹۰ فتح الملم م ۹۰ تہ تدریب ص ۹۰

علت نہ ہو ریاضی علت ہے جو ان دولوں کے زدیک غیر مؤثر ہے، پس معتبر خصین کا نقف شیخین کی تصحیح کے معارض ہو گا اور شیخین کی تصحیح کو دوسروں کے مقابل میں جو فوقيت ہے وہ معلوم ہے، اس کے بعد حافظ نے اس اجمال کی تفصیل کی ہے۔

صحیح مسلم کی شرح | صحیح مسلم پر بہت سی شروح و حواشی اور مستخرجات لکھ گئے ہیں، صاحب کشف آنظمنون نے ان کا فصل تذکر:

کیا ہے، ہم یہاں چند شہروں شرح کا تعارف کرائے ہیں۔

(۱) المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الجاج، یہ حافظ ابو ذر گرمی میکھی بن شرف النوادی المتوفی ۴۷۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۲) مختصر شرح النوادی: - شیخ شمس الدین محمد بن یوسف القونوی الحنفی المتوفی ۴۸۸ھ نے اسی منہاج کا اختصار کیا ہے۔

(۳) الکمال المعلم فی شرح مسلم: - علامہ قاضی عیاض المالکی ۵۰۰ھ قاضی حاب نے علامہ مازری کی شرح کی تکمیل کی ہے۔

(۴) المعلم بقوائد کتاب مسلم: - ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری ۵۳۵ھ اس کی تکمیل قاضی صاحب نے کی ہے، اسی لئے قاضی صاحب نے اپنی شرح کا نام الکمال المعلم رکھا ہے۔

(۵) المفہوم لما اشسل فی تلخیص کتاب مسلم: - ابوالعباس احمد بن عمر بن ابی ابراء ہیم القرطی ۵۶۵ھ علامہ موصوف نے سب سے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص و تبویب کی، اس کے بعد اس کی شرح تکمیل ہضنف کا بیان ہے کہ ان کی شرح میں علاوه توجیہ و استلال

کے اعراب کے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) الکمال المعلم :- امام ابو عبد اللہ محمد بن خلیفۃ الوہستانی الابنی، المالکی، المتوفی ۴۳۰ھ مصنف نے قاضی عیاض، علامہ نووی، قرطبی مازری کی شروح سے مدد لی ہے اور ہبہ سے فوائد کا اضافہ کیا ہے۔

(۵) المفہوم فی شرح غریب مسلم :- امام عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی، المتوفی ۴۲۹ھ الفاظ غریبہ کی شرح ہے۔

(۶) شرح صحیح مسلم :- عما الدین عبد الرحمن بن عبد العلی المצרי، اس شرح کی کیفیت معلوم نہیں۔

(۷) شرح صحیح مسلم :- علامہ ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود الزاوی، المتوفی ۴۳۲ھ یہ معلم، الکمال، مفہوم اور قاضی زین الدین، ذکریابن محمد الانصاری، المتوفی ۴۹۶ھ کی شرح کا مجموعہ ہے۔

علامہ شحراء کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مجموعہ میرے ہاتھ کا لکھا ہے۔

(۸) الدیباج علی صحیح مسلم بن الجاج :- علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۱۱۹۰ھ یہ نہایت لطیف شرح ہے افسوس نایاب ہے۔

(۹) وشی الدیباج :- علامہ مجموعی، المتوفی ۱۲۹۲ھ نے علامہ سیوطی کی شرح کی تخلیص کی ہے، جو مقررے طبع ہو چکی ہے۔

(۱۰) السراج الوہاج :- مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب، المتوفی ۱۳۰۰ھ یہ بھی مختصر منذری کی شرح ہے، جو طبع ہو چکی ہے۔

(۱۱) مختصر صحیح مسلم :- علامہ عبد العظیم منذری نے صحیح مسلم کا اختصار کیا اور

تبویب بھی کی ہے، یہ اس کی شرح ہے۔

(۱۲) فتح المُلْهِم :- یہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی المُتوفی ۱۳۱۶ھ کی شرح ہے اس کی صرف تین جلدیں کامل ہو سکیں، غالباً پانچ جلدیوں میں یکمل ہوتی، مگر افسوس کہ حضرت مولانا کا وصال ہو گیا، اس لئے کتاب ناقص رہی ہم دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کسی پنے بندہ کے ذریعہ اس کو پاپیٰ تکمیل تک پہنچا دے، مصنفوں نے شروع میں ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے جس میں علم حدیث کے اصول و ضوابط اور کتاب کی خصوصیات سے بحث کی ہے، نیز شرح میں خصوصیت سے اسرار حدیث کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی ہے، اس مقالہ میں اس سے بہت کچھ استفادہ کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی شروح و متعلقات کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جو ملا علی قاری ۱۳۱۶ھ، علامہ قسطلانی ۹۲۳ھ وغیرہ کے قلم نے نکلی ہیں، صاحب کشف الظنون وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

# امام ابو داؤد

**نام و نسب** سلیمان نام کنیت ابو داؤد تھی، والد کا نام اشعت بن سعید تھا، سیستان کے رہنے والے تھے، جو ہرات اور سندھ کے درمیان بلوچستان کے قریب واقع ہے، ہیستان کا مغرب سجستان ہے اس لئے وطن کی طرف منسوب ہوا کہ سجستانی کہلاتے ہیں، اگرچہ ان کے وطن کی تعین میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ سجستان بصرہ کے اطراف میں ایک دیہات کا نام ہے، لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کی تردید کی ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ ہرات و سندھ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔

لیکن وہاں کے جغرافیہ میں اس نام کے شہر کا کہیں پتہ نہیں چلا، یا قوت جموی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کے اطراف میں ہے اور اس کو سنجھ بھی کہتے ہیں، اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے امام ابو داؤد سنجھی کہلاتے ہیں۔

لہستان الحدیثین ۲۷ مجم البلدان جلد ۵ ص ۳

**پیدائش وفات** امام موصوف سیستان میں ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے لیکن انہوں نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سُنّن کی تاییف کی، اسی لئے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے، لیکن بعض وجوہ سے ۲۱۷ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بقرہ میں گزارے جو اس وقت علم و فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا، اور وہیں بروز مجدد ۲۲۷ھ کو وفات پائی گئی۔

**تحصیل علم کے لئے سفر** ان کی زندگی کے ابتدائی حالات بہت کم ملتے ہیں، لیکن جس زمانے میں انہوں نے آنکھیں کھولیں ہیں وقت علم حدیث کا علقوہ بہت وسیع ہو چکا تھا، اس لئے امام موصوف نے مختلف بلاد کا سفر کیا، اور اس زمانے کے تمام مشاہیر اساتذہ شیوخ سے حدیث حاصل کی، صاحب الامان نے لکھا ہے: قدم بغداد غیر مرکز، بغداد متعدد دبار تشریف لائے، نیز تحصیل علم کے لئے عراق، خراسان، شام، الجزاير وغیرہ مختلف شہروں کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے اربابِ فضل و مکمال سے استفادہ کیا گیا۔

**اساتذہ و شیوخ** امام ابو داؤد تحصیل علم کے لئے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقمار دشوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ: اخذ العلم من لا يحصلی ۳

انہوں نے بیشمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے

زائد ہے، وہ امام بخاریؓ کے بہت سے شیوخ میں ان کے شریک ہیں، ان کے تلامذہ میں امام احمد، عتبی ابوالولید طیالسی، مسلم بن ابراہیم اور حبیبی بن معین جیسے ائمہ فتنہ میں ہیں۔ ان کے تلامذہ کا شمار بھی مشکل ہے، ان کے حلقہ درس میں کبھی بھی ہزاروں تلامذہ کا جماعت ہوتا تھا، علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ان کے لئے سب سے زیادہ قابل خبریات یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام نسائیؓ ان کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام احمدؓ بن حنبل نے بھی حدیث عتیرہ کو ان سے سنائے اور امام ابو داؤس پر فخر کیا کرتے تھے ہیں۔

**ابو حاتم رضی** فرماتے ہیں کہ امام موصوف فقہ و علم اور حفظ حدیث، ازہد و عبادت یقین و توکل میں یکتاں روزگار تھے، ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتہ کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ، جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتر کھلیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنایا ہے اور دوسرا کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، نہ اس میں کوئی فائدہ تھا، اس لئے اس کو تنگ تی رکھا ہے، ملا علی فاریؒ فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے، کہا گیا ہے کہ امام موصوف رفوار و گفتار میں اپنے استاد امام احمدؓ کے بہت مشابہ تھے۔

**امام موصوف کے فضل کا اعتراف** امام موصوف کو علم و عمل میں جو امتیاز مقام حاصل تھا، اس زمانے کے

لئے تذکرہ جلد ۲ ص ۱۵۳۷ میں والہ مذکور ایضاً تھے اتحاف ۲۵۵ میں مرقاۃ جلد ۱ ص ۲۲۸ میں مقدمہ بذل الجہود تذکرہ۔

علماء و مشارخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا، چنانچہ حافظہ و سی بن ہارون فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آنحضرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے تھے، میں نے اس سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام ابراہیم حربی کا یہ فقرہ ابو داؤد کے متعلق مشہور ہے کہ حدیث کو ان کیلئے اس طرح نرم کر دیا گیا تھا جیسے داؤد علیہ السلام کیلئے لوٹا، حاکم کی رائے یہ ہے کہ امام اہل الحدیث فی عصرہ بلا مدافعة امام ابو داؤد بلا شک وریب اپنے زمانے میں محدثین کے امام تھے۔

### ابو داؤد کا مسلک

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان کا مسلک کیا ہے، اور بخاری محدثین کے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ ہوتا رہا ہے کہ مختلف مسلک والوں نے ان کو اپنے مسلک کا پیر و ثابت کرنے کی کوشش کی یہی معاملہ امام ابو داؤد کے ساتھ بھی ہوا، بتان المحدثین میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ شافعی تھے، بعض حضراتؒ نے ان کو حنبلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ نے اس کو شافعی شمار کیا ہے، لیکن مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ نے علامہ ابن تیمیہؓ کے حوالےؒ ان کو حنبلی فرمایا ہے، مگر ان کی سنن کے مطابع کے بعد یہ بات بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ امام ابو داؤدؓ حنبلی المسلک ہی تھے، ان کی سنن کے تراجم پر غور کرنے کے بعد اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی، امام موصوفؓ نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت و معروف روایات کے مقابلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جو سے امام احمدؓ کے مسلک کی تائید ہے، مثلاً ترجمہ قائمؓ کرتے ہیں باب کراہیہ استق-

## القبلة عند قضاء الحاجة ۱۶

چونکہ امام احمدؓ کے نزدیک قضاۓ حاجت کے وقت استدبار قبلہ مطلقاً جائز ہے اس لئے ترجمۃ الباب میں اس کو ترک کر دیا، مزید براں اس کے آگے باب الرخصۃ فی ذلک، کا ترجمہ قائم کر کے استدبار قبلہ کا جواز ثابت کیا ہے، اسی طرح ترجمہ ہے ”بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا“ اس میں حضرت ابو حذیفۃؓ کی روایت ”اق سباطة قوم فبال قائمًا“ ذکر کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی بحث ثابت کی ہے جو امام احمدؓ کا مسلک ہے، حالانکہ ان کے علاوہ جمہور علماء کے نزدیک بغیر عذر کے مکروہ ہے او خفیہ کے نزدیک مکروہ تحریکی ہے، اور یہاں دوسری مشہور حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تاکید نکلتی ہے، بلکہ اس کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے، اسی طرح باب قائم کیا ہے ”بَابُ فِي تَرْكِ الْوَضُوءِ مَا مَسَتِ النَّارِ“ اور اس سے اکلاب باندھا ہے، باب التشدید فی ذلک یعنی آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کرنا واجب ہے امام ابو داؤدؓ نے پہلے ترجمہ الباب سے اشارہ کیا ہے اس بات کی طرف کہ حضرت جابرؓؓ کی حدیث ”کَانَ أَخْرَى الْأَمْرِينَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوَضُوءِ مَا غَيْرَتِ النَّارَ“ کو جمہور نے ناسخ قرار دیا ہے لیکن چونکہ اس حدیث کو مسئلہ وضوء من الحم الابل میں بھی جنابہ کے خلاف ائمۃ ثلاثت نے ناسخ قرار دیا ہے، اسی لئے امام ابو داؤدؓ نے باب التشدید فی ذلک کا باب قائم کر کے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ترک الوضوء مما غیرت النار“ حدیث جابرؓؓ سے منسوخ نہیں بلکہ

اس کے فتح کیلئے دوسرے دلائل موجود ہیں، اور مثلاً باب قائم کیا ہے باب فی القطع فی  
العاریۃ اذا جحدت، اس میں مصنف نے امام احمدؓ کے مسلک کی پوری  
تائید کی ہے، اس لئے کہ امام احمدؓ کے نزدیک جمہور کے خلاف خائن خیانت کرے تو اس  
کا ہاتھ کاٹا جائے گا، حالانکہ اس سے پہلے ہی باب میں ”لیس علی المخائن قطع“  
والی روایت کو ذکر کیا ہے جس سے انکہ ثلات کا استدلال ہے، اسی طرح انہوں نے  
ترجمہ قائم کیا ہے باب الوضوء بفضل طهور المرأة تھے۔ اس کے بعد ترجمہ باندھا ہے۔  
باب النهي عن ذلك، انہم اربعہ میں سے یہ صرف امام احمدؓ کا مذہب ہے کہ عورت کے  
غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال مرد کیلئے ناجائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب  
عورت پانی میں ہاتھ ڈال دے اور اس کو استعمال کر لے تو بقیہ پانی مرد کے لئے  
مستعمل ہو گیا تھے۔

غرض یہ ہے کہ اس طرح اگر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو پوری طرح سے امام  
موصوف کا حنبلی المسلک ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

تصنیفات | سنن، مرا رسیل، الرد علی القدریۃ، الناسخ والمنسوخ، متفرد بہل الاصف  
فضائل الانصار، مسند مالک بن انسؑ، المسائل، معرفۃ الاوقات  
والاخوة وغیرہ، کتاب بدروالوی تھے، جس میں سب سے زیادہ اہم ان کی سن ہے جس  
پر مگر صفحات میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

سنن کازمانہ نالیف | کہیں متعین طور سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس سن

لے بذل جلد اصل ۱۷۳ تھے ایضاً ص ۱۵۰ تھے ایضاً ص ۱۵۵ تھے ایضاً جلد ۵ ص ۱۵۵

تھے تدریب ص ۷۷ تھے تہذیب التہذیب جلد اصل ۲۹

امام موصوف سنن کی تالیف سے فارغ ہوئے، لیکن ملا علی قاریؒ نے یہ نقل کیا ہے کہ جب سنن کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو لپنے اساتذہ امام احمدؓ وغیرہ کے ساتھ پیش کیا اور انہوں نے اس کو پسند فرمایا، اور امام احمدؓ کا سند وفات ۲۳۱ ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک تالیف سے فارغ ہو چکے تھے ہے۔

### سن ابو داؤد کی وجہ تالیف

امام ابو داؤدؓ نے جس زمانے میں محسوس کی، کہ فن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو جن سے ائمہ نے اپنے مذاہب پر استدلال کیا ہے، اس کی خاص وجہ تھی جیسا کہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے ضبط و حفظ میں پوری توجہ کی لیکن اس نے نہ تو مسائل کے استنباط کی طرف توجہ کی اور نہ ان خزانوں سے احکام نکالنے کی کوشش کرتی تھی، جو اس نے محفوظ کر رکھا تھا، اور اس کے مقابل ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور و فکر کی طرف رکھی تھی، یہاں تک کہ ناقلين حدیث کی پہلی جماعت جو قتوںے دینے سے بھی احتراز کرتی تھی، ان کا مقصد صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت کرنا تھا اور یہ حضرات ائمہ مجتہدین کی فقہی بائیکیوں سے ناواقف تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں سے بعد کے کچھ لوگوں نے ائمہ پر نقد شروع کر دیا جیسے حمیدی نے امام ابو حنیفہؓ پر اور احمد بن عبد اللہ الجعلی نے امام شافعیؓ پر سخت تنقید کی اور کہا کہ وہ قابل اعتماد ہیں لیکن انہیں حدیث سے واقفیت

نہیں ابو حاتم رازی نے کہا کہ "کان الشافعی فقیرہا ولم یکن له معرفة بالحدیث" اس لئے امام ابو داؤد خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب کے اندر مالک، توری، شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسی احادیث کو یک جا کر دیں جس سے فقہ اسلام کا ارشاد ہے، اور ان میں مرrocج ہیں، اور جن کو علماء بلاد نے احکام کی بناء قرار دیا، اس مقصد کے لئے امام ابو داؤد نے اپنی سنن کو تصنیف کیا، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ایک مجتہد کے لئے یہ کافی ہے، احکام کے استیعاب میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

**سنن کی مقبولیت** | اس لئے ہر زمانے میں علماء و فقهاء نے سنن ابی داؤد کی طرف پوری توجہ کی، یہاں تک کہ جب یہ کتاب لکھی

گئی اور مصنف نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو بہت زیادہ مقبول ہوئی، امام خطابی نے لکھا ہے کہ سنن ابی داؤد جیسی کتاب علم دین کے متعلق ابھی تک نہیں لکھی گئی، علماء ابن قیمؓ کی رائے ہے کہ امام موصوف نے ایسی کتاب لکھی ہے، جو مسلمانوں کے درمیان حکم ثابت ہوئی اور اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے بن گئی، بعض بزرگوں نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے سنن ابی داؤد پڑھنا چاہیئے، علماء نے مصنف کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا، تسلیم تسری رحمۃ اللہ علیہ جو اس زمانے کے اہل اللہ میں سے تھے، مصنفؓ کی زیارت کے لئے آئے تو امام موصوف نے

لئے محسن الیحی الحاجۃ لئے جو حۃ اللہ البالغہ جلد اٹھ ۳۵ تھے تدریب الرادی ص ۵۵

لئے تہذیب السنن

ان کے حکم سے اپنی زبان مبارک کو نکالا تو انہوں نے بوس لیا۔

**سنن ابی داؤد کا صحاح ستہ میں رتبہ** [اس کے بعد اب یہاں ہم کو دو حیثیت سے گفتگو کرنی ہے]

ایک تو یہ کہ تعلیم کے لحاظ سے صحاح ستہ کے درمیان اس کا گیا مقام ہے؟ دوسرے یہ کہ صحت کے اعتبار سے اس کا گیا درجہ ہے؟

**تعلیم کے اعتبار سے صحاح ستہ میں مقام** [تعلیم کے لحاظ سے اس کا مقام معلوم کرنے سے پہلے]

پہلے صحاح ستہ کے مقاصد ناظرین کے سامنے آجائیں تاکہ اس کی تعیین انسان ہو جائے، چونکہ صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اپنی کتابوں کا انتخاب کیا ہے، حضرت امام بخاریؓ کے پیش نظر طرق استنباط و استخراج مسائل ہے، جو ان کے تراجم ابواب سے ظاہر ہے اہل درس کا مشہور مقولہ ہے کہ ”بخاری کی ساری کمائی ان کے تراجم میں ہے“، اسی طرح امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث کو مختلف اسائید سے یکجا بیان کر دیا ہے، امام ابو داؤدؓ نے ائمہ کے مستدلات کو موضوع قرار دیا، امام ترمذیؓ کا مقصود بیان مذاہب اور امام نسائیؓ کی عرض علیٰ حدیث پر تنبیہ کرنا ہے، اب اسے ماجھ نے غیر معروف روایات کو بیان کرنا اپنے پیش نظر کھائے، اور پر کی گفتگو سے ہمارے سامنے ان کتابوں کے اعراض و مقاصد آگئے ہیں اس لئے مشکوٰۃ شریف کے بعد ترمذی شریف کی تعلیم دینی چاہیئے کیونکہ سب سے پہلے طالب علم کو ائمہ کے مذاہب معلوم ہونے چاہیئے، پھر مزید برآں ائمہ کے دلائل جانتے کی ضرورت ہے اس کے

لئے مقدمہ غایۃ المقصود ص ۲۷ و تذکرہ ۳۷ مأخذ ازالی مع ص ۲۷ بحوالہ تدریب

لئے سنن ابی داؤد کا فظیفہ ہے، پھر طرق استباط و طرز استدلال معلوم ہونا چاہئے اس کے لئے صحیح بخاری کا فظیفہ ہے، پھر اس کے بعد مزید تائید کے لئے مسلم شریف کو پڑھانا چاہئے، کیونکہ وہ صحیح احادیث کو مختلف اسانید سے یکجا روایت کرتے ہیں پھر علی حدیث جاننے کے لئے نسائی کا مقام ہے جہاں وہ ”هذا منکرو هذا صواب“ کہتے ہیں وہاں معرکہ پیش آ جاتا ہے، پھر کھرے و کھوٹے کے جاننے کے لئے سنن ابین ماجہ کا درج ہے، اس گفتگو سے اب یہ بالکل واضح ہو گیا کہ تعلیم کے لحاظ سے سنن ابو داؤد کا کیا درجہ ہے

**صحاح سنت میں صحت کے لحاظ سے مقام** | یہ بات متفق ہے کہ صحیحین  
کو سنن اربعہ صحت کے

لحاظ سے فضیلت حاصل ہے، لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے نسائی شریف کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کی تینیں احادیث سنن نسائی کی دلیل اور سنن ابی داؤد کی دو احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، اگرچہ علامہ موصوف نقد روایت میں تشدیمانے کے ہیں اور علماء نے اکثر کا جواب دیا ہے، لیکن اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑے گا، اسیلے بھی سنن اربعہ میں سنن ابی داؤد کو صحت کے لحاظ سے تقدم حاصل ہے، دوسری

لئے افادات حضرت الاستاذ مولانا عرف الشذی مولانا عزال نافعہ مولانا علام صدیق

وچہ یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں رجال کے تین طبقات قائم کئے ہیں، جس کے متعلق حاکم و بہتی نے لکھا ہے کہ انہوں نے صرف پہلے ہی طبقہ کی روایات کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، لیکن قاضی عیاض نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے، علامہ نوریؒ نے ان کے قول کی تحسین کی ہے، البتہ طبقہ ثالثہ کی روایات موجود نہیں ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے اپنی تقریر مسلم میں فرمایا ہے کہ طبقہ ثالثہ کی روایات کو بھی ضمناً واستشہداً بعض جگہ بیان کر دیا ہے، بہر کیف طبقہ اوپری و ثانیہ کی روایات مسلم شریف میں موجود ہیں، اس پر ابن سید الناسؓ نے لکھا ہے کہ امام ابو داؤد نے بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے گریز کیا ہے، اور جہاں کہیں ضعف شدید ہے تو اس کی وجہ بیان کر دی ہے، نیز قسم اول و ثانی کی روایات بکثرت اپنی کتاب میں لائے ہیں، پس معلوم ہوا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں، یعنی مسلم شریف میں صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایات موجود ہیں، کیونکہ امام ابو داؤد نے اپنے خط میں جواہل مکہ کے نام لکھا ہے، اس میں اپنے شرائط کی صراحت کر دی ہے، امام زین العارقی نے اس کو تسلیم نہیں کیا کہ ان دونوں کے شرائط ایک ہیں، کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے، ان کی کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے نزدیک حسن ہے، اس لئے کہ حدیث حسن کا درجہ صحیح سے نیچا ہے، اور امام ابو داؤدؓ کا مشہور قول ہے کہ ماسکت عنہ فہر صالتؔ جس حدیث سے میں سکوت اختیار کروں وہ قابل استدلال ہے، اس میں حسن و صحیح دونوں کا احتمال ہے، امام ابو داؤدؓ سے کہیں یہ منقول نہیں جس

کوئی صالح کہوں وہ صحیح ہی ہے، اس کے علاوہ امام زہریؓ کے تلامذہ کے پا پڑے طبقات ہیں امام مسلم نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو اصالۃ ذکر کیا ہے، اور شالشہ کی ضمہنی اور امام ابو داؤد طبقہ شالشہ کی روایات کو اصالۃ لائے ہیں۔ ان وجہ کی بنا پر سنن ابن داؤد کا مقام صحیح مسلم کے بعد ہی رکھا جائے گا، جیسا کہ علامہ نوویؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ترتیب قائم کی ہے، بخاری مسلم، پھر سنن ابن داؤد اس کے بعد نہیں۔ پھر ترمذی و ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

## سنن ابن داؤد کی خصوصیات

کتب ستہ کی علیحدہ علیحدہ کچھ خصوصیات ہیں، اس لئے کہ ہر کتاب کے مصنف نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کی کتاب میں کوئی نئی اور کار آمد بات ایسی ہو جو دوسری کتابوں سے اس کو ممتاز کر دے، اس کی تفصیل ہر ایک کے حالات کے ساتھ کی جائے گی فی الحال ہمارے پیش نظر سنن ابن داؤد کی خصوصیات کو بیان کرنا ہے، پورا مضمون اور بالخصوص یہ حصہ حضرت الاستاد مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کے افادات سے مخذل ہے، جو بنی الجہود کی تصنیف میں شروع سے اخیر تک شریک ہے ہیں، اور مزید برآں پہنچیں ۳۵ سال تک سنن ابن داؤد کا درس دیا ہے (۱) مصنف کبھی ایک ہی سند میں مختلف اسانید کو بیان کر دیتے ہیں، اسی طرح کبھی ایک تن میں مختلف متون کو اکٹھا کر دیتے ہیں، پھر ان میں سے ہر حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان فرماتے ہیں، جیسے مسدود بن مسروہ نے حماد بن زید و عبد اللہ دونوں ہی سے روایت کیا ہے، تو مصنف نے دونوں کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ

۱۔ تدریب ص ۵۶ و شروط الائمه ص ۴۷ ۲۔ تدریب ص ۱۷ ۳۔ مقدمہ لامع ص ۲۲

”عن وارث وعن حماد“ کہہ کر بیان کر دیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں کے الفاظ کا اختلاف ظاہر ہو جائے، اور یہ دونوں ہی مسند کے استاد ہیں۔

حضرت نگوہی کا ارشاد ہے کہ ان کے اصول میں سے یہ ہے کہ جب کسی راوی کے الفاظ میں کوئی زیادتی یا کمی یا تغیر واقع ہوتا ہے یا راوی کا کوئی وصف وغیرہ بیان کرنا چاہتے ہیں، تو اس کو دوسری روایت سے عیینہ کر دیتے ہیں اور جلد معتبر مسند کے طور پر اشنا سے سند یا اشنا کے مبنی یا آخر سند میں اسی کو بیان کرتے ہیں، اسی طرح جب دو سناد ایک راوی پر جمع ہو جاتی ہیں تو اگر ایک نے حدث کے ساتھ روایت کیا اور دوسرے نے غنونے سے تو پہلے حدثنا والی روایت کو مقدم کرتے ہیں، اور غنونے کو مؤخر کرتے ہیں۔

۷ (۱) اسی طرح امام موصوف نے فرمایا ہے کہ وہ حدیث طویل کو کبھی مختصر بیان کرتے ہیں، ابیونکہ اگر پوری حدیث ذکر کر دی جائے تو بعض سننے والے اس کی نقابت کو سمجھنہ نہ سکیں گے۔

۸ (۲) انہوں نے فرمایا ہے کہ جب وہ دو یا تین حدثیں ایک باب میں ذکر کرتے ہیں تو ان کا مقصد کسی خاص نقطہ نظر کو بیان کرنا ہوتا ہے، جو پہلی روایت میں موجود نہیں یا سی روایت میں کسی خاص حیثیت سے مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے تو متعدد احادیث کو ایک باب کے تحت لاتے ہیں ورنہ اختصار ہی سے کام لیتے ہیں۔

۹ (۳) انہوں نے فرمایا ہے کہ صرف تیرہ جگہیں ہیں جہاں اقدم کی روایت کو حفظ کی روایت پر مقدم کیا ہے۔

لے بذل جلد اصنف ۳ ۳۶۰ ماخوذ از تقریر نگوہی

(۵) اسی طرح کبھی ایک ترجمہ کے تحت مختلف رولیات کو جمع کر دیتے ہیں جیسے کہ باب کراہۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ میں استدبار عند الحاجۃ کی روایت بھی لائے ہیں۔

(۶) اور کبھی ترجمۃ الباب اس طور پر قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی شامل ہیں جیسے ترجمہ لائے ہیں باب المواضع الستی منہی عن البول فیہا، حالانکہ حدیث کے اندر کہیں بول کا تذکرہ نہیں ہے، صرف براز کا تذکرہ موجود ہے لیکن یونکہ دونوں لازم و ملزم ہیں اس لئے ترجمہ کے الفاظ سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ دونوں کے اندر علت گمانگت ایک ہے، براز کے ساتھ بول بھی شامل ہے۔

(۷) اسی طرح امام موصوف کی سنن میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے جب کہ سندر عالی کی محدثین کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت ہے، چنانچہ امام بخاریؓ کی ثلاثیات بہت مشہور ہیں اور انہیں ان کی کتاب کا ایک اہم باب سمجھا جاتا ہے، وہ حدیث کتاب السنۃ باب الحوض کی آخری حدیث ہے، جو ربعی ہے، مگر درحقیقت ثلاثی کے حکم میں ہے

(۸) امام ابو داؤدؓ نے جس فضایں آنکھیں کھولیں، دو لیٹ عبا یہ اپنے شباب پر تھی، اسلامی تہذیب و ثقافت کے آب صاف میں ایرانی تہذیب و ثقافت کی کثافت مل کر اسے گدلا کر رہی تھی، امام صاحب نے کوشش کی کہ امت اسلامیہ کی اثرات سے محفوظ رہے، اس مقصد کے پیش نظر اپنی سنن میں کتاب الاداب کو ایک ممتاز درجہ دیدیا۔

**تعداد روایات** امام ابو داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو کا اپنی کتاب میں انتخاب کیا ہے، مزید برآں پھر سو مراسیل بھی ہیں، نیز امام شافعیؓ کے سوا مرسلا حدیث جمہور کے نزدیک قابل جست ہے، امام ابو داؤدؓ کے استاد امام احمد بن حنبلؓ کا بھی یہی مسلک ہے۔

**صرف چار احادیث انسان کے دین کیلئے کافی ہیں** امام ابو داؤدؓ

نے اتنی روایات میں سے صرف چار کا انتخاب فرمایا کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کیلئے صرف یہ حدیثیں کافی ہیں۔

(۱) **انها الاعمال بالنيات** (تمام اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار صحن نیتوں پر ہے)

(۲) **من حسن اسلام المرء تركه مالا يعينه** (انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے) -

(۳) **لا يكون المؤمن م مؤمنا حتى يمرضي لاخيه ما يرضي لنفسه** مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۴) **الحلال بين والحرام بين** آنحضرتؐ۔ (حلال و حرام واضح ہیں، مگر ان کے درمیان بعض مشتبہ و مشکوک چیزیں بھی ہیں، جو ان سے بچے گا، وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھ سکے گا)۔

لئے ماذراز افادات استاد محترم مولانا محمد اسحاقی صاحب مظلہؑ

اگرچہ حافظ ابن حجرؓ نے النصح نکل مسلم والی روایت کے متعلق کہا ہے کہ چار بنیادی حدیثوں میں سے اس کو بھی شمار کیا گیا ہے، اور اس کی تائید میں امام احمد بن حماد کا قول پیش کیا ہے۔ لیکن علامہ نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کو چار احادیث میں ایک شمار کیا ہے، ان کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ فی الواقع یہ توسیب کی جامع ہے اور اس پر اسلام کا مدار ہے، الغرض امام ابو داؤدؓ نے ان چار حدیثوں کو انسان کے دین کے لئے کافی بتایا ہے، واقعہ ہے کہ اگر خور سے دیکھا جائے تو یہ زندگی کے سارے معاملات پر حاوی ہیں، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے مشہورات و قواعد کلیہ جانتے کے بعد جزئیات دین کو معلوم کرنے کے لئے کسی مجتہد کی ضرورت باقی نہیں رہتی، چونکہ حدیث اول عبادات کی درستگی کے لئے کافی ہے، اور حدیث ثانی سے عمر عزیز کے اوقات کی محافظت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، تیسرا حدیث سے حقوق کی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اپنے رشتہ داروں اور پڑویسوں و متعارفین اور اہل معاملہ کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے، اور چوتھی حدیث ایسے مسائل میں جس میں علماء کوشک و تردید ہے ایک واضح راستہ پیش کرتی ہے غرض یہ کہ یہ چاروں حدیثیں ایک عاقل آدمی کے لئے استاد و شیخ کا درجہ رکھتی ہیں، لیکن فی الواقع امام ابو داؤدؓ سے پہلے امام عظیم الوضنیؒ نے اپنے صاحبزادہ حمادؓ سے فرمایا تھا کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے پانچ احادیث کا انتخاب کیا ہے، اور جو تو وہی ہیں جن کو امام ابو داؤدؓ نے بیان کیا، اور پانچیں حدیث یہ ہے المُسْلِمُ مَنْ سَلَمَ الْمُسْلِمُونَ مَنْ لَسَانَهُ وَيَدَهُ أَكْبَحَ.

چونکہ امام ابو داؤد حضرت امام البیهیفہ کے فضل و اامت کے قائل ہیں، چنانچہ ان کا مشور قول ہے: رحم اللہ ابا حنیفة انہ کان اماماً ، اللہ رحم کرے ابو حنیفہ پر وہ امام تھے، ابن عبد البر نے الانتقام میں اس کو نقل کیا ہے، اس لئے زیادہ قرین قیاس ہے کہ امام ابو داؤد نے امام صاحبؑ کے قول کو پہنچانے سامنے رکھ کر ان چار حدیثوں کا انتخاب فرمایا ہو۔

### ما سکت عنہ ابو داؤد کی حیثیت

ہی معرکہ آلات اڑا رہے جن احادیث پر امام موصوف سکوت اختیار فرمائیں ان کی حیثیت کیا ہو گی کیونکہ انہوں نے دعوے کیا ہے کہ مالم یذ کرفیہ شیئا فہو صالح۔ جس کے باعثے میں وہ سکوت اختیار کریں وہ صالح ہے، یعنی قابل استدلال ہے، اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ البستان میں صحت کے اعتبار سے تفاوت ہے، بعض بعض کے مقابل میں زیادہ صحیح ہیں، اب قابل استدلال ہونے میں حسن و صحیح دونوں ہی کا احتمال ہے، لیکن اختیاط اسی میں ہے کہ حسن ہی قرار دیا جائے، علامہ نوویؒ کافیصلہ یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ قابل اعتماد محدثین نے بھی سکوت فرمایا ہو، قاضی شوکانی نے نقل کیا ہے کہ علامہ نوویؒ و ابن صلاحؒ وغیرہ حفاظ حدیث نے جن احادیث پر ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے عمل کرنا جائز بتایا ہے، البسط علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کلگر کسی جگہ صحت و حسن کے خلاف کوئی چیز مطے کی تو پھر ہم اس پر عمل ترک کر دیں گے اور شیخ ابن صلاح نے کہا کہ جو حدیث ہم ان کی کتاب میں مطلقاً بغیر فیصلہ کے پائیں گے اور اس کی صحت بھی ہمیں معلوم نہیں تو ایسی صورت میں سیکھ جائے گا کہ یہ امام

موصوف کے نزدیک حسن ہے، کیونکہ جس سے امام ابو داؤد نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک حسن صحیح دونوں کا احتمال رکھتی ہے، لیکن ابن مسندہ کی رائے یہ ہے کہ ابو داؤد کو جب کسی باب میں ضعیف حدیث کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں ملی تو اسی کو لائے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی رائے سے زیادہ قوی ہے، ان کے استاد امام احمدؓ کا بھی یہی مسلک تھا کہ لوگوں کی رائے سے زیادہ عزیز حدیث ہے خواہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو، وہ قیاس کا راستہ اس وقت تلاش کرتے تھے، جب کہیں کوئی نص نہ مل سکتے، علامہ ابن قیمؓ فرماتے ہیں کہ امام احمدؓ کے نزدیک رائے کے مقابل میں حدیث ضعیف کے عزیز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روایت باطل و منکر نہ ہوا اور اس میں کوئی ایسا راوی نہ پایا جائے کہ جس سے روایت جائز ہی نہیں اور فی الواقع ایسی ضعیف حدیث سے استدلال تو امام ابو حنیفؓ و مالک و شافعیؓ بھی کرتے ہیں، اسی لئے بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ امام ابو داؤدؓ کے قول "فما سکت عنہ فہو صائم" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث استشهاد و اعتبار کے مقابل ہے، اس کو دوسری حدیث کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے، پھر ایسی صورت میں حدیث ضعیف بھی شامل ہو جائے گی۔ مگر علامہ ابن کثیر نے امام ابو داؤد کا قول صریح نقل کیا ہے۔ ماسکت عنہ فہو حسن، جس سے میں نے سکوت اختیار کیا ہے وہ حسن ہے، اس لئے اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو پھر کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔ قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ منذری نے پوری توجہ ان احادیث کے نقد کے بارے میں کی ہے، جو سنن ابی داؤد کے اندر مذکور ہیں اور بہت سی مسکوت عنہ احادیث

کا ضعف بھی بیان کر دیا ہے۔ پس وہ احادیث اس سے خارج تھی جائیں گی اور بقیہ پر عمل کیا جائے گا، پس جب یہ دونوں ہی سکوت اختیار کریں پھر بلاشبہ وہ حدیث قابل استدلال ہو گی، لیکن چند عکسیں مستثنی ہیں جن میں اپنی اس شرح میں بیان کر دی گئیں۔ اسی طرح علامہ ابن قیمؓ نے بھی چند احادیث پر نقد کیا ہے، اس لئے بعض حضرات کا خیال ہے کہ سنن ابی داؤدؓ کی وہ احادیث قابل استدلال ہوں گی جن پر منذری و ابن قیمؓ دونوں ہی نے سکوت کیا ہو، لیکن سنن ابی داؤد کا مطالعہ کرنے کے بعد میرا یہ خیال ہے کہ بیشک منذری و ابن قیم کی نقد کردہ احادیث کے علاوہ بھی بہت سی حدیثوں کو جن پر ان حضرات نے سکوت کیا ہے، کہا جا سکتا ہے کہ وہ قابل استدلال ہیں، مگر ان سب کے باوجود یہی بعض احادیث ایسی بھی ملتی ہیں کہ جن پر ان سب نے سکوت اختیار کیا ہے اور فی الواقع وہ ضعاف ہیں، مثال کے طور پر یعنی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رأیت ابن عمرؓ انا ناخ راحلته۔ المخشع۔ اس کے بارے میں امام ابو داؤدؓ نے سکوت اختیار کیا ہے، اسی طرح منذری نے تحریج میں اور ابن قیم نے بھی اس میں سکوت فرمایا ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا، حافظ نے بھی تکھیص الجیز میں اس کے متعلق سکوت اختیار کیا، البتہ فتح الباری میں صرف اتنا فرماتے ہیں کہ اس کی تحریج ابو داؤد اور حاکم نے حسن سند سے کی ہے، لیکن ان حضرات کے سکوت پر ترجب ہے، کیونکہ اس کے راوی حسن بن ذکوان کی بہت سے محدثین نے تضییغ کی ہے ابن ابی الدنيا نے کہا کہ لیس هو القوی عمندی، وہ میرے نزدیک قوی نہیں ہے و قال احمد احادیثہ، أبا طیل، اور امام احمدؓ فرماتے ہیں کہ اس

کی حدیثیں باطل ہیں، اور حنفی بن سعید اور ابو حاتم نے اس کو ضعیف کہا اور ابو حاتم ونسانی کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے، عبد الرحمن اس سے کبھی روایت نہیں کرتے ہیں پس ان وجہ کی بنابر میرا یہ خیال ہے کہ جن پر یہ سب حضرات سکوت فرمائیں اس کی مزید تحقیق و ججوکی ضرورت ہے، اور اس کے بعد ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

**سنن ابن داؤد پر ابن جوزی کی تفہید** | علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ سنن ابن داؤد کی نوادری نوادریں

ایسی ہیں، جن کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے، لیکن علامہ موصوف نے چار روایات کا جواب القول الحسن فی الذب عن السنن میں دیا ہے۔ اور بقیہ کا تعقبات علی الم موضوعات میں مگر علامہ ابن جوزی نقدر روایات میں تشدد قرار دیئے گئے ہیں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی کتاب الم موضوعات میں بہت سی ایسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ ضعیف ہیں، علامہ ذہبی کی رائے ہے کہ ابن جوزی نے بہت سی قوی اور حسن روایات کو بھی کتاب الم موضوعات میں داخل کر دیا ہے میشخ الاسلام حافظ ابن جوزی نے فرمایا ہے کہ ابن جوزی کا نقدر روایات میں تشدد اور حاکم کے تسلیم نے ان دونوں کی کتابوں کے نفع کو مشکل بنادیا ہے اس لئے کہ ان دونوں کی کتابوں کی ہر حدیث میں تسلیم کا امکان ہے پس ناقل کو ان دونوں سے نقل میں احتیاط کی ضرورت ہے، مجرموں کی تقلید مناسب نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ علامہ موصوف کا ہر حدیث کے متعلق وضع کافیصلہ نامناسب

لے تدریب ص ۱۷۶ تدریب طبع قدیم ص ۱۷۶ سہ التعقبات علی المؤنوسات تمت

ہے، امام ابو داؤد نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اپنی سنن میں جس کو میں نے لکھا ہے کوئی روایت متروک الحدیث راوی سے نہیں لی ہے، اور اگر کہیں حدیث منکر ہے تو میں نے اس کو بیان کر دیا ہے، اسی طرح اگر کسی حدیث میں ضعف شدید ہے تو اس کی بھی وضاحت کر دی ہے، امام موصوف نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی ایسی حدیث نہیں درج کی ہے، جس کے ترک پر سب کا اجماع ہے، امام خطابی جو سنن ابن داؤد کے شارح بھی ہیں ان کا ارشاد ہے کہ اس کتاب میں حسن و صلح و دلوں طرح کی روایات ہیں، باقی سیقم روایات تو اس کے متعدد طبقات ہیں، جن میں سب سے بڑا طبق موضوع احادیث کا ہے، پھر مغلوب کا اور اس سے کم ترجیح کا درج ہے، لیکن ابو داؤد کی کتاب ان سب سے خالی ہے بلکہ ان کے وجود سے پاک ہے۔

سنن کے نسخ سنن ابن داؤد کو متعدد حضرات نے امام موصوف سے روایت کیا ہے لیکن ان میں چار حضرات کے نسخہ زیادہ مشہور و معروف

ہیں ۶

(۱) ابو علی محمد بن احمد بن عمر و لوثی المتنوفی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ، ہندوستان و بلاد مشترقہ میں اس کو زیادہ شہرت ہے۔ لوثی کے نسخہ کو اس حیثیت سے ترجیح حاصل ہے کہ کرانہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۴ھ میں کیا ہے، جب کہ امام ابو داؤد نے اس کی آخری اصلاح کرنی تھی، کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ رشوال کو امام موصوف نے سفر آخرت اختیار کیا ہے۔

(۲) ابو بکر محمد بن عبد الرزاق بن داسہ المتنوفی رحمۃ اللہ علیہ کا نسخہ، ابن داسہ اور لوثی

کے نسخوں میں گورنریت کے اعتبار سے کچھ تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے لیکن تعداد احادیث کے لحاظ سے یہ نسخے قریب قریب ہیں البتہ احادیث پر امام ابو داؤد نے جو کلام کیا ہے وہ بعض نسخوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہے۔

(۳) حافظ ابو علی اسحق بن موسیٰ بن سعید رملی المتنی ۲۳۴ کا نسخہ، یہ ابن واسه کے نسخے کے قریب قریب ہے۔

(۴) حافظ ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد المعروف بہ ابن الاعرابی المتنی ۲۳۵ کا نسخہ، ان کے نسخوں میں کچھ حدیثیں کم ہیں، اس میں کتاب الفتن والملائم اور بعض اور ابواب ساقط ہیں۔

## سنن ابی داؤد کی شروح

سنن ابی داؤد کی اہمیت اور اس کی افادیت کے پیش نظر علماء و محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا، اس کی متعدد مشریعیں اور حواشی و متخذات لکھے گئے، حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً یائیں شروح و حواشی کا لپیٹ افادات میں ذکر فرمایا ہے، طوالت کے سبب ان کا تفصیلی تعارف کرنا یہاں مشکل ہے، البتہ چند مشہور و متداوی شروح و حواشی یہ ہیں، معالم سنن للخطابی، مرقات الصعود للسیوطی اس کی تلخیص علامہ دہنی نے کی ہے جو درجات مرقات الصعود کے نام سے مشہور اور راجح ہے، الجبی اللمندری و تہذیب السنن لابن القیم غایۃ المقصود لشیخ شمس الحق ابی الطیب العظیم آبادی، لیکن اس کا جزو اول ہی صرف طبع ہو سکا ہے، اور اس کی تلخیص ان کے بھائی شیخ محمد اشرف نے کی

لہ مقدم غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد صے و افادات حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ

ہے، لیکن آخر کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف ہی نے اپنی شرح کی تلخیص کی ہے یہ عوْنَ الْمَعْبُودِ کے نام سے چار جلدوں میں چھپ گئی ہے، فتح الودود لسندی، والتعليق<sup>ف</sup> المعبود للشيخ فخر الحسن گنگو ہی، بذل المجهود یہ شرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی ہے، جو اہل علم میں مشہور و معروف ہے، المثل الغذ<sup>ل</sup> المورود، یہ جدید رشرح ججاز سے آئی ہے جو نہایت مبسوط ہے، دس جلدوں میں کتاب الحج باب التلبید تک مؤلف پہنچے تھے کہ ان کا سانحہ ارتحال پیش آگیا، اور یہ شرح ناتمام ہ گئی۔



# امام ترمذیؓ

نام و نسب | محمد نام اور ابو علیسی کنیت ہے، قبیلہ بنو سالم سے تعلق رکھتے تھے  
آپ کا پورا نسب یوس بیان کیا جاتا ہے:- محمد بن علیسی بن سورہ  
ابن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی۔

(لیکن ہم عاقنی نے ان کے نسب نام میں بوغی کے بجائے شداد لکھا ہے)

بوغی۔ قریب بوغی کی جانب مسوب ہے، اور بعض روایتوں کے مطابق امام  
ترمذیؓ اسی میں آسودہ خواب ہیں، یہ ترمذ سے چھو فرسخ کی مسافت پر واقع ہے۔  
پیدائش و وفات | امام موصوف ﷺ میں مقام ترمذی میں پیدا ہوئے،  
یہ ترمذ ایک قدیم شہر ہے جو دیارے حیون کے ساحل  
پر واقع ہے، اس کا تنظظاً ترمذ اور ترمذیوں طریقوں سے ہے، لیکن اہل درس کے  
میہاں ترمذ (بالکسر) ہی مشہور ہے۔

آپ کا استقال مشہور روایت کے مطابق ﷺ میں بیس ہوا۔ آپ

لئے کتاب الانساب ص ۲۹۷ تھے مجموعہ المدائن جلد ۲ ص ۳۸۲ تھے مرقاۃ جلد ۱ ص ۲۱۲

## نے نشتر سال کی عمر پانی تھی یہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جس دُور میں پیدا ہوئے اس زمانے میں علم حدیث شہرت کے درجے کو پہنچ چکا تھا، بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے تو مکری حیثیت رکھتے تھے، اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی مندرجہ علم بچھپکی تھی۔ امام موصوف نے جوہنی شور کی آنکھیں کھولیں، انہیں علم حدیث کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہو گیا، چنانچہ انہوں نے اس کے حصول کے لئے مختلف حصوں، علاقوں اور مکلوں کا سفر کیا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”طاف البلاد و سمه خلقا من المخراasanین والعرaciین والجاذبین۔“

**شیوخ** امام ترمذی نے اپنے زمانے کے ہر خمن حدیث سے استفادہ کیا اس لئے ان کے شیوخ کا استقصاص دشوار ہے، علامہ ذہبی نے بخاری، مسلم، علی بن حجر مرزوqi، ہناد بن سری، قبیلہ بن سعید، محمد بن بشار وغیرہ کو ان کے اساندہ میں شمار کیا ہے، امام ابو داؤدؓ بھی ان کے شیوخ میں سے ہیں، البته امام احمد سے سماع ثابت نہیں۔

آپ کے شیوخ میں ایسے حضرات بھی ہیں جن سے اکثر اصحاب صحاح نے اتفاق ہیا ہے، علامہ موصوف فرماتے ہیں : ”امام مسلم“ اگرچہ امام ترمذی کے استاد ہیں مگر پوری کتاب میں صرف ایک روایت ان سے مردی ہے اور وہ روایت ”احصواهلال شعبان رمضان“ والی ہے اگرچہ اس کی حیثیت ایسی ہے کہ جیسے لپنے کسی معاصر سے روایت کی جاتی ہے، کیونکہ دونوں کے بہت سے شیوخ میں اشتراک ہے۔

نے اتحاف النبلاء ص ۲۸۴-۲۸۵ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۲۸۸-۲۸۹ تہذیب جلد ۱۰ ص ۲۰۷

امام بخاری سے امام موصوف کو زیادہ استفادہ کا موقع ملا، علامہ ذہبی فرماتے ہیں  
”تفقہ فی الحدیث بالبخاری۔“ یہاں تک کہ امام بخاری کے مائی ناز تلامذہ میں ان  
کا شمار ہے، حاکم نے موسیٰ بن علکت کا یہ مقولہ نقل کیا ہے: ”مات البخاری فلم  
يختلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزهد۔“

خداماً مِنْ بخاريَّ كُوچھی اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا، انہوں نے ان کے کمال علم کی  
ان الفاظ میں سند عطا فرمائی تھی: ”ما انتفعت بلکَ اکثر ممَا انتفعت بِنِي۔“

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمین  
شاگرد جب استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف جاتی ہے۔“

امام بخاری نے دو حدیثیں امام موصوف سے روایت کی ہیں:-

(۱) *كتاب التفسير* میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ”فی قول اللہ  
عز وجل ما قط عتم“ کے تحت۔

(۲) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ”یا علی! لا يحل لآحد اد  
یجنب فی هذالمسجد غیری وغیرکث فی باب مناقب علی“

اور ان دونوں کی تخریج کے بعد فرمایا کہ سمع منی محمد بن اسماعیل گھ۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ترمذی شاگرد شید بخاری  
است دروش اور آئمہ ختنہ و از تسلیم وابی داؤد شیوخ ایشان نیز روایت دار دود ربعہ  
و کوفہ و واسطہ و رتے دخراسان و جائز سالہا در علم حدیث بسر برده“

لئے تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۳۸۹ م ۱۴۰۰ھ عرف الشذی ص ۲۸۹

لئے مقدمہ تحفہ م ۱۳۶ م ۱۴۰۰ھ بتان ص ۱۲۰

**تلامذہ** اور گزر چکا ہے کہ امام تخاریؑ کے انتقال کے بعد ابو عیسیٰ کے ہم پل خراسان میں کوئی محدث نہیں تھا، اس لئے ان کی ذات مرجح خلائق بن گئی ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیاۓ اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں، چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبد مروزی، ہشیم بن کلیت شاشی، ابوالعباس احمد محمد بن محبوب المروزی جنہوں نے جامع ترمذی کو امام موصوف سے روایت کیا ہے، احمد بن یوسف نسفی، عبدالبن محمد النسفی، محمد بن محمود اور داؤد بن نصر بن سهل بزوی وغیرہ۔

**حافظہ** حق تعالیٰ لاشانہ جب کسی سے کوئی ڈاکام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے، امام موصوف کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملاویے ہی خداداد قوت حفظ بھی عطا کی گئی تھی، ابوسعید ادریسی فرماتے ہیں کہ ابو عیسیٰ کی قوت حفظ بھی مثلاً ابیان کی جاتی تھی، ان کا ایک حریت انگریز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو چڑی کے بقدر بواسطہ حدیثیں سینیں اور قلم بند کیں جس اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد اس الشیخ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے شیخ مذکور سے ساعت حدیث کی درخواست کی، شیخ نے سانی شروع کیں اور امام ترمذیؓ سے فرمایا کہ لکھو، ترمذی بیاض لے کر بیٹھ گئے، مگر قلم میں روشنائی نہیں لی تھی یوں ہی بیاض پر قلم چلاتے رہے، شیخ کو شبہ ہوا کہ یہ لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ یوں ہی قلم چھیر رہے ہیں، اٹھ کر دیکھا تو بیاض سادہ تھی اب نہ خفا ہوئے اور فرمایا: تم مذاق کرتے ہو، امام ترمذی نے عرض کیا، آپ گھبرا یئے نہیں!

جتنی حدیثیں آپ نے سنائیں ہیں، سب مجھے یاد ہیں، سن لیجئے، چنانچہ تمام حدیثیں فرفر سنادیں، شیخ کو خیال ہوا کہ شاید یہ ان کو پہلے سے یاد تھیں، انہوں نے باور نہیں کیا، امام ترمذیؓ نے عرض کیا، آپ دوسری حدیثیں سنائیے میں ان کو بھی سنادوں کا چنانچہ شیخ نے اپنے غربت الحدیث سے چالیس حدیثیں سنائیں جس کو امام ترمذیؓ نے فوراً دہرا دیا، تب شیخ کو ان کی قوت حافظہ کا یقین ہوا۔

زہد و تقویٰ | حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؓ ہلوی لکھتے ہیں: ”تُورع و زہد بجدے داشت کہ فوق آن متصور نیست بخوف اُتھی بسیار گریہ وزاری کرد و فانیدا شد“، یعنی زہد و تقویٰ کے درجہ کا حاصل تھا کہ اس سے زیادہ کا متصور ہی نہیں کیا جاسکتا، اور خوف اُتھی سے بکثرت گریہ وزاری کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، بعض حضرات کی رائے ہے کہ وہ مادرزاد اندھے پیدا ہوئے تھے، لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔

تبیہ | اشروع میں بتایا جا چکا ہے کہ امام موصوف کا نام محمدؐ اور کنیت ابو عیسیٰ تھی، لیکن انہوں نے اپنے نام کے بجائے اپنی کنیت زیادہ استعمال کی ہے، جیسے فرماتے ہیں: - قال ابو عیسیٰ آخَ - مگر بعض علماء نے اسے مکروہ سمجھا ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ترجیۃ الباب لائے ہیں: ”بَابٌ مَا يَكْرَهُ لِلرِّجُلِ اَنْ يَلْقَنَ بَأْبَيِ عَيْسَى“ اور باب کے تحت کی روایت سے کراہت ثابت ہے، لیکن اس کے برخلاف امام ابو داؤدؓ نے کتاب الاداب میں اس کا جواز ثابت کیا ہے، ”بَابٌ مَا يَلْقَنَ بَأْبَيِ عَيْسَى“ اسلیے علماء نے جن روایتوں سے کراہت ثابت کی ہے ان سب کا جواب ذیا۔

**ایک مغالطہ کا زالہ** ترمذی کے نام سے ائمہ میں تین حضرات مشہور ہیں، اسی لئے اکثر لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے، حالانکہ

درجات مختلف ہیں۔

(۱) امام ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن ہیں۔

(۲) ابو الحسن احمد بن حسن ہیں، یہ ترمذی کبیر کے لقب سے مشہور ہیں، اور امام احمد کے تلامذہ میں سے ہیں، نیز امام ترمذی صاحب سنن و امام بخاری و ابن ماجہ میں کے شیوخ ہیں۔

(۳) حکیم ترمذی صاحب "نوادرالاصول" ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان میں فرماتے ہیں کہ نواور کی اکثر روایات ضعاف اور غیر معتبر ہیں۔

**تصانیف** امام ترمذی نے بکثرت تصانیف کی ہیں، آپ کو فقد اور تفسیر پچھی کافی دستگاہ حاصل تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے، ان کی مختلف کتابوں کا ذکر ہے (۱) العقل (۲) المفرد (۳) التاریخ (۴) الرزہ (۵) الشامل (۶) الامار و الکتبی، البتہ ابن ندیم نے کتاب التاریخ کا اضافہ کیا ہے۔ اس میں شامل و علی صفحی لہ بستان الحدیثین من ۲۷۰ علماء شامل ہیں مصنف نے چار متعدد میں جمع کی ہیں، اور چھ پہنچ بابوں پر منقسم ہے، آئی مختلف لوگوں نے شرطیں لکھی ہیں (۱) جمیع الوسائل، ملا علی قارئی (۲) مواہب لدنیہ للمنادی شیخ ابراہیم بیجوری اور زدانا احمد علی صاحب کا حاشیہ زیادہ مقبول ہیں، اور ان سب شروح اور دیگر کتب احادیث کی شروح کا خلاصہ حضرت شیخ الحدیث مولانا تموز کریما صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شامل کے ترجمہ خصائص نبوی کے حاشیہ پر جمع کر دیا ہے۔ سچے تدریب من ۲۷۰ تک فہرست مفت

دونوں مطبوعہ ہیں، البتہ علیٰ کبریٰ نایاب ہے، انہوں نے علل پر بھی دو کتابیں لکھی ہیں۔  
**جامع الترمذی** | حدیث کی جس کتاب میں آٹھ قسم کے مضامین بیان کئے جائیں اس کو جامع کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اور وہ آٹھ قسم کے مضامین جامع یہ ہیں:-

(۱) سیر (۲) آداب (۳) تفسیر (۴) عقائد (۵) فتن و (۶) احکام (۷) اشراط (۸) لقب  
 اور چونکہ "ترمذی" ان آٹھوں قسم کے مضامین پر مشتمل ہے، اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فہری کا اعتبار سے بکثرت احکام کی حدیثیں لائے ہیں، اس لئے سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے، چنانچہ پہلے کتاب الطهارت لاتے ہیں اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ پھر زکوٰۃ و صوم وغیرہ۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حاکم و خطیب نے بھی اسے الجامع کہا ہے، مگر ترمذی کو حاکم کا صحیح کہنا اور تسانی و ترمذیؒ کو خطیب کا صحیح کہنا فی الواقع ان کے زدیک تساہل ہے۔

یکن فی الواقع اس کو تساہل قرار دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ اعتبار اغلب کے صحیح کہا جاسکتا ہے جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اغلبیت کے ہے، نیز امام ترمذیؒ نے بھی اس کو "صحیح" فرماتے ہیں اچنانچہ لکھتے ہیں:- صنفت هذالمسند الصحیح (وکذا قال ابن کثیر فی تاریخہ)۔

**سنن ترمذی کے محاسن و فضائل** | امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے علماء رجیاز کے سامنے پیش کیا تو

نہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا، اور علامہ نزا آسان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بھی  
واد تحسین دی، پس جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس میں نبی کریم ﷺ کی صلی اللہ علیہ وسلم کفتوں  
فرما رہے ہیں۔

شیخ ابراہیم تھوڑی بھائی مشورہ ہر طالب حدیث کیلئے ہے کہ:- الجامع الصحيح  
کا مطالعہ کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کتاب حدیث و فقہی فوائد اور سلف و خلف کے مذاہب کی جامع  
ہے، پس یہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے بے نیاز کرنے والی ہے، میرے خیال میں مجتہد کیلئے تو  
کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کیلئے کافی نہیں چہرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتھیں: ”ترنی کی جامع  
ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے، بلکہ متعدد وجوہ سے حجیع حدیث سے احسن ہے۔  
(۱) اس میں حُسن ترتیب اور عدم تکرار ہے۔

(۲) فقہار کے مذاہب کا ذکر ہے، نیز ہر مذاہب والوں کے وجوہ استدلال بھی ہیں۔

(۳) حدیث کے انواع صحیح و حسن، ضعیف، غریب، مھمل وغیرہ بھی بیان کئے ہیں۔

(۴) اسی طرح راویوں کے اسماء والقاب اور ان کی کہنیتیں نیز دیگر فوائد جو علم  
رجال سے متعلق ہیں اس پر بھی خاصی کفتوں ہیں۔

شیخ ابن صلاح کا فیصلہ ہے:- کتاب ابو عیینی اصل فی معرفة الحسن۔  
حافظ محمد بن طاہر مقدسی نے ذکر کیا کہ امام ابو سعید ع عبد اللہ بن محمد انصاری کے  
سامنے ہرات میں امام ترمذیؒ اور ان کی کتاب کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی کتاب  
میرے نزدیک بخاری و مسلم سے زیادہ ا نفع ہے، کیونکہ بخاری و مسلم سے فائدہ صرف  
عالم قبور ہی اٹھا سکتا ہے اور ابو عیینی کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

## ترمذی کی غرض

ہر محدث نے جمع حدیث کیلئے اپنی کتاب میں کچھ خاص چیزیں  
بطور غرض و مقصد کے پیش نظر رکھی ہیں، امام ترمذی کا مقصود  
اعظم بیان مذاہب ہے، مخالستانہ لال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا۔  
”ابو علیسی ترمذی نے گویا شیخین کے طریقے کو جوابہام و تبین کا راستہ تھا اور اب واؤ“  
کی راہ جو فقہار کے مستدات کا بیان تھا اس کو نہایت عمدگی سے جمع کر کے پیش کیا بلکہ دلوٹ  
راستوں کو جمع کر دیا ہے اور مزید برائے صحابہ و تابعین و فقہار کے مذاہب کا اضافہ بھی کر دیا  
گیا ہے حقیقت میں انہوں نے بہت ہی جامع کتاب لکھی ہے، اسی طرح حدیث کے  
طرق کو بھی نہایت لطیف طریقے سے مختصر کیا ہے بس ایک حدیث کو ذکر کر دیا اور اسی  
باب میں اس کے مساوی طرف اشارہ کر دیا اور ہر حدیث کی حیثیت بیان کر دی کر آیا  
 صحیح ہے یا حسن ہے، ضعیف ہے یا منکرا و حدیث کے ضعف کو بھی بیان کیا تاکہ طالب  
حدیث کو بصیرت حاصل ہو جائے، قابل عمل اور ناقابل عمل میں انتیاز ہو جائے، پھر  
حدیث کا تسفیض و غریب ہونا بھی بیان کیا پھر صحابہ و فقہار امصار کے مذاہب بھی  
بیان کئے ہوئے۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا مقصود اعظم بیان مذاہب ہے،  
امام ترمذی کا صحابہ و تابعین کے مذاہب کو بیان کرنا احکام کی بہت سی کتابوں سے  
بے نیاز کر دیتا ہے، اسی طرح امام موصوف نے ان مذاہب کو بھی بیان کیا کوئی مرتک  
ہو چکے ہیں، جیسے امام اوزاعی، سفیان ثوری، اسحاق بن ابراہیم مرزوی وغیرہ کے  
مذاہب جس سے ترمذی کے واسطے کے بغیر واقفیت ناممکن ہے۔

**ترمذی کا مسلک** حضرت شاہ صاحب (مولانا انور شاہ تھیری) نے شافعی کہا ہے، لیکن جیسا کہ اور پرگز رچ کا ہے کہ امام بخاری کے خاص ترمذی میں سے ہیں، اس لئے ان پر بھی مجتہد ان زنگ غالب ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:- "وكان اهل الحديث قد ينسب الى احد اهل اهاب لكثرۃ موافقته۔"

یعنی محدثین کا کسی امام کی کثرت موافقت کی وجہ سے اسی مذهب کی طرف انتساب کیا جاتا ہے، مطلب یہ کہ انہوں نے ان کے اصول کے مطابق اجتہاد و اخراج مسائل کیا ہوا اگر کوئی جزوی اختلاف ہو جائے تو ایسا ممکن ہے اور اس طرح کا اختلاف مسلک شافعی میں داخل ہونے کے لئے قادر نہیں ہے، چنانچہ امام ترمذی نے بھی امام شافعی سے بعض مسائل میں اختلاف کیا جیسے باب تاخیر الظہر ف شدۃ المحرّ آس س طرح کی مخالفت ان کے مذهب شافعی کی طرف منسوب کرنے میں قادر نہیں، جب کہ اکثر مسائل میں ان کے مقلد ہیں، لیکن بعض حضرات نے امام ترمذی کی خاص اصطلاح "عند اصحابنا" سے استدلال کیا ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ "امام فرماتے ہیں:- "والعمل علی اہذا عند اصحابنا و عند الشافعی واحد واسحق"۔

اسی طرح "باب المحاكلہ" میں فرمایا:- "هو قول الشافعی واصحابنا" اس سے ثابت ہوا کہ وہ حنبلی و شافعی نہیں تھے، لیکن اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے محدثین ہی کی ایک جماعت ہراد ہے، چنانچہ شیخ سر آج اور علامہ سندھی دونوں

نے محدثین ہی کی جماعت مراد لیا ہے، تو اور پشاہ ولی اللہ صاحبؐ کا مقولہ گزر چکا ہے کہ محدثین کی جماعت کا کسی نہ کسی امام کی طرف انتساب تھا، اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذیؓ کا مسلک ”شافعی“ کی طرف انتساب کرنا درست ہے۔

امام ترمذیؓ کی جرح و تعدیل کی حیثیت آپؐ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ روایت پر پوری طرح جرح و تعدیل سے کام لیتے ہیں، کیونکہ اس فن میں انہیں رسوخ حاصل تھا، جیسا کہ ان کی کتاب ”اسنن اور“ کتاب العلل“ کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے لیکن روایت کی تحریک و تصحیح میں بعض جگہ ان سے تسابل واقع ہوا ہے۔

ملا علی قاریؓ نے کہا: ﴿عندك نوع من التساهل في التصحيح لا يضر له﴾ (امام ترمذیؓ تصحیح روایت میں تسابل واقع ہوئے ہیں لیکن فی الواقع یہ کچھ نقصان دہ نہیں،) اُنگے چل کر ملا علی قاریؓ فرماتے ہیں واطلق الحاکم والخطیب الصحة على ما جمع في سنن الترمذی۔ لیکن علامہ سیوطی نے حاکم اور خطیب کے فیصلہ کو بھی تسابل قرار دے دیا ہے۔

علامہ ذہبیؓ فرماتے ہیں: ﴿ترمذی کا درجہ ابو داؤد اور نسائی کے بعد رکھا جائے کا اس لئے کہ انہوں نے مصلوب و کلبی جیسے لوگوں کی روایات کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے﴾۔

اسی طرح علامہ موصوف نے کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی کے ترجمہ میں لکھا ہے: ﴿قال ابن معین ليس بشی و قال الشافعی رکن من اركان

الکذب و ضرب احمد علیٰ حدیثہ آئخ۔ اس کے باوجود امام ترمذی نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے وہ حدیث یہ ہے: "الصلح جائز بین المسلمين" اور اس کی تصحیح کی ہے، لہذا علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے، تیز اسی طرح تحریکی بن یکان کے ترجیہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے حالانکہ اس میں تین رواۃ ضعیف ہیں، وہ حدیث یہ ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبر الیل افالا سر جله سراج" ۷

اس روایت کے ذیل میں علامہ زبلقی فرماتے ہیں "امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے اس کو حدیث حسن کہا ہے حالانکہ ان کا یہ فیصلہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا مدارج حجاج بن ارطاة پر ہے اور یہ مدرس ہے اس نے سماع کا کہیں ذکر نہیں کیا، دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن قطان فرماتے ہیں کہ اس کے ایک راوی منہآل بن خلیفہ کی ابن معین نے تضعیف کی ہے، اور امام تخاری فرماتے ہیں "فیه نظر" ۸ اس سے ثابت ہوا کہ امام موصوف نقدر روایات میں متساہل واقع ہوئے ہیں، بہر حال ان کے فیصلہ تحقیق و تجویز کے بعد ہی عمل کیا جائے گا، لیکن ان کا متساہل حالت کے مخالف ہے۔

علامہ زبلقی فرماتے ہیں "قیل ان تصمیعہ (الحاکم) دون تصمیم الترمذی والدارقطنی بل تصمیح کتحسین الترمذی واحیاناً یکون دونہ" یعنی حاکم کی تصحیح ترمذی و دارقطنی کی تصحیح سے کم حیثیت رکھتی ہے بلکہ یہ ترمذی کتحسین کے درجہ پر رکھی جا سکتی ہے اور کبھی اس سے بھی کم حیثیت دی جائے گی ۹

## علماء ابن حزم کی تنقید کا جواب شان کے باوجود بھی بعض محدثین نے

ان پر تنقید کی ہے جس میں سب سے زیادہ حیرت انگیز علامہ ابن حزم کی تنقید ہے اور کہہ دیا کہ ”ترمذی مجہول ہیں“ جس کو جہوڑ محدثین نے رد کر دیا ہے، علامہ ذہبی فرمائی ہیں کہ ”ابو عیسیٰ ترمذی کی شقاہت متفق علیہ ہے ان کے بارے میں ابن حزم کا یہ قول کہ ”وہ مجہول“ ہیں ناقابل توجہ ہے، درحقیقت ابن حزم ان کی کتاب جامع وعلیٰ واقف ہی نہ تھے یہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”ابن حزم نے کتاب الفرافض من الایصال میں محمد بن عیسیٰ کو مجہول لکھا ہے، لیکن یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کو حفظ اور تصنیف کی خبر نہ ہو، ابن حزم نے اس قسم کے الفاظ بعض اور ثقافت کے متعلق لکھتے ہیں حالانکہ وہ ساری مخلوق میں مسلم اور مشہور ہیں“

علامہ ذہبی نے سیر النبلاء میں نہایت عمدہ بات لکھ دی ہے کہ ابن حزم نے بہت سی کتب احادیث کا تذکرہ کیا ہے لیکن سنننسا فی اور ابن ماجہ اور جامع ترمذی کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے، کیونکہ یہ کتابیں انہوں نے دیکھی ہی رکھیں، ان کی وفات کے بعد انہیں میں داخل ہوئیں، اسی طرح حافظہ بہقی کے پاس بھی یہ کتابیں موجود رکھیں گے۔

## ملا علی قاریؒ کا تسامح

علماء سیوطیؒ نے تدریب الروای میں لکھا کہ ”سنن میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۷۶“ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۸۸۳ سے ”سنن زیرو الحاجۃ ص ۲۵“

عہ فی التہذیب ”الاتصال“ وہ تصحیف۔

ترمذی میں ایک سو ایکا و ان عنوان کتب ہیں اور ہر کتب کے تحت سیکڑوں ابواب ہیں اور اس کتاب میں ایک روایت ثلثی بھی ہے ”لیکن ملا علی قارئی سے یہاں تامع ہو گیا، مرقاۃ جلد اول صفحہ ۷ پر رقم طراز ہیں۔“ جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثانی ہے اور وہ یہ ہے ”یاقی علی الناس زمان الصابر فیہ معلیٰ دینہ کا القابض علی الْجَمْرِ فَاسْنادُهُ أَقْرَبُ مِنْ  
استاد البخاری ومسلم وابی داؤد فات لهم ثلاثیات۔“

امام ترمذی نے اس کو کتاب الغتن میں روایت کیا ہے، پوری اسنادیوں ہے ”حد شنا اسماعیل بن موسی الفزاری بن ابنة السدی اللویف ناعمر بن شاکر عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اے“ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تین مسٹر ہیں، اسماعیل بن موسی، عمر بن شاکر اور انس بن مالک پس اس کی سند ثلثی ہے نہ کہ ثانی۔

**جامع صحیح کی معمول بہا احادیث**

امام ترمذی نے کتاب العلل جلد ۱۱ پر یہ دعویٰ کیا ہے ”میری اس کتاب کی ساری احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے سوائے دو کے۔

(۱) حدیث ابن عباس، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعَ بَيْنِ الظَّهَرِ وَالعَصْرِ بِالْمَدِينَةِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعَشَاءِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطْرِيٍّ وَلَا سَفَرٍ۔

(۲) دوسری حدیث :— عن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ شَرَبَ الْخَمْرَ فَأَجْلَدَهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ ۔

لهم مرقاۃ جلد اول ص ۱۳۴

لیکن فی الواقع ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے، اخفیہ حدیث اول کو صحیح صوری، اور حدیث ثانی کو سیاست پر محدود کرتے ہیں، اگر امیر المؤمنین مصلحت سمجھے تو وہ تھی بار قتل بھی کر سکتا ہے، غرض یہ ہے کہ احناف کے یہاں ان دونوں پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

### جامع ترمذی کی بعض کتابی خصوصیات

تمام محدثین کی کتابوں میں کچھ علیحدہ علیحدہ خصوصیتیں موجود ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ہر ایک نے اپنی جگہ یہ کوشش کی ہے کہ "اس کی کتاب میں کوئی نئی اور مفید بات موجود ہو، جو کہ اسے دیگر کتب سے ممتاز کر سکے" اس کی تفصیل ہر ایک کے حالات کے ساتھ کی جائے گی، فی الحال ہمارے پیش نظر امام ترمذیؓ کی سنن کی خصوصیات کا بیان کرنا ہے، جس کا جانتا ایک طالب علم کے لئے از حد ضروری ہے:-

(۱) کبھی امام ترمذیؓ ترجمہ الباب کی صحابی کی مشہور حدیث سے منعقد کرتے ہیں جس کی سندان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور اس حدیث کی صحاح ستہ کے مولفین نے بھی تحریث کی ہوتی ہے لیکن اس ترجمہ کے تحت اس حکم کو دوسرے صحابی کی حدیث غیر معروف سے ثابت کرتے ہیں اگرچہ اس کی اسناد حدیث منعقد ترجمہ سے کم درجہ کی ہوتی ہے، لیکن اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں فی الباب عن فلان و فلان آخوند اور پوری ایک جماعت کا تذکرہ کر دیتے ہیں، جس میں اس صحابی کا نام لیتے ہیں جس کی حدیث سے ترجمہ منعقد کیا تھا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ حدیث غیر مشہور سے واقفیت بھی ہو جاتی ہے، اور اگر اس میں کوئی علت خفیہ ہے تو اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، اسی

طرح ثمن کی کمی دزیادتی کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔

(۲) ان کی عادت یہ ہے کہ فی الباب عن فلات و فلات کہتے ہیں  
یعنی بہت سے صحابہؓ کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی عن فلان عن ابیه کہتے ہیں اور  
اس میں متعدد باتیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں، کبھی تو یہ بتانا ہوتا ہے کہ ان صحابیؓ کے  
صرف بیٹھے ہی نے ان سے روایت کی ہے اور کبھی صحابیؓ کے نام میں اختلاف ہوتا ہے  
تو بیٹھے کا نام التباس دور کرنے کیلئے بیان کر دیتے ہیں، لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ  
صحابیؓ کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے بھی ایسا کر دیتے ہیں۔

(۳) عام طور پر جس صحابیؓ کی روایت باب کے تحت لاتے ہیں پھر فی الباب  
میں اس کا تذکرہ نہیں کرتے مثلاً باب کے تحت اگر حضرت ابو ہریرہؓؓ کی حدیث لائے  
توفی الباب عن ابی ہریرہؓؓ نہیں کہیں گے، البتہ چند گھنیم متن شنی میں مثلاً باب لاکعتین  
اذاجاء الرجل والامام يخطب۔ اس باب میں حضرت جابرؓؓ کی روایت نقل  
کی ہے اور دوبارہ پھر فی الباب عن جابرؓؓ کہا ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں: «مکن  
ہے حضرت جابرؓؓ کی دوسری روایت کی طرف اس باب میں اشارہ کر رہے ہوئے»  
(۴) اسی طرح حدیث طویل کو مختصر کر کے آخر میں فرماتے ہیں فیہ قصہ و  
فیہ کلام اکثر من هذا۔

(۵) اسلامی مشترک کے درمیان تجیز کرتے ہیں جیسے یزید الفارسی و یزید الرقاشی  
اسی طرح ان کنیتوں کے درمیان جن میں اشتراک ہوتا ہے اس کے فرق کو بھی تردی  
 واضح کر دیتے ہیں، جیسے ابو حازم الزاهد، ابو حازم الشجاعی پہلے کا نام سلمہ

اُن دینار میں اور دوسرے کا نام سلامان کوفی ہے، مطلب یہ ہے کہ جہاں کسی طرح کا غوضہ و خفار ہوتا ہے وہاں لازمی طور پر اس کو واضح کر دیتے ہیں۔

(۶) اسی طرح سے باب بلا ترجمہ کے لاتے ہیں اور اس میں کسی حدیث کے غل کرنے کے بعد فرماتے ہیں فی الباب عن فلان۔ اس کے ذریعے سے اس مضمون کی دوسری روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نیز باب بلا ترجمہ سے کسی ایسے نہ کی طرف تنبیہ کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق ماقبل کے ترجمہ الbab سے ہے جیسا کہ اس کے شیخ امام بخاری کا طرز عمل اور طریقہ کا رہے۔

(۷) اسی طریقے سے ترجمہ کے تحت حدیث لانے کے بعد ہے کہ فی الباب عن فلان یعنی کسی دوسرے صحابی کا یہاں ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد یہ صحابی سے روایت نقل کرتے ہیں جس کی حدیث کی طرف فی الباب میں اشارہ کیا گیا تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابی کی یہی حدیث مراد ہے جس و بعد میں ان سے روایت کر رہے ہیں مثلاً باب زکوٰۃ البقر میں حضرت ابن عثیمینؓ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں وفی الباب عن معاذ بن جبلؓ اور پھر اس کے بعد حضرت معاذؓ سے تقریباً اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے جواب مسعودی رضی اللہ عنہ میں تھا۔

(۸) اسی طرح ترجمہ کے تحت میں کبھی دو مرتبہ وفی الباب عن فلان کہ، میں، جیسے باب اکل لحوم الجلالۃ میں پہلے ابن عمرؓ کی روایت کو لے آئے، اور پھر کہا وفی الباب عن ابن عباسؓ اور ابن عباسؓ کی پوری روایت نقل کر دی ہے اور اس کی تصحیح و تحسین کے بعد فرماتے ہیں وفی الباب عن

ان عمر اور روایت نہیں نقل کی۔ بظاہر دوبارہ فی الاباب کہنے سے ان کی غرض ہے کہ حدیث اول کے ہم معنی ابن عمر سے دوسری روایت بھی موجود ہے۔ کہ اب داؤد وغیرہ۔

(۹) عام طور پر اکثر الاباب میں خصوصاً احکام کی حدیث میں ایک ہی حدیث کے رج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس حدیث کے دیگر طرق یا اس باب کی دیگر روایات کی ترف اشارہ کر دیا ہے، اس لئے احکام کی احادیث کی تعداد ان کی کتاب میں بہت زیاد ہے لیکن اس کا تذارک فی الاباب عن فلاں کے ذریعہ کر دیتے ہیں، یہ ترمذی کی یہی خصوصیت ہے جس کی محدثین کی نظر میں بہت اہمیت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ س حدیث یا اس مضمون کے روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے دراس میں ایسا استیغاب کیا ہے جس کی تحریج کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہوں گے حافظ ابن حجرؑ کی اس میں مستقل تصنیف ہے الاباب فيما یقول الترمذی فی الاباب، جو مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، اس میں مصنف نے تحریج روایات کے علاوہ پوری طرح جرح و تعدیل سے کام لیا ہے فی الاباب سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی نے جن رواۃ کے اسماء کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لوگ بعضہ اسی متن کو روایت کر رہے ہیں۔

علامہ سیوطیؓ فرماتے ہیں یہ کاس سے وہ حدیث معین مراد نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہم معنی دیگر روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ علامہ عراقی کا کہنا ہے کہ بھی وہی حدیث معین ہی مراد ہوتی ہے اور بھی اس مضمون کی دیگر روایات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۰) کبھی ترجمہ کے تحت احادیث غریبہ کو لاتے ہیں اور اسی باب کی دیگر روایات صحیح کی طرف "فی الباب" سے اشارہ کر دیتے ہیں، اگرچہ امام ترمذیؒ کے تخریج روایت کی شرطیں شخین و ابو داؤد اورنسانی سے کم درجہ رکھتی ہیں، لیکن صحت و ضعف اور علی حدیث پر بھی تنبیہ کر کے اس کی تلافی کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے شرح علی ترمذیؒ میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں حدیث صحیح و حسن اور غریب کو بیان کیا ہے جن میں بعض منابر بھی ہیں، خصوصاً فضائل میں، لیکن ساتھ ہی اس کی صحت و ضعف کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں، لیکن علامہ حازمؒ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف یا طبقہ مابعہ کی ہوتی ہے تو اس کے ضعف پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور اس صورت میں یہ روایت ان روایات صحیح فی باہ روایات صحیح ہی ہوتی ہیں جو تمہارے کے نزدیک بھی صحیح ہیں یو۔

✓ (۱۱) امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ عام طور پر دو طرح کے تراجم قائم فرماتے ہیں، ایک ترجمہ سے اہل حجاز جس میں عام طور پر امام شافعی مراد ہوتے ہیں ان کے مسلک تائید مقصود ہوتی ہے، اور دوسرے ترجمہ سے اہل عراق جس میں عام طور پر امام ابو حیفہ ہوتے ہیں، اس سے ان کے مسلک کی تائید فرماتے ہیں یو۔

✓ (۱۲) امام ترمذیؒ حدیث کی صحت اور حسن کا فیصلہ صادر کرنے کے بعد فرماتے ہیں «والعمل علٰٰهذا عند اهل العلم أو اكترا هلهل العلم أو عند بعض اهل العلم» اس کے ذریعہ سے فقہار کے مذاہب کا علم ہو جاتا ہے، اور بعض ایسے فقہار

کا مسلک معلوم ہوتا ہے جن سے واقفیت امام ترمذی کے واسطہ کے بغیر مشکل ہے۔  
 کس (۱۳) اسی طرح امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن یا غریب کہتے ہیں تو عام طور  
 پر ان دونوں میں سے جو وصف غالب ہوتا ہے اس کو مقدم کرتے ہیں، جیسے باب  
 ماجاء فی الاربع قبل العصر، اس باب کے تحت ابن عمرؓ کی مرفوع روایت  
 "رَحْمَ اللَّهُ أَمْرَأً أَصْلَى أَرْبَعًا آتَنِيْ نَقْلَ كَرَنَّ كَمْ بَعْدَ تَحْرِيرِ فِرْمَاتَتِيْ ہیں۔" ہذا حدیث  
 حسنؓ غریبؓ، علامہ عراقی کی رائے ہے کہ حسن و غریب میں جو وصف غالب ہوتا ہے  
 اس کو مقدم فرماتے ہیں، پس ابن عمرؓ کی یہ حدیث صرف ایک ہی سند سے مروی ہے،  
 لیکن حسن کا وصف غالب ہے، اسی ضابطہ کو مصنف نے یہاں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

### امام ترمذیؓ کی مشہور اصطلاحات

امام ترمذیؓ نے اپنی کتاب میں بعض ایسی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے جس  
 کا تعلق عام طور پر جرح و تعدیل یا بیان مذاہب وغیرہ سے ہے، ہم ان میں سے  
 صرف چند کو بیان کریں گے جس کی کتاب میں زیادہ اہمیت ہے، چنانچہ امام موصوفؓ  
 بکثرت فرماتے ہیں " ہذا حدیث صحیحؓ حسنؓ " کبھی حسنؓ صحیحؓ کہتے  
 ہیں، اور کبھی ہذا حدیث حسنؓ صحیحؓ غریبؓ فرماتے ہیں، حالانکہ کسی ایک حدیث  
 میں ان تینوں اوصاف یا ان میں سے دو کا اجتماع نہیں ہو سکتا، وفی الواقع یہ اشکال  
 اس وقت پیدا ہو گا جب حدیث کی مشہور اصطلاحی تعریف مرادی جائے، لیکن امام  
 ترمذیؓ خود مجتہد ہیں، چنانچہ حدیث حسن کی تعریف جہوڑ کے خلاف یوں کی ہے کہ "حسن  
 وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی متهم نہ ہو، وہ روایت شاذ نہ ہو اور متعدد طرق سے

مردی ہو۔ لیکن علام سیوطیؒ نے ابن سیدالناس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ترمذیؓ نے حن کی محض ایک قسم کی تعریف کی ہے، اور اس کی صراحت امام موصوف۔ کتاب العلل میں کردی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ یہ امام ترمذیؓ کی خاص اصطلاح ہے۔ بہر کیف جہور کے قول کے مطابق بھی حن و صحیح کے اجتماع میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ایک حدیث ایک محدث کی تحقیق میں صحیح ہے اور دوسرے کے نزدیک، حن ہے یا اس کے بر عکس، اسی طریقے سے ایک شخص کے نزدیک ایک ہی حدیث، حن لذات ہے اور دوسرے کے نزدیک حن بغیرہ، یا ایک حدیث دو اسائید۔ مردی ہے ایک کے اعتبار سے حن اور دوسرے کے اعتبار سے صحیح ہو۔

حافظ ابن حجرؓ فرماتے ہیں، عموماً ایک حدیث کی سند میں مجتہد کو تردید ہوتا ہے کہ آیاراوی میں شرائط حن کے پڑا صحیح کے ہیں، پس مجتہد نے دونوں بیان کر دیا اور کثرت استعمال کی وجہ سے ”او“ گرگیا، اور اصل عبارت یوں ہو گی، حدیث حسنؓ او صحیحؓ نیز اس کے متعدد جوابات نیٹے گئے ہیں، بعض لوگوں نے حن و صحیح کے لغوی معنی مراد لئے ہیں لیکن یہ دونوں باتیں امام ترمذیؓ کی شان سے بعید ہیں۔

یخیع عبد الحق محدث دہلویؓ فرماتے ہیں کہ جس طرح حن و صحیح کے اجتماع میں کوئی دشواری نہیں اسی طرح غریب و حن کے اجتماع میں کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ امام ترمذیؓ نے حن کی تعریف میں تعداد طرق کا لحاظ کیا ہے جو ان کی پہنچ اصطلاح ہے پس جہاں وہ حسنؓ غریبؓ کہتے ہیں وہاں ان کی خاص تعریف۔

۱۔ کتاب العلل ص ۲۳۲ تدریب الراوی ص ۱۰۵ ۲۔ مقدمہ اصول حدیث از شیخ عبد الحق

۳۔ شرح نجۃ الفکر ص ۲۲۷ ۴۔ کوکب جلد ام ۱۱

مراد ہوتی ہے۔

## لقط کراہیہ و کراہتہ کا مطلب

امام ترمذیؓ کے یہ چند مخصوص الفاظ ہیں، ان دونوں کو بکثرت استعمال فرماتے ہیں:-  
 چنانچہ باب کراہیۃ الاستجاء باليمین، باب فی کراہیۃ الصلوٰۃ بعد  
 العصر و بعد المغرب عام طور پر کراہت سے مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ ہی  
 مراد لیا جاتا ہے لیکن امام ترمذیؓ نے کبھی اس سے ایک عام معنی مراد لئے ہیں جو  
 تحریکی و تنزیہی دونوں کو شامل ہیں، جیسے ترجیہ ہے باب ماجاء فی کراہیۃ  
 الاقعاء بین السجدة تین یہاں اقعار کی دونوں صورتوں کو مراد لیا ہے، حالانکہ  
 اقعار کی ایک صورت تحریکی کی ہے اور دوسری تنزیہی کی ہے، اور کبھی کراہت سے کراہت تحریکی  
 ہی مرادی ہے، جیسے باب ماجاء کراہیۃ ان یباد رالامام فی المکوع والسبود  
 امام سے مسابقت بالاتفاق حرام ہے، اور کبھی کراہت تنزیہی ہی کو مراد لیا ہے، جیسے  
 باب الاذان بغیر اجر یہاں کراہت تنزیہی مراد ہے۔

کیونکہ ان دونوں میں تفرقی سلف کے نزدیک نہیں تھی، اور عام طور پر لقط  
 کراہت سے مکروہ تحریکی ہی مراد لیا کرتے تھے، علامہ عینی فرماتے ہیں:- المتقدموں  
 یطلقوں الکراہة ویرید ون کراہة التحریم۔

البته دونوں میں تفرقی متاخرین فقہار نے عوام کی سہولت کے پیش نظر قائم  
 کی ہے، علامہ ابن قیمؓ نے اس تفصیلی گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں متاخرین نے مکروہ

لہ مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سلے عدۃ القاری جلد ۳ ص ۳۸۴

تزنیٰ و خلاف اولیٰ کی اصطلاح ایجاد کی ہے، اور اب لفظ کراہت سے تزنیٰ کے معنی مراد لئے جاتے ہیں۔<sup>۱۷۶</sup>

### بعض اہل کوفہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

امام ترمذیؓ نے امام ابوحنینؑ اور ان کے اصحاب کا منکات صراحت کے ساتھ ذکر نہیں فرمایا، حالانکہ جہاں اہل کوفہ کا مسلک نقل کرتے ہیں ان کے ساتھ اکثر حقیقیہ ہی مراد لیا ہے اس لئے عام طور پر میشہو رہے کہ مصنف نے جہاں کہیں لفظ اہل کوفہ لکھا ہے اس سے امام ابوحنینؑ اور ان کے تلامذہ مراد ہیں، شیخ سراج لکھتے ہیں کہ جہاں کہیں امام موصوفؓ نے اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابوحنینؑ ہیں اور ایسا امام صاحبؓ کی شان میں غایت تعصب سے کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؓ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ امام ترمذیؓ کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا تعصب تھا، خصوصاً امام عظیم ابوحنینؑ کی ذات گرامی سے اس لئے انہوں نے امام صاحبؓ اور ان کے تلامذہ کی طرف بعض اہل کوفہ سے اشارہ کیا ہے، اور امام صاحبؓ کے اسم شریعت کو کہیں کتاب میں صراحت ذکر نہیں کیا ہے۔ ان حضرات کی کفتلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل کوفہ سے حنفیہ ہی مراد ہیں لیکن یہ کلیہ نہیں، کبھی اس کا اطلاق دوسرا علماء کوفہ پر بھی کیا ہے، جیسے باب ماجاء آنہ یہدا بیٹو خرا الرأس، اس ترجمہ کے تحت فرماتے ہیں قد ذهب اهل الكوفة الى هذا الحديث منهم وكيع بن الجراح۔

<sup>۱۷۶</sup> مقدمہ تختہ الاحوزی ص ۲۰۵۔ <sup>۱۷۷</sup> شرح جامع الترمذی ص ۶۱۔ <sup>۱۷۸</sup> شرح سفر اسوان

حضرت مولانا انور شاہ فرماتے ہیں۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذیؓ کو امام صاحبؑ کا مسلک کسی قابل اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا، جیسا کہ زعفرانیؓ کے واسطے سے امام شافعیؓ کا قول قدیم پہنچا، مزید برآں یہ لپٹے شیخ امام بخاریؓ کی شخصیت سے مشاہر تھے ۔"

لیکن امام ترمذیؓ نے ایک روایت امام صاحبؑ سے کتاب العلل میں نقل کی ہے، جو مصری نسخیں موجود ہے اور حافظ ابن حجر عسکری تہذیب التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے۔ "حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو الحسن الحنفی قال سمعت أبا حنيفة يقول مارأيت أكذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن أبي رباح" ۔

نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؑ کو امام ترمذیؓ ائمہ جرح و تتعديل میں سمجھتے ہیں۔

**جامع ترمذی پر علامہ ابن جوزیؓ کی تنقید**

علامہ سیوطیؓ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؓ نے جامع ترمذی کی تین گروہ احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن علامہ ابن جوزیؓ نقد روایات میں متشدد قرار دیتے گئے ہیں علامہ نوتدیؓ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؓ نے اپنی کتاب میں بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ ضعیف ہیں، علامہ ذہبیؓ کی رائے ہے کہ ابن جوزیؓ نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر دیا ہے۔

لئے عرف الشذی لئے کوب جلد ۱۴۷۲ھ سے لامع ص ۳۳۷ لئے تدریب ص ۹۵

یشخ الاسلام حافظ ابن حجر کا قول گزچکا ہے، پس معلوم ہوا کہ علامہ موصوف کا ہر حدیث کے متعلق وضع کافیصلہ نامناسب ہے، علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "القول الحسن فی الذب عن السنۃ" میں ان سب کا جواب دیا ہے جامع ترمذی اور دیگر صحاح وغیرہ پر علامہ ابن حوزیؒ کے اعترافات و جوابات معلوم کرنے کیلئے "التعقبات علی الموضوعات" (جو چھپ چکی ہے) کا مطالعہ ضروری ہے۔

### جامع ترمذی کی شروح

جامع ترمذی کی اہمیت اور افادیت کے بیش نظر علماء و محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شرحیں اور حواشی و متخرجات لکھنے کے، طوالت کے سبب سے ان سب کا تعارف یہاں مشکل ہے، البته چند مشہور و متداوی شروح و حوشیاں یہ ہیں -

(۱) شروح اربعہ:- یہ جامع ترمذی کی چار شروح،

۱- عارضۃ الاحوذی لابن العربي.

۲- قوت المغذی للسيوطی.

۳- ابوظیب مدینی المتوفی ۱۱۰۹ھ.

۴- سراج احمد سہندي کی شروح کا مجموعہ ہے۔

اس کی ایک ہی جلد چھپ سکی تھی۔

عارضۃ الاحوذی لابن العربي بالکی (المتوفی ۷۵۵ھ) کی شرح آج مصر سے چھپ کر مکمل آگئی ہے۔

قوت المغذی جو علامہ سیوطیؒ کی کتاب ہے، اسکی تلخیص علامہ دلتیؒ نے کی جو

نفع قوت المخذلی کے نام سے کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی موجود ہے۔

(۵) حافظ ابو الفتح محمد بن سید الناس الشافعی المتوفی ۴۷۴ھ کی شرح جو مکمل طور پر مذہبہ منورہ کے کتب خلنسے میں موجود ہے اور اس کا کچھ حصہ قلمی ہندوستان کے بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔

(۶) تحفۃ الاحوزی۔ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کی یہ کتاب چھپ گئی ہے اور اس کے مقدمہ سے بھی اس مضمون میں استفادہ کیا ہے۔

(۷) جامع الترمذی، شیخ احمد محمد شاکر مرحوم نے پوری کوشش کتاب کی تحقیق و تصحیح پر صرف کی ہے، مختصر تعلیق بھی لکھی ہے، مگر صرف کتاب الیسواع تک یہ کام ہو سکا، مفتر سے چھپ چکی ہے۔

(۸) التعرف الشذی۔ کے نام سے مولانا اور شاہ کشمیری کے افادات ان کے ایک شاگرد نے جمع کئے ہیں۔

(۹) معارف السنن، مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحبؒ کے افادات کی روشنی میں نہایت محققانہ شرح تصنیف فرمائے ہیں، ابھی اس کی چھ جلدیں کتاب الجمیع تک طبع ہوئی ہیں۔

(۱۰) الکوکب الدری، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی، یہ جامع ترمذی کی پڑھت مولانا کے افادات ہیں جسے حضرت مولانا محمد حبیبی صاحبؒ کانڈھلوی نے مرتب کی تھا، اور حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی نے چار چاند رنگا دیئے ہیں اور حل کتاب میں اس سے بہتر کوئی کتاب نظر سے نہیں گزرا۔



# امام نسائی

نام و سبب امام احمد ہے اور کنیت ابو عبد الرحمن، پورا نسب نامہ یہ ہے  
احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار خراسان  
اور ماوراء النهر کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور اربابِ کمال کا مرکز رہا ہے، تاریخ اسلام  
کے سیکڑوں نامور فضلا راس کی خاک سے اٹھے ہیں، امام نسائی جبی اسی خاک کے  
ایک مایہ ناز فرزند تھے، نسائی خراسان کا ایک شہر ہے جو مرود کے قریب واقع ہے۔ اس  
کو امام موصوف کے مولود مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسی کی طرف منسوب  
ہو کر آپ نسائی کہلاتے ہیں۔

مؤرخ ابن خلکان رقم طراز ہیں۔ ”نسبة الى نساء لفظ النون وفتح السين  
المهمله وبعد ذلك هذة، وهي مدينة بخراسان خرج منها جماعة من الأعيان“<sup>۱</sup>  
یہ نسائی کی طرف نسبت ہے جس میں نون و سین دونون مفتوح ہیں اور اس کے بعد

لهم مقاہ مسکٰنہ و فیات جلد اصل ۶۷

ہمزہ واقع ہے، یہ خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جہاں سے بہت سے ارباب فن پیدا ہوئے، نسائی ہمزہ کے مدار قصر دونوں طرح سے پڑھایا گیا ہے۔

### پیدائش اور ابتدائی حالات

امام موصوف ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے

خود فرماتے ہیں "یہ شہر آن یکون مولدی

فی سنۃ ۲۱۵ زاندازہ ہے کہ میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی" (۱)

اس کی تفصیل نہیں ملتی کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی تھی، لیکن اس زمانہ میں خراسان کا علاقہ علم و فن کا مرکز بن چکا تھا، بہت سے ارباب فضل و کمال موجود تھے، اسی لئے قیاس یہی چاہتا ہے کہ ابتدائی تعلیم امام نسائی نے یہیں سے حاصل کی ہو گی۔

### امام نسائی جس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے، اس وقت

سماع حدیث کیلئے سفر | علم حدیث کیلئے گھر بارچھوڑنا اور دُور دراز مالک

کا سفر نہ مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا، آج اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے،

محمد شین کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی طلب میں ملکوں ملکوں

پھرنا سیکڑوں میل پاپیادہ طے کر لینا بڑا عظیموں اور سمندروں کو پار کرنا اس دُور کے علماء

کے نزدیک بہت معمولی بات تھی، حافظ ابن حجر نے طلب حدیث کیلئے رحلت کا یہ

ضابطہ بیان کیا ہے "وصفة الرحلة بحیث یبتدىء بحدیث اهل بلده

فیستو عبہ ثم یمرحل فیحصل فی الرحلة ما یس عنده" (۲) (اور رحلت کا طریقہ

یہ ہے کہ اپنے شہر کی حدیثوں سے ابتداء کرے اور جب وہ پورے طور سے حاصل کر کے

تو پھر اور شہروں کا سفر کرے اور اس سفر میں ان روایات کو عاصل کرے جو اس کے پاس نہ ہوں)۔

اسی ضابطہ کے بموجب امام نسائی اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبه بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ ہبیط فرماتے ہیں ”رحل الی قتیبة وله خمس عشرۃ فصال اُقتت عنده سنۃ دشہریں“ (سب سے پہلے امام قتیبه کی خدمت میں سفر کر کے گئے جب کہ عمر شریف پندرہ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا)

ان کے علاوہ دوسرے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیلئے دنیاۓ اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا، علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں ”رحل الی الأفاق و اشتغل بسماع الحديث والاجتماع بالائمه الحذاق“ (نیز جن مشارج سے بالواسط حدیثیں سنی تھیں ان سے مشافہتہ بھی روایت کیا گی)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں ”انہوں نے بہت سے شہروں کے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا، خراسان، عراق، ججاز، جزیرہ، شام و مصر وغیرہ ذلک“ اس کے علاوہ بھی اس سے سفر کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے، اس کے بعد امام صاحب نے مصر کو لینے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنایا، علامہ ذہبی نے ابن یونس کا قول نقل کیا ہے ”قديم مصر قد يهاد و كتب بها و كتب عنه“ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں یہ در مصر مسکن داشت

سلہ بتان ص ۱۳۲ ۲۷ہ تذکرہ جلد ۲ ص ۵۷۷ تہ البدایہ والہدایہ جلد ۱ ص ۲۷۷

سلہ بتان ص ۱۳۲ ۲۷ہ تذکرہ جلد ۲ ص ۵۷۷

وتصانیف اور دوں دیار منتشر است و مردم بسیار از واخذ و تحمل حدیث کردا انہیں از مصرب دمشق آمدی (مصر میں متقل طور سے سکونت اختیار کی، ان کی تصانیف اسی اطراف میں کھلیں اور بہت سے لوگوں نے امام صاحب سے اخذ و روایت حدیث کیا ہے، آخری زندگی ذلیقہ ۳۲۷ھ میں مقرر سے دمشق آگئے تھے)

شیوخ و اساتذہ | ان کے شیوخ و اساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "سم من خلائق لا يحصون"۔

اوپر گزر جکا ہے کہ سب سے پہلے قتبیہ بن سعید المتفی ۲۳۰ھ کی خدمت میں سفر کیا، علامہ ذہبی نے ان کو شیخ الحفاظ، محمد بن خراسان کے لقب سے یاد فرمایا ہے بلخ کے رہنے والے تھے ان کے شیوخ میں اسحاق بن راہویہ، محمد بن بشار، امام ابو داؤد سجستانی وغیرہم ہیں، امام بخاری کو بھی حافظ ابن حجر نے امام نسائی کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، ابو زرعہ رازی، ابو حاتم رازی سے امام نسائی کا روایت کرنا ثابت ہے۔

تلامذہ | امام نسائی کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبان حدیث کے لئے مرجع بنادیا تھا ان کے تلامذہ میں دنیا نے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں، خود امام صاحب کے صاحبزادے عبد الکریم، ابو بکر بن احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی م ۳۶۳ھ، ابو علی کنانی م ۳۵۷ھ، ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن زکریاء بن حیویہ، محمد بن معاوية بن الاحمر، محمد بن قاسم الاندلسی المتوفی ۳۲۸ھ، علی

لہ اشتعال للهامت جلد اول طبع قدیم تہذیب التہذیب ص ۲۲۱ تہذیب

جلد اول تہذیب جلد ۲ ص ۲۲۳

ابن جعفر طحاوی، احمد بن محمد بن مہندس، ان حضرات نے آپ کی کتاب السنن روایت بھی کی ہے۔

ابن کے علاوہ ان کے تلامذہ ابو بشر دولا بی، ابو جعفر طحاوی وغیرہم ہیں خاذلہ ابن حجر نے ایک طویل فہرست بیان کی ہے اور فرمایا "وَأَمْمٌ لَا يَحْصُّنَ" اور رواۃ مذکورین میں امام علی بن ابی جعفر طحاوی المتوفی ۱۵۴ھ اکابر حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے حدیث گزرے ہیں، یہ مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحزادے ہیں، جن کی کتاب "شرح معانی آلاتِ ائمہ" علم حدیث کی ایک بے نظیر کتاب مشہور و متداول ہے۔

امام نسائی کا زہد و تقویٰ نہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے کان و عا  
متروئاً جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اتنے بلند مقام تک پہنچایا، یصفون من اجتهاده في العبادة بالليل والنهار و  
مواظبه على الخ والجهاد واقامة السنن الماثورة واحترازه عن مجالس  
السلطان وان ذلك لم ينزل دابة الى ان استشهد

صوم راؤدی کے پاندھے، ایک روز روزہ لکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے حافظ محمد بن نظر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سنا کہ وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائیؓ کے دن ورات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارا تھا، اکثر جیکار تے تھے، جہاد کا جذبہ بھی تھا، ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جہاد

لئے تہذیب التہذیب جلد اصل ۳ ۷۶ ایضاً جلد اصل ۳ سے اکمال

۷۸ ۷۹ دفیات جلد اصل ۳

میں شرکت بھی کی تھی، ان کی شجاعت و بہادری کے لوگ معرف ہو گئے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو قائم کیا، بادشاہوں کی مجالس سے ہمیشہ گریز کیا اور اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے تا شہادت ان کی زندگی اسی پر قائم رہی، سنت کی اشاعت، بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک واضح دلیل ہے، نیز اس سے امام صاحب کی حق گوئی و بیباکی کا اندازہ بھی ہوتا ہے، جو مردان خدا کا ہمیشہ سے شعار رہا ہے، کچھ دنوں تک حمق کے قضاۓ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔

## علماء و معاصرین کا اعتراض

**مُؤرخ ابن خلکان نے ان الفاظ میں اسے**

خارج عقیدت پیش کیا ہے۔ کان

امام عصرہ فی الحدیث۔

ابوسعید عبد الرحمن نے اپنی "تاریخ مصر" میں یہ الفاظ لکھے ہیں "کان اماماً فی الحدیث ثقہ ثبیحاً حافظاً" (روہ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے) امام دارقطنی فرماتے ہیں "ابو عبد الرحمن النسائی مقدم علیٰ کل من یذکر بهذالعلم من اهل عصرة" (ابو عبد الرحمن نسائی اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند و اونچے تھے)۔

حکم نے دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے ساکر امام نسائی جرج روأۃ، فِنْ حَدِیثٍ، فِنْ تَنْقِيَةٍ، اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔

لطفاً ذکرہ جلد اص ۲۸۸ گہ البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۲۳ گہ ابن خلکان جلد ص ۸۵

گہ دیفات جلد اص ۵۹ گہ تہذیب تہ ایضاً

ابو بکر حداد نے باوجود کثیر المحدث ہونے کے صرف امام نسائی سے روایت کی، فرماتے تھے کہ میں نے اس کو لپنے اور ارشد تبارک و تعالیٰ کے درمیان جست بنایا ہے۔

حافظ ابو علی نیشاپوری کا قول ہے ”هو الامام في الحديث بلا مدافعة (وہ بغیر کسی مقابل حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں)۔

حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابن کثیر وغیرہ نے بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں، جنہوں نے امام نسائیؓ کی رفعت شان فضل کا اعتراف کیا ہے۔ صاحب مجمع بحار الانوار فرماتے ہیں ”وكان أحد الأئمة الحفاظ وأعلام الدين واركان الحديث امام أهل عصورة وعده لهم وقد وتهم جرحه وتعديليه معتبر بين العلماء“۔

ناقدین فن کی ایک جماعت نے جلالت علمی کے لحاظ سے امام نسائی کا پابراہ امام مسلم سے بڑھا ہوا بیان کیا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں ”میں نے پا شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا امام مسلم بن حجاج حدیث کے زیاد حافظ ہیں یا امام نسائی ؟ فرمایا امام نسائی، پھر شیخ امام ... (حافظ تاج الدین سبکی اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس سے موافق تک حافظ شمس الدین ذہبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجیح سے تحریر فرماتے ہیں کہ ” هو اخذ حق بالحدیث و عللہ و رجالہ من مسلم والترمذن ”

---

لئے ایضاً جلد اصل ۲۶ لئے ایضاً جلد اصل ۲۷ طبقات الشافعیۃ جلد ۲ ص ۱۸۷

وَابُوداؤدْ هُوْ جَارٍ فِي مُضَمَّنِ الْجَنَاحِيِّ وَابْنِ زُرْعَةَ؛ (بِيْسْلَمْ، تَرمِذِيْ، ابُو دَاوُدْ) سَعَى حَدِيثُ اُولِيِّ عِلْمٍ اَوْ عِلْمِ الرِّجَالِ مِنْ زِيَادَةِ مَا هُرِبَّ إِلَيْهِ اُوْرِجَارِيِّ وَابْوَزْرَعَهُ كَتَمْهُرِبِيْنِ)۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عزیز طراز ہیں۔ ” قَدْمَهُ قَوْمٌ مِنَ الْخَذَاقِ فِي مَعْرِفَةِ ذَلِكَ عَلَى مُسْلِمٍ بْنِ جَحَاجَ وَقَدْمَهُ الدَّارِ قَطْنَى وَغَيْرَهُ فِي ذَلِكَ عَلَى اِمامِ الْاَئِمَّةِ ابْنِ بَكْرِ بْنِ خَزِيمَةِ صَاحِبِ الصَّمِيمِ“ (فِي رِجَالِ مِنْ مَا هُرِبَّ إِلَيْهِ) نے امام مسلم بن جحاج پر بھی فوقیت دی ہے، اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم میں امام الائمه ابو بکر بن خزیمہ صاحب الصصح پر بھی مقدم رکھا ہے (لے) کوئی قول جمہور کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تاہم اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام نسائی کا پایہ بہت بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

امام نسائی پر دور ابتداء و وفات | امام صاحب کو مصر میں جوشہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بنار پر حادین نے حسد کیا اس لئے انہوں نے ۳۰۲ھ میں مصر کو خیراً دکھلایا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ کے تھے، چونکہ شام میں بنی امتیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و تاصبیت کا ذریعہ تھا، عوام حضرت علی مرضی رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے اس لئے امام نسائی دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پرچڑھ کر کتاب خصائص علی شناختی شروع کی، ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا کہ آپ نے امیر معاویہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے، فرمایا کہ معاویہ کیلئے یہی کافی ہے کہ برابر سرا برچھوٹ جائیں، دوسری روایت

لے توضیح الافق کا رحلہ اصنف ۲۲۷ھ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص۶

ہے جویں الواقع اقرب علوم ہوتی ہے کہ مجھ کو ان کے مناقب میں بجز اس حدیث، «لَا شَيْعَ أَنْدَلِهُ بَطْنَتِهٖ» اور کوئی حدیث نہیں پہنچی اس پر عوام نے مشتعل ہوا کہ ان صاحب پر تشیع کا الزام لگا کر زد و کوب شروع کر دی، امام صاحبؒ کے نازک مقام پر چند سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحبؒ نیم جاں ہو گئے ایسی حالت میں لوگ مکان پر لائے، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میراثت مکہ معظمہ میں ہو، بالآخر ایسی حالت میں وہ اپنے خدا سے جاتے، اور مکہ مکرمہ میں امامؒ کا انتقال ۱۳ صفر ۱۰۷ھ بر زد و شنبہ ہوا، صفا و مرودہ کے درمیان تدفین ہوا بعض روایتوں میں ہے کہ رملہ ہی میں سپرد خاک کئے گئے اور ماہ شعبان میں وفات ہوئی، انتقال کے وقت عمر ۸۸ سال کی تھی یہ

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے اور پرگز رچکا ہے کہ شام میں خارجیت کا ذریعہ تھا، حضرت علیؓ کے مخالفین ہر ڈری تعداد میں موجود تھے، اس لئے امام صاحبؒ نے کتاب خصائص علیؓ لکھتی تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت فی اور بر طاقت کا اظہار کیا، اس لئے لوگوں نے تشیع کا الزام لگایا۔

حیرت ہے ابن خلکان نے بھی نقل کیا ہے کہ کانیت شیع اور ابن کثیر نے بھی تحریر کیا ہے فیہ شئی فی التشیع یعنی کچھ شیعیت کا اثر تھا، اور متاخرین تک اسی نقل در قل کا سلسلہ چلتا رہا، مگر حافظ ابن حجر عسقلانی، اور علامہ ذہبی ان دونوں نے اس سے سکوت کیا ہے، بلکہ یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ اس کے بعد امام صاحبؒ نے

فضائل صحابہ پر مستقل ایک تصنیف فرمائی، جس سے خود بخود تسلیح کا شہرہ بے بنیاد معلوم ہوتا ہے، البتہ اس کا احتمال ہو سکتا ہے کہ حالات کے پیش نظر حضرت علیؓ واہل بیت کے دفاع میں کچھ تشدید پیدا ہو گیا ہو، ورنہ ان کی سنن کے مطابعہ کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خلفاء راشدین میں امام نبی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے، مثلاً باب امامۃ اہل العلم والفضل میں یہ حدیث نقل کی ہے، ماقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لـ الانصار مـنـا امـیـز و مـنـکـم امـیـز فـآتـہـم عـمـرـ  
فقال أـلـسـتـم تـعـلـمـون اـنـ رـسـوـلـ اللـهـ صـلـیـ اللـهـ عـلـیـهـ وـسـلـمـ قد اـمـرـاـ بـاـبـکـرـ اـيـمـلـیـ بـاـنـاسـ فـاـيـکـمـ تـطـیـبـ نـفـسـهـ اـنـ يـتـقـدـمـ اـبـاـبـکـرـ  
قـالـوـ اـنـغـوـذـ بـاـلـلـهـ اـنـ نـتـقـدـمـ اـبـاـبـکـرـ۔

### امام نبی کا مسلک

اویگر محمد ثین کی طرح امام نبی کے فقیہ مسلک کے

بابے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ ائمہ مجتہدین مناسک اور آسان دلالت کی کندھے

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی حضرت شاہ صاحب کی تائید کی ہے اور امام نبی کو شوافعی میں شمار کیا ہے۔

فی الواقع حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک

لئے سنن نبی جلد اصل ۹۷ سہ بتان ص ۳۳۱ ٹہے ابجد العلوم ص ۵۷

شافعی کی جانب مناسب ہے، لیکن حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کشیری کا قول فیض  
الباری میں ہے کہ ۱۰ امام ابو داؤد والنسافی حنبليان صورج بہ الحاد نظر  
ابن تیمیہ وزعم آخر وون انہما شافعیان ولکن الحق انہما حنبليان ۱۱۔  
اور ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بظاہر ان کا حنبلي ہونا معلوم ہوتا ہے، مثل  
کے طور پر امام احمدؓ کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے، چنانچہ باب وقت الجمۃ  
ترجمہ قائم کیا ہے اور باب کے تحت کی روایات جن سے جنابہ کا استدلال ہے اور  
انہیں کو نقل کیا ہے اور جمہور ائمہ ثلث کی دلیل حضرت ابن حیث کی صریح روایت  
کا نیصلی الجمۃ حین تمیل الشمس۔ کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے، باب اغتسال الرجل والمرأۃ من انا  
واحد، جمہور کے نزدیک شوہر و بیوی ایک ساتھ غسل جنابت کر لے ہے ہوں ۱۲  
دوں کا غسل بالاتفاق ہو جائے گا، لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرے تو اس  
کے غسل سے پنج ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمدؓ کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلث  
کے نزدیک جائز ہے چنانچہ امام نسافیؓ نے اس ترجمہ کے تحت حضرت عائشہؓ  
روایت کو نقل کیا ہے جس سے ان کا حضورؐ کے ساتھ ساتھ غسل کرنا ثابت ہے ۱۳  
اس کے بعد دوسرا ترجمہ باب الرخصة فی ذلك قائم کیا ہے جو فی الواقع جمہور ۱۴  
مستدل بیان کرنے کیلئے ہے، لیکن اس کیلئے بجور روایت نقل کی ہے وہ جمہور۔  
مسلم پر صریح دلالت نہیں کرتی، حالانکہ حضرت میمونؓ کی مشہور روایت جمہور ۱۵  
لے الافتاف ذی بیان سبب الاختلاف ص ۱۶ تھے فیض جلد احمد ۱۷ تھے معارف السنن ص ۱۸  
تھے ترمذی ص ۱۹ تھے سنن نسافی ص ۲۰ تھے ترمذی ص ۲۱

متدل ہے اس کو اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

**حليہ شریف** | امام نبی ﷺ کو حق تعالیٰ نے حُن سیرت کے ساتھ حِن صورت بھی عطا کیا تھا۔ امام صاحب بڑے وجہی و شکیل تھے، چہرہ نہایت پرشکوہ اور روشن تھا، رنگ نہایت سرخ و سفید تھا، یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی حِن و تازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔

لباس نہایت نفیس استعمال کرتے تھے، زنگین و قیمتی لباس بھی زیب تن فرازتے تھے بہترین غذائیں کھاتے، مرغ خرید کر پالنے اور خوب فرپہ کر کے کھاتے، حافظ اپنی کشیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نبیذ (شربت) پیتے تھے، چار بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں، البتہ ان کے اولاد میں صرف صاحبزادہ عبدالکریم کا نام معلوم ہے۔

**تصنیفات** | امام صاحب نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھیں، جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں: "السنن الکبریٰ، والصفریٰ، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، الکنی، علی یوم ولیتہ، اسماء الرواۃ و التمییز عنہم، الفضخا و المتروکین (فی رواۃ الحدیث)" ۱۳۲۳ھ میں امام بن حاری کی کتاب المفردات والوحدات کے ساتھ طبع ہو چکی ہے، والا خوتہ ما اغرب شعبہ علی سفیان و سفیان علی شعبہ مسند مخصوصین زادان وغیرہ ذکر نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے کتاب المجمع اور استاد خولی نے کتاب المدلیین کا تذکرہ کیا ہے۔ ان تمام مذکورہ بالا کتب میں کتاب الفضخا و المتروکین

لئے تدریب طبع جدید ص ۱۵۰ تھے بستان ص ۱۲۵ و مفتاح السنۃ ص ۱۵۳

طبع، ہو چکی ہے، اس میں انہوں نے بہت سے ثقافت کو ضعیف کہہ دیا ہے، ممکن ہے امام نسائیؑ کے نقد رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھا کر بعض لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعدال میں امام صاحبؒ کا ذکر الحاقی ہے۔

**سنن کی تالیف** امام نسائی کی تالیفات میں سنن کے نام سے ان کی دو کتابیں ہیں، سنن کبریٰ، سنن صغیریٰ، لیکن صحابہ میں سنن صغیریٰ شامل ہے، جس کا دوسرا نام المجنفیٰ ہے یا المجتبیٰ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؑ حب سنن کبریٰ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر ملکہ کی خدمت میں پیش کیا، امیر موصوف نے امام مددوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے، امام صاحبؒ نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرماش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے، تب امام صاحب نے ان کیلئے سنن صغیریٰ تصنیف فرمائی،<sup>۱</sup> اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن ایشر نے بھی جامع الاصول میں کیا ہے ملأ علی قاری نے بھی اس کو مرقة الروایۃ لم تضم بل المجتبی اختصار ابن السنی تلمیذ النسائیؑ بے شبہ یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ مجتبی ابن السنی کا اختصار ہے جو نسائیؑ کے شاگرہیں، اسلیے اللہ ماتمس الہ الحاجۃ حصہ ۲۴۳ میں رطب فلسطین بیت المقدس سے، میں پروانع ہے، حضرت داؤد و سليمان عليهما السلام کا دار اسلطنت تھا اور اب غیر آباد ہے (بجم البدان) میں بتانے میں رکھا جلد حصہ ۲۴۴ میں توضیح الافکار جلد اصل حصہ ۲۴۵

مولانا عبدالرشید صاحب نعماںی کے نزدیک سنن صغیر ای ابن السنی کا اختصار ہے اور انہیں کامراہون قلم ہے، مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ایبن الامر نے نقل کیا ہے کہ یہ کتاب السنن اُمیٰ الکبریٰ کلہ صحیح و بعضہ معلوم الامانہ یعنیہ والمنتخب المسنی بالمجتبی صحیح، پوری کتاب السنن (الکبریٰ) کا بستر حصہ صحیح ہے، اور بعض حدیثیں معلوم ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو المجبی کے نام سے موسوم ہے وہ تمام ترجیح ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن صغیر ای کا اختصار ایبن السنی نے امام نسائی کے زینگرانی رہ کر کیا ہے، یہ ممکن ہے لہا اعلیٰ ان یکوں ایبن السنی باشر اختصار ہا با مرالنسائی فلمتحمل علیہ هذه الروایة ولا يجترأ على شق عصا الجماعة بقول محتمل۔

سنن نسائی کی غرض امام نسائی زمانہ کے لحاظ سے صحابہ سنہ میں سے مؤخر ہیں اور امام بخاری کی شخصیت سے زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں

اسلئے انہوں نے اپنی کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کے طریقے کو جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر مستزاد ہے، اسکے ساتھ ہم ترتیب و تجویز تالیف میں بھی متاز ہے، چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ ایبن رشد المتوفی ۴۲۱ھ فرماتے ہیں یہ انه أبدع الكتب المصنفة في السنن تصنييفاً واحسنه اترصيفاً وهو جا مع بين طریقی

لهم امام نسائی کے سنن الکبریٰ کے راوی ایبن الامر ہیں جن کی کنیت ابو بکر اور نام محمد بن معاذیع المتوفی ۳۵۸ھ ہے اور سنن صغیر کا راوی ایبن السنی ہے ان کی کنیت ابو بکر نام احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المتوفی ۶۷۶ھ ہے مشہور کتاب عمل الیوم واللیلة اور دیگر کتابوں کے مصنف ہیں ۸۰ سال کی عمر پائی تھی (تذکرہ جلد ۳ ص ۱۵۱) لئے ایسا غصہ

البخاری و مسلم مع حظائق ثقہ فی بیان العلل۔ (یہ کتاب علم سنن میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے لحاظ سے بہترین ہے اور بخاری و مسلم دونوں کے طریقہ کی جامع ہے نیز علی حدیث کے ایک خاص حصہ کا بیان بھی اس میں آگیا ہے)۔

**سنن کے محاسن و فضائل** | حافظ محمدث ابوالحسن معاشری المتوفی ۳۷۰ھ  
بجواہم واقعیٰ اور حاکم کے معاصر ہیں فرماتے ہیں کہ "اذا نظرت الى ما يخرج به اهل الحديث فما اخرجه الناس اقرب الى الصحة مما اخرجه غلاوة" (جب تمام محدثین کی جمع کردہ حدیثوں پر نظر ڈالو گے تو جس حدیث کی امام نسائی نے تحریک کی ہوگی وہ دوسروں کی روایت کردہ حدیث کی پہ نسبت صحت سے زیادہ قریب ہوگی اسی لئے بعض مغاربہ صحیح بخاری پر اس کی ترجیح کے قابل ہیں)۔

علامہ سخاوی تحریر فرماتے ہیں "صرح بعض المغاربة بتفضيل كتاب النساء على صحيح البخاري" (بعض مغاربہ نے صراحت کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے)۔

محمدث ابن الاحمر نے اپنے بعض کتبی شیوخ سے نقل کیا ہے "انه أشرف المصنفات كلها وما وضمت في الإسلام مثله" (یہ اس فن کی تمام مصنفات لئے مقدمہ زہر البری ہے) - - - فتح المغیث ص ۱۲۷ ملکی قاری فرماتے ہیں مذکور بعض المغاربة نفضلہ على كتاب البخاري ولعله لبعض الحيثيات الخارجۃ من کمال الصحة والله اعلم (مرقاۃ ص ۲۲۳) مقدمہ فتح البری۔

سے افضل ہے اور اسلام میں اس کے ماند کوئی سخاب نہیں لکھی گئی) مگر یہ گفتگو صحیحین کے علاوہ دیگر کتابوں سے تقابل کے طور پر کہی جا سکتی ہے کیونکہ صحیح بخاری کے باعث میں تو خود امام نسائی کا یہ قول حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ "ما فی هذہ الکتب كلها اجود من کتاب البخاری". (ان تمام کتابوں میں بخاری کی کتاب سے زیادہ خوب کوئی کتاب نہیں)۔

اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں "والنسائی لا یعنی بالجودۃ الا الجودۃ  
الاسانید" (نسائی کی مراد جو دوست اسانید ہے)۔

**امام نسائی کے شرائط** مقدسی نے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب میں نے کتاب السنن کے جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ سے ان شیوخ سے روایت کرنے میں استخارہ کیا جن کے متعلق میرے قلب میں کسی طرح کا شبہہ تھا، چنانچہ بہتر یہ معلوم ہوا کہ ان سے روایت نہ کروں، لہذا بہت سی ایسی روایتیں جنہیں میں عالی سند سے بیان کر سکتا تھا ان کو اسی وجہ سے سند نازل سے نقل کیا ہے، اس کے بعد حافظ مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی سے مکمل معظمه میں ایک راوی کا حال دریافت کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی، میں نے عرض کیا کہ امام عبد الرحمن نسائی نے تضییف کی ہے اس پر امام موصوف نے فرمایا کہ "یا بُنْتَ اَنْ لَابِي عبد الرحمن  
فِي الرِّجَالِ شرطًا اشْدَقُ شرطًا بِخَارِي وَ مُسْلِمٌ" (بیٹا رجال کے بارے میں ابو عبد الرحمن نسائی کی شرط بخاری و مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے)۔

لہ مقدر فتح الباری ۱۵ شرط الائمه ۱۵ تھے ایضاً مصطفیٰ از ابو الفضل بن ثالہ مقدسی۔

فی الواقع نسائی کی شرط ایسے ہو گوں کی روایات کی تحریج ہے جن کے ترک اجماع نہ ہو (مراود خاص اجماع) بشرطیکہ اس حدیث کی سند متصل ہو اور انقطاع و اند نہ پایا جائے، اس کے باوجود امام نسائی نے بہت سے ایسے رجال سے جن سے ابواؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں اجتناب کیا ہے، بلکہ صحیحین کے بہت سے رجال سے بھی روایت نہیں کی ہے۔ ولذلك قیل ان لابی عبد الرحمن النساء شرط اشد من شرط البخاری و مسلم، اس کے ساتھ یہی حقیقت ہے کہ امام نسائی نے شیخین یا دلوں میں سے ایک کے بہت سے روایۃ کو کتاب الفضعوار والمتروکین میں داخل کیا ہے، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ امام نسائی کا یہ فیصلہ ان دلوں کتابوں کے وجود میں لئے کے بعد تھا اس لئے کوئی حرج نہیں ہے، لیکن شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، امام صاحب نے شیخین کے رجاء پر کلام اگر اپنے اجتہاد سے یا کسی معاصر سے نقل کیا ہے تو یہ جواب دیا جاسکتا ہے، البتہ اگر اپنے کسی پیشیروں سے نقل کر رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کسی مرد کی بنابر اس سے روایت کر رہے ہوں جس سے اس کی کمی تلافی ہو رہی ہے، اس سے شرط النساء اشد من شرط البخاری و مسلم کہنا کسی طرح قابل قبول نہیں ہے، ملاعی قاری فرماتے ہیں کہ خطیب و حاکم وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ محل مافیہ صحیح اس قول میں صریح تسلیم ہے، البتہ جیسا کہ علامہ سیوطی زہر الربی کے مقدمہ میں رقم طراز ہے کہ "و بالجملة فكتاب السنن بعد الصحيحين أقل حدثاً ضعيفاً و رجلاً مجرحاً ويقاربه كتاب أبي داؤد و كتاب الترمذى" علامہ حازمی نے بھی یہی

لئے مقدمہ زہر الربی لئے تدریب ص ۶۵۔ سہ لائن ص ۱۷۲ کے مرقة ص ۲۲

فیصلہ فرمایا ہے کہ امام زہری کے تلامذہ کا طبقہ شاکر جواب داؤد کی شرط ہے یہی امام نسائی کی بھی شرط ہے۔

علامہ حازمی اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے نزدیک صحیحین کے بعد اس کا تیسرا درجہ ہے، اگرچہ اس میں اختلاف بھی کیا گیا ہے جس کو تم پہلے ہی بیان کر رکھے ہیں۔

**سنن کی ایک اہم خصوصیت** | امام نسائی امام ترمذی کی طرح روأۃ کے اسامی و کنی کا پوری تشریع سے تعارف کرتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی خصوصی توجہ علیحدیت پڑیں یہ کرنے پر پوری ہوتی ہے اور بعض مقامات پر اپنا فیصلہ بھی صادر فرماتے ہیں، جب قال ابو عبد الرحمن هذا منکرو هذل اصوات کہتے ہیں، اس وقت نہایت معركہ پیش آ جاتا ہے کہروہ بحث کافی غور و فکر کی طالب بن جاتی ہے۔

**سنن کے تراجم ابواب** | کسی محدث کے تفقہ کا اندازہ اس کے تراجم مطلب بیان کئے ہیں (۱) وہ مسائل فقہ جن کو مصنف نے اختیار کیا ہے وہ تراجم سے ظاہر ہو جائیں گے (۲) اس سے صاحب کتاب کے تفقہ، ذہانت اور دقت نظر بھی معلوم ہو جاتی ہے، اس جیشیت سے بخاری کے تراجم نہایت اہم ہیں جن کو سمجھنے کیلئے بڑی دقت نظر و تفقہ کی ضرورت ہے اور اس کے بعد ابو عبد الرحمن نسائی کے

ترجم ابواب ہیں مگر بہت سی جگہوں پر دونوں کتابوں کے تراجم حرف اُخراج فاؤافق ہیں، ایسی صورت میں تواریخ محوال کرنا مشکل ہے، میرا خیال ہے کہ اس کو مصنف ۔۔۔ اپنے شیخ امام بخاری سے لیا ہے اور یہ احتمال قوی ہے جب کہ امام بخاری ان ۔۔۔ شیوخ میں ہیں، اس کے بعد علی الترتیب البداؤ دترمذی کے تراجم ہیں مگر بہت سی آسان ترمذی کے تراجم ہیں اور ان کا سمجھنا بھی کچھ دشوار نہیں اور مسلم کے تراجم نے بذات خود قائم نہیں کئے ہیں بلکہ بعد میں علامہ نووی نے قائم فرمائے ہیں ۔۔۔ بخاری کے تراجم سے اسے کوئی نسبت نہیں ۔۔۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سنن نسائی کے تراجم نہایت مہتم بالشان ہیں، امام نسائی نے امام بخاری کے طرز پر تراجم قائم کئے ہیں مثلاً امام بخاری کبھی مختصر روایت نقل کرتے ہیں اور حدیث کے ایسے جزء سے ترجمہ پر استد ۳ فرماتے ہیں جو اس باب کے علاوہ دوسری جگہ کتاب میں ہے، اس سے مقصود تشییز اذہان ہے اسی طرح امام نسائی نے ترجمہ قائم کیا ہے ”باب الاقامة لمن يصي وحدة“ اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے عن رفاعة بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا هو جالس فی صفا الصلوٰۃ (الحمدیث) اس حدیث سے ترجمہ ثابت نہیں ہو رہا ہے مگر ۱۸۳ پر روایت اُرہی ہے، یعنی اعرابی والی حدیث اسے بعض طرق میں نقشہ دو اُقْم کا لفظ موجود ہے جس سے ترجمہ ثابت ہے۔

سنن کے تراجم ابواب امام نسائی کے تفہی و دقت نظر کا واضح ثبوت ہیں اور لئے امام صاحب کے بازے میں ابن یونس کا ارشاد ہے ”کان اماماً ثقة بشتاً حافظ“

فَقِيرَاتٌ

## امام عظیم<sup>ؑ</sup> اور امام نسائی<sup>ؓ</sup>

حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابوالشخ ابن حیان نے اپنی کتاب اثاثتہ میں اور ابن عدری نے اپنی کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے وگوں نے جیسے ابن ابی شبیہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے ائمہ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے، میں ان ائمہ کو اعتراضات سے برتبہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان کے مقاصد نہایت اعلیٰ تھے، اس لئے ان معرضین کی پیروی سے اجتناب کرنا پڑا ہے۔

حب امام نسائی مقرر ہے تو وہاں امام طحاوی سے مذکورے رہے شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام عظیم<sup>ؑ</sup> سے بھی کی ہے، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی<sup>ؓ</sup> نے امام ابوحنیفہ<sup>ؓ</sup> اور ان کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کریا تھا۔ وہ روایت یہ ہے۔ حدثنا علی بن حجر ثنا عیسیٰ ہوا بن بولس عن النعان يعني ابا حنیفہ عن عاصم عن ابی رزیں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ليس على من اتقى بهيمة حدث۔

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے، لیکن ابن الاحمر، ابو علی الاسیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔

### ایک لطیفہ

سنن نسائی اپنی اہمیت کے باوجود امام بیہقی کے پاس نہیں تھی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ "لما کین عنتد ک السنن النسائی ولا

لها التنظم جلد" ص ۱۳۔ "لما الاعلان بالتویح صفت" شہ المکمل بیہ الحاجۃ ص ۲۳۔

کہ تہذیب التہذیب ترجمہ امام ابوحنیفہ۔

جامع الترمذی ولا سنت ابن ماجہ؛ اسی طرح حاکم صاحب متدرک کو بھی سنت کا سامع حاصل نہیں تھا، چنانچہ اس کا انہوں نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں تذکرہ بھی کیا ہے۔

## شرح و تعلیقات

اسن نسائی، صحابہ ستہ کا رکن عظیم ہے مگر افسوس اس کے تعلیقات کی طرف وہ توجہ علمار نے نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی اچھو صدی گزرنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے اس پر تعلیق لکھی چنانچہ مقدمہ زہر الربی علی امتحانی میں لکھتے ہیں کہ جس طرح صحیحین، سنت ابو داؤد، جامع ترمذی پر میں نے تعلیقات لکھی ہیں اسی طرح سنن نسائی پر تعلیق لکھی ہے اور اس کی ضرورت بھی تھی جونکہ اس کی تصنیف پر چھتیسوال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس کی کوئی شروح و تعلیق مشہور نہیں ہے۔ اور علامہ سیوطی نے اپنی تعلیق کا نام زہر الربی رکھا ہے، مصنف کی دیگر تعلیقات کی طرح یہ تعلیق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے، دوسری تعلیق یا حاشیہ محمد بن عبد الہادی سندی المتوفی ۹۳۸ھ کا ہے، یہ حاشیہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفہوم ہے اس میں سن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غربہ کی تشریع کی گئی ہے یہ دونوں حاشیے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

**شرح ابن الملقن:-** مصنف کا اصل نام عمر بن علی بن محمد ہے، اکنیت ابو حفص، لقب سراج ہے، المتوفی ۹۵۶ھ انہوں نے صحابہ کی شروح لکھی ہیں، اس سلسلے میں زوائد النسائی علی الاربعہ بھی ایک جلد میں مرتب کی تھی، اس میں

سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح ہے جو بخاری و مسلم، ترمذی اور ابو داؤد میں نہیں ہیں۔ مگر یہ نایاب ہے، مولوی وصی احمد حنفی کا پنوری کی بھی اس پر تعلیق ہے اور ارد و دین روضۃ الربی کے نام سے اس کا ترجمہ مولوی وحید الزماں لکھنؤی نے کیا ہے، مولانا اشراق الرحمن کاندھلواں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

تعليق حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب وجہتہ اللہ علیہ یہ حضرت مولانا گنگوہی و حضرت مولانا خلیل احمد، اور حضرت مولانا محمد بھائی وغیرہ کے افادات کا مجموعہ ہے، اس کے علاوہ زہر الربی، عاشیہ سندی وغیرہ دیگر شروح کو سامنے رکھ کر مرتب فرمایا ہے، اس میں مشکل مقامات کا حل، اغلاظ طبا کی تصحیح اور امام نسائی کے "هذا منکرو هذا صواب" پر محققانہ بحث ہے، اور اس کتاب کی خصوصیات و تراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے، سنن نسائی کی یہ مختصر شروع علم حدیث کا ایک بہتر گنجنہ ہے، مگر افسوس کہ ہنوز زیور طبع سے آزاد نہ ہو سکی، راقم نے حضرت الاستاذ کے صحاح ستہ پر افادات کے مجموعوں کے ساتھ اس کو بھی نقل کیا ہے!۔

# امام این ماجہ

**نام و نسب** سلسلہ نسب یہ ہے:- ابو عبد اللہ، محمد بن یزید بن عیاذ الشافعی جازانی بالولاء القرزویی، کنیت ابو عبد اللہ، نام محمد، الربع القرزویی نسبت اور ابن ماجہ عرف ہے، شاہ عبد العزیز صاحب نے ان کے دادا کا نام عبد اللہ لکھا ہے، ماجہ کے بائی میں اختلاف ہے شاہ صاحب کے نزدیک یہ آپ کی والدہ کا نام ہے، فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ تھیں، اس لئے ابن میں الف لکھنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے ذکر عبد اللہ کی ہے مگر عجالہ نافع میں شاہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ "ماجہ لقب پدر ابو عبد اللہ است" لقب جدا و نہ نام مادر ہے علامہ ابن کثیر نے حافظ خلیل قزویی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا لقب ہے، پوچکہ قبیلہ رتبیع سے انکار شستہ موالات تھا، اس لئے ان کو ربعی اور مولیٰ رتبیعہ کہا جاتا ہے، جس طرح امام بخاریؓ کو جمعی کہا گیا ہے۔

قرزویین کی طرف نسبت ہے جو ایران کا مشہور شہر ہے، اسی کو امام حسن

کے مولود مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

**پیدائش و ابتدائی حالات** | امام ابن ماجہ رض میں پیدا ہوئے ہے انہوں تزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً علی بن محمد ابوالحسن طنافی المتوفی رض عمر دین رافع ابو جرج بھلی (المتوفی رض) اسما عیل بن ابو سہل قزوینی (المتوفی رض) ہارون بن موسیٰ تیمی (المتوفی رض) محمد بن ابی خالد قزوینی ہے وغیرہ مندرجہ درس و اقتداء پر جلوہ افروز تھے، امام صاحب نے پہلے ان سے استفادہ کیا، افسوس ہے کہ امام صاحب کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم نہ ہو سکے، بظاہر ابتداء عمر سے مساع حدیث کا آغاز کیا ہو گا۔

**سماع حدیث کیلئے سفر** | قیاس ہے کہ امام صاحب نے رض کے بعد سفر کا آغاز کیا ہو گا، اس وقت عمر کا ایک سو سال تھا، یہ وہ زمانہ ہے کہ علم حدیث کا انتہائی عروج پر تھا، امام صاحب نے طلب حدیث میں مختلف شہروں کی خاک چھانی۔

مؤرخ ابن خلکان کا بیان ہے: "ارتحل الی العراق والبصرة والكوفة ولبغداد ومکة والشام ومصر والری لكتب الحدیث" (حدیث لکھنے کیلئے عراق بصرة، کوفہ، بغداد، مکہ، شام و مصر اور ریتے کا سفر کیا)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "سمح بخراسان والعراق والجهاز ومصر والشام وغيرها من البلاد" (خراسان، عراق، جهاز، مصر و شام اور دیگر بلاد میں سماع لمباتان رض لئے تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۵۳۵ لئے وفات لئے تہذیب۔

حدیث کیا۔)

”وَغَيْرَهَا مِنَ الْمَلَدَ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اور شہروں کا غیر  
بھی کیا تھا جس کا ثبوت ان کے شیوخ کے ناموں سے بھی ملتا ہے۔

**شیوخ و تلامذہ** | ان کے شیوخ کا استقہار دشوار ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز  
فرماتے ہیں کہ جبارہ بن مغلس و ابراہیم بن المنذر و ابن نبیز  
ہشام بن عمار اور اس طبقہ کے دوسرے حضرات سے علم حدیث حاصل کیا، خصوصیت  
سے ابو بکر بن شیبہ سے استفادہ کیا، ان کے شیوخ میں امام مالک اور لیث کے تلامذہ  
بھی ہیں، ان کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے؛ علی بن سعید بن عبد اللہ العسكری، ابراہیم  
ابن دینار الجرشی المدائی احمد بن ابراہیم قزوینی جدابویاعی خلیلی، ابو طیب تھلب بن رون  
شرانی، الحنفی بن محمد قزوینی، جعفر بن ادریس، حسین بن علی، سلیمان بن یزید قزوینی  
محمد بن عیسیٰ اصغر، ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، ابو عمر و احمد بن مدینی  
اصبهانی و آخر وہ لیعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

**علماء کا اعتراف کمال** | امام صاحبؒ کے فضل و کمال اور جلالتؒ نے،  
حفظ حدیث کا اعتراف ہر دور کے علماء و نذکر،  
نویسون نے کیا ہے۔

مؤرخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ «کان اماماً فی الحدیث عازماً بعلومہ  
وجیع ما یتعلق»۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ یہ هوابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ،  
لہ بستان ۱۲۵ یہ مرقاۃ جلد اصل ۲ یہ تہذیب حوالہ مذکور گہ وفات جلد ۳ ص ۸۔

صاحب کتاب السنن المشهورہ وہی دالۃ علی ا عملہ و عملہ و تبحرہ و  
اطلاعہ و اتباعہ للسنۃ فی الاصول والفروع ۔

محمد بن ابی علی خلیلی کے الفاظ ہیں ”ابن ماجہ ثقہ کبیر متفق علیہ  
محتاج بہ لہ معرفۃ بالحدیث و حفظہ“ ۔

علامہ ذہبیؒ کی رائے ہے ”قد کان ابن ماجہ حافظاً صد و قاؤ اسعم العلم“  
**مسک** امام صاحب کامسلک متعین طور پر معلوم نہیں ہو سکا، حضرت شاہ ولی اللہ  
صاحبؒ کے نزدیک امام احمدؓ کے مسلک کی طرف میلان تھا، مگر مولانا  
انور شاہ کی تحقیق ہے کہ شاید امام ابن ماجہ شافعیؒ تھے ۔ علامہ طاہر حنزاڑی فرماتھیں  
کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے، بلکہ ائمہ حدیث  
امام شافعیؒ، احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے یعنی اہل عرق  
کے نہب کے مقابل میں اہل ججاز کی طرف زیادہ مائل تھے ۔ جس کا اندازہ کتاب  
کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

**وقات** حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام  
ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا، جو عہد صحابہؓ سے لے کر ان کے زمان تک  
رجال اور امصار کے حالات پر مشتمل ہے، اس تاریخ کے آخر میں امام صاحبؒ کے شاگرد  
جعفر بن ادریس کی یہ تحریر ہے کہ ابو عبد اللہ محمد بن ریزی دو شنبہ کے دن اسقاب فریبا  
اور سہ شنبہ ۲۲ رمضان المبارک ۲۶۳ھ کو دفن کئے گئے میں نے خود ان سے سنا  
لہ البدایہ والنہایہ جلد اص ۵۲ ۲۷ تہذیب ۲۷ سیر اعلام النبلاء ۲۷ تقریب ۲۷ الانصار

ہے، وہ فرطتے تھے کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا تھا، اس حساب سے وفات کے وقت ان کی عمر چونچھ سال کی تھی، ان کی وفات پر علماء نے مرثیے لکھے۔

**تصنیفات** مورخین نے امام صاحبؑ کی بہت سی کتابوں کا ذکر کیا ہے، التفیرۃ التاریخ و السنن۔ تفسیر کے متعلق ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ”ابن ماجہ تفسیر حافظ“ علامہ سیوطی نے الاتقان میں اس کو تفسیر ابن جریر کے طرز کی تصنیف بتایا ہے اتاریخ، اس کو ابن خلکان نے تاریخ ملح اور حافظ ابن کثیر نے تاریخ کامل سے تعبیر کیا ہے۔

**سنن ابن ماجہ اور سنن ابن حیان کی خصوصیات** ان میں سنن ابن ماجہ سب سے اہم کتاب ہے

جس پر ہم آئندہ صفات میں تفصیل سے گفتگو کریں گے، اس کتاب کی افادیت و اہمیت پر علماء محدثین کا اتفاق ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ ”وکتابہ فی السنن حجا مع جیڈ“ (آن کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمده جامع ہے)۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ کتاب نہایت مفید ہے اور مسائل فقہ کے لحاظ سے اس کی ترتیب و تبویب ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؓ نے اس اجمالی کی تفصیل فرمائی ہے ”وفی الواقع از حسن ترتیب و سرو احادیث بستکرار و اختصار آنچہ ایں کتاب دار دیپع از کتب ندار و ۳“

۱۴۔ اس کی ”دوسری“ نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ بہت سی ایسی نادر حدیثوں کے

لئے تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ اباعث الحیثیت ص ۹۔ ملہ بستان ص ۱۲۵۔

مشتمل ہے جن سے صحاب خمسہ خالی ہیں، علامہ ابوالحسن سندی فرماتے ہیں کہ مصنف نے بہت سے ابواب میں ایسی حدیثوں کو نقل کیا ہے جو پانچوں مشہور کتابوں میں نہیں ہیں، اگرچہ وہ ضعاف ہیں، لیکن اسی مضمون کی دوسری حدیثیں بھی ہیں جن کو دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

۳۔ مصنف نے مختلف شہروں کی مخصوص روایات کی نشان دہی بھی کی ہے، مثلاً ”باب کل مسکر حرام“ کے تحت دو روایتوں کو نقل کیا ہے:-

(۱) حدثنا یونس بن عبدالاعلیٰ ثنا ابن وهب اخہبنا ابن جریج عن ایوب بن هافع عن مسروق عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل مسکر حرام آئم اس کے بعد فرماتے ہیں ”هذا حدیث المصوّبین“ (یہ مصریوں کی حدیث ہے)  
 (۲) حدثنا علی بن میمون الرقی ثنا خالد بن عیان عن سلیمان بن عبد اللہ بن الزبرقان عن یعلی بن شداد بن اوس سمعت معاویۃ یقول کل مسکر حرام هذا حدیث الرقییین، (یہ رقه والوں کی حدیث ہے)

۴۔ مختلف احادیث کے ذیل میں بعض لیے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے حدیث بنوی سے اس عہد کے مسلمانوں کے تعلق کا پتہ چلتا ہے، مثلاً ”باب ماجاء فيما يستحب من النطوع بالنهار“ میں حبیب بن ثابت کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے راوی ابوسحاق سبیعی کو مخاطب کر کے فرمایا تما احباب ان لی بحدیثک هذاملاء مسجدل ذهباً (مجھ کو تم نے جو حدیث سنائی اس کے بدلے میں تمہاری مسجد کے برابر بکھرا ہوا سونالینا بھی پسند نہیں کرتا)۔

۵۔ (پانچوں) خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پانچ تلائی حدیثیں بھی ہیں جب کہ امام مسلم و امام نسائی کی سب سے عالی روایات رباعیات ہیں جو سنن ابن ماجہ میں بکریت موجود ہیں، البته صحیح بخاری میں بائیس<sup>۳</sup> اور سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں ایک ایک ہے۔

یہ پانچوں روایات ایک ہی سند سے مروی ہیں، الگچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں، مگر سند کے اعتبار سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں ہے، اس کے ایک راوی کثیر بن سلیم پر محدثین نے جرح کی ہے، وہ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) *حدثنا جبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم سمعت انس بن مالک* يقول  
قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من احباب ان يکثرا اللہ خیر بینه فليتوضا  
اذا حضر غداء و اذا رفع "باب الوضوء عند الطعام"

(۲) *حدثنا جبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک* قال ما  
رُفِمَ مِنْ بَيْنِ يَدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلٌ شَوَاءً قَطُولًا  
حَمِلتْ مَعَهُ طَفْسَةً

(۳) *حدثنا جبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک* قال قال  
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الخير اسع الى البيت الذي يغشى من الشفرة الى سنام البعير۔

(۴) *حدثنا جبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم سمعت انس بن مالک* يقول قال رسول  
الله صلی اللہ علیہ وسلم ما هررت بليلة اسرى بی بملاء الا قالوا امرافتک بالحجامة۔

(۵) *حدثنا جبارۃ بن المغلس ثنا کثیر بن سلیم عن انس بن مالک* قال قال رسول

لله باب الشوار لکه باب الفیافہ لکه باب الجمامۃ

الله صلی اللہ علیہ وسلم ات هذالا مة مرحومۃ عذابہا بایدیہا فاذکان لوم القیامۃ فم  
اذا کل رجل من المسلمين رجلاً من المشرکین فیقال هذل فداءك من النار۔

سنن ابن ماجہ کے متعلق امام ابو زرعة رازی کا ارشاد

ابن فروخ رازی، المتوفی ۲۶۲ھ علم حدیث کے مشہور امام ہیں، جن کے متعلق امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابو حاتم، ابو زرعة، ابو دارہ، یہ تین رسمے میں ایسے اشخاص ہیں جن کی نظیر اس وقت روئے زمین پر موجود نہیں ہیں۔

علامہ ذہبی، ابو زرعة کے متعلق خود فرماتے ہیں: "کان من افراد الدھر حفظاً  
وذکاءً و دیناً و عملًا و علمًا" (یہ حفظ حدیث، ذکاوت، دین داری اور علم و عمل  
کے لحاظ سے ان لوگوں میں سے تھے جو کیتائے زمانہ ہوتے) انہوں نے سنن ابن ماجہ  
کو دیکھ کر یہ سند عطا فرمائی ہے اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو فن حدیث کی اکثر  
جوامع اور مصنفات بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

حافظ ابو زرعة کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرفاً پوری ہوئی، آج ہمارے سامنے بہت  
سی حدیث کی کتابیں ہیں، جو صحت و قوت اسناد کے لحاظ سے اس سے کہیں فائق ہیں  
مگر ان کو وہ مقبولیت حاصل نہیں جو سنن ابن ماجہ کو مطیع جیسے صحیح ابن حبان، جس کے  
متعلق مؤرخ ابن العادھنبلی نے تصریح کی ہے کہ: "وَكَثُرَ النَّقَادُ عَلَى أَنْ صَحِيحٌ أَهْمَّ"  
من سنن ابن ماجہ اور اکثر ناقدین حدیث کا خیال ہے کہ صحیح ابن حبان سنن ابن ماجہ

لئے باب صفت امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئے تذکرہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ تذکرہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۴  
لئے بستان صفحہ ۱۲۲ شذرات ترجمہ ابن حبان۔

سے اُجھ ہے)۔

## سنن ابن ماجہ کا صحاح ستہ میں شمار

ہیں، حافظ مندہ نے بھی مخزین صحاح میں امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد اور امام نسائی ہی کے ذکر پر اتفاق کیا ہے، بعد میں ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ بالا چار کتابوں کے ساتھ شمار کیا اور فرمایا کہ ان پانچوں کتابوں پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے۔ شیخ بن صلاح م ۶۳۲ھ اور علامہ نووی م ۷۴۷ھ تک نے ان ہی پانچ کتابوں کے مصنفین کی وفیات بیان کی ہے، ان دونوں بزرگوں نے امام ابن ماجہ کو نظر انداز کر دیا ہے، اس لئے علامہ سیوطی نے علامہ نووی پر تدریب الاولیٰ میں استدراک کیا ہے کہ

”لمرید خل المصنف سنن ابن ماجہ فی الاصول وقد اشتهر فی عصر المصنف وبعدها جعل الاصول ستہ با دخاله فیھا۔“ مصنف (علام نووی) نے سنن ابن ماجہ کو بنیادی کتابوں میں داخل نہیں کیا ہے، حالانکہ خود مصنف کے عہد میں اور ان کے بعد سنن ابن ماجہ کا چھ بنیادی کتابوں میں شمار مشہور ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی م ۷۵۰ھ ہیں، جنہوں نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں داخل کیا، ان کے بعد تمام مصنفین نے ان کی پیروی کی ہے، ان کے بعد حافظ عبدالغنی مقدسی م ۷۹۰ھ نے الامال فی اسماء الرجال میں چھ کتابوں

لئے شرط الامانہ تھے مقدمہ ابن صلاح م ۷۸۴ھ تدریب صفت تھے تدریب ص ۲۹

طبع جدید۔ تھے تدریب ص ۲۹ طبع جدید۔

کے رجال کو بیجا کیا۔

اس کے بعد حافظ بن طاہر کے معاصر محدث زرین م شہید نے کتاب العقید للصحاب و السنن میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو درج کیا اور انہیں کی اقتداء علامہ ابن الاشیر حنفی م شہید نے جامع الاصول میں کی ہے، اس کے برخلاف علامہ ابوسعید خلیل بن کیکلہی العلائی م شہید نے جو سب سے پہلے تھیں ہیں جبکہ سنن داری کو بھی کتاب قرار دیا ہے یعنی شیخ محمد عبدالسنڈی نے شیخ علائی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”انہ قال لوقد مند الداری بدلت ابن ماجہ فكان سادساً كان أولیٰ“ یعنی اگر سنن ابن ماجہ کے بجائے سنن درامی کو بھی کتاب قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے گا، حافظ ابن حجر نے بھی شیخ علائی کی ہمنوائی کی، علامہ سیوطی لکھتے ہیں ۔۔۔ قال شیخ الاسلام ولیس ای الداری دون السنن الاربعة في الرتبة بل لو حضم الى الخمسة فكان اولیٰ من ابن ماجہ فانه امثل منه بکثیر ۔۔۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داری کی کتاب رتبہ میں سنن اربعہ سے کم نہیں ہے، بلکہ اگر اس کو کتب خمسہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو ابن ماجہ کی بہ نسبت یہ اولیٰ ہے، کیونکہ وہ سنن ابن ماجہ سے کہیں فائز ہے، محدث عبد الغنی نابلسی ۔۔۔ اپنی کتاب ذخائر المواريث فی الدلالۃ علی مواضع الاحادیث میں لکھتے ہیں کہ بھی کتاب کے متعلق اختلاف ہے، پس اہل مشرق کے نزدیک ابو عبد اللہ محمد ابن ماجہ قزوینی کی کتاب سنن اتسنن ہے، اور اہل مغرب کے نزدیک امام مالک ابن انس کی موطا ہے۔

لیکن علامہ سندی کا فیصلہ ہے کہ عام طور پر علماء متاخرین سنن ابن ماجہ کو حدیث کی جھٹی کتاب مانتے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ جہاں تک قوت و صحت کا تعلق ہے، موڑا کا مقام اس سے بہت بلند ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تو صحیحین پر اس کو ترجیح دی ہے سنن ابن ماجہ کو صحابہ سنت میں شمار کرنے کی وجہ اس کی افادیت ہے، اس میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو موڑا میں نہیں ہیں، علامہ سیوطی فرماتے ہیں "درج اهل العلم بالأشواط المتقدمة فيهم وكثير من محققى المتأخرین ولما زاد بعضهم كتاباً مفيدة أقوى النفع فى الفقه ولأى من كثرة زواله على المؤودة درجه على وهنه على الاصول" اسی طرح منداری کی اہمیت جو بھی ہو لیکن صحابہ سنت کی جگہ مرت ہوئی سنن ابن ماجہ سے پر ہو چکی ہے، مؤرخ ابن خلکان <sup>۶۸۷ھ</sup> امام ابن ماجہ کے ترجیح میں لکھتے ہیں "كتابه فى الحديث احدث الصحابة ستة" (حدیث میں ان کی کتاب صحابہ سنت میں ایک ہے)۔

سنن ابن ماجہ کا صحابہ سنت میں مرتبہ امام ابوالقاسم رافعی المتوفی <sup>۶۲۳ھ</sup> فرماتے ہیں کہ حفاظ

حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین یا سنن ابو داؤد و سنن نسائی کے برابر سمجھتے ہیں اور اس کی روایات سے سندالاتے ہیں <sup>۶۷۰ھ</sup>

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں "کلمہ جیاد سوی الیسردۃ" (سب حدیثیں اپنی <sup>۶۷۰ھ</sup> لئے الیافع الجنی بر حاشیہ کشف الاستار <sup>۶۷۰ھ</sup> و فیات الاعیان جلد اص۵۲ <sup>۶۷۰ھ</sup> ماتسایہ المحدثۃ

اُس سوائے چند کے)۔

علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ سنن ابن ماجہ بہت اچھی کتاب ہے، کاش اس میں چند وہی حدیثیں نہ ہوتیں جن کی تعداد زیادہ نہیں ہے جیسے ابو زرعة کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ بن ماجہ کی کتاب کامطالعہ کیا، اس میں چند معمولی احادیث پر کلام ہے، جن کی تعداد دش سے زیادہ نہ ہو گی، باقی کتاب میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔

مگر علامہ ذہبی نے ابو زرعة کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں شاید تین ٹھیک حدیثیں ایسی ہوں جن کی اسناد میں ضعف ہے، اس طرح امام ابو زرعة کے دو قول ہو گئے ایک دش کا دوسرا تین ٹھیک کا۔

ممکن ہے ان تین ٹھیک حدیثیوں سے مراد وہ حدیثیں ہوں جن کو علامہ بن الجوزیؒ کے کتاب الموضوعات میں داخل کیا ہے جس "العقبات على الموضوعات" یعنی تفصیلی بحث ہے، علامہ سیوطیؒ نے ابو عبد اللہ مرشدؑ کے واسطے سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابن ماجہ نے لیے لوگوں کی حدیثیوں کی تحریج کی ہے جو کذب سے متهم ہیں، ان کی بعض احادیث صرف ان ہی کے واسطے سے مروی ہیں، شارح ابن ماجہ اپنی شرح میں ذکر ہے: "وبالجملة فهودون الكتب الخمسة في المرتبة تبعه"

**سنن ابن ماجہ کے متعلق ایک اہم غلط فہمی**

سنن ابن ماجہ کی  
ان ضعیف روایتوں

کے بجهے سے یہ کلیہ مشہور ہو گیا ہے جیسا کہ حافظ منیری نے فرمایا کل ما الفرد بدہ ابن

۱۔ تذکرہ بل ۲۰۹ م ۱۸۹ شہ شرود طالب ملا تذکرہ تذکرہ جلد ۲ م ۱۸۹ شہ ایام الخ الجی ص ۵

مالجہ ذہب ضعیفہ۔ حافظ ابن حجر نے بھی تصریح کی ہے "فی السنن جامِ جید کثیر  
الابواب والغرائب وفیہ احادیث ضعیفة جدًا" مگر حافظ ابن حجر نے  
اس کلیہ سے اتفاق نہیں کیا ہے "ولیس الامر فی ذلک علی اطلاقه باستقراری و  
فی الجملة ففیہ احادیث کثیرۃ منکرۃ" یعنی میرے استقرار کے مطابق یہ حکم علی الاطلاق  
نہیں لگایا جاسکتا ہے، اگرچہ فی الجملہ اس میں منکر احادیث کی تعداد زیاد ہے، اور منکر  
کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اوپری ہے، حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

جن روایات میں ابن ماجہ منفرد ہیں ان میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی  
مولانا عبد العزیز صاحب نحمانی کی تحقیق میں رجال کے متعلق بھی کلی طور پر یہ حکم نہیں  
لگایا جاسکتا، اور اپنی کتاب ابن ماجہ و علم حدیث میں اسکو مشاولوں کے ذریعہ واضح کیا ہے،  
ان وجہ کی بناء پر ابن ماجہ کا مرتبہ سب سے اخیر میں رکھا گیا ہے، علام ابوالحسن  
سدی شارح ابن ماجہ اپنی شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں "و بالجملة فهو دون  
الكتب الخمسة في المرتبة"

**تہذیب** شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں "ودریں کتب آپنے اقسام حدیث  
است از صحاح و حسان و ضعاف ہمہ موجود است و تسمیہ آن بصحاح بمعنی  
تغییب است" (جلد ۱) ان کتابوں (صحاح ستہ) کی جتنی حدیثیں موجود ہیں ان پر  
صحاح کا اطلاق تغییباً کیا جاتا ہے، یہ واضح ہے کہ صحاح ستہ میں صحت کے لحاظ سے  
فرق مرتب مجموعی تہذیت سے قائم کیا گیا ہے، یہ مطلب نہیں کہ صحاح خمسہ کی ہر حدیث  
سنن ابن ماجہ کی ہر روایت پر صحت میں فوکیت رکھتی ہے۔

لئے تہذیب التہذیب لئے تہذیب التہذیب سے ملک نختم جلد ام۳ از نواب صدیق حسن فان

**تعداد ابواب و احادیث** | سن ابن ماجہ میں سب سے متعدد کتابیں، پسند رہو  
اکابر اور چار ہزار حدیثیں ہیں، جو چند کے سوا  
سب کی سب عمدہ ہیں۔

**سلسلہ روایت** | ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، اور متعدد لوگوں  
نے اس کتاب کو امام صاحبؒ سے روایت کیا ہے، لیکن سب  
سے زیادہ جس کی روایت کو حسن قبول حاصل ہوا، وہ شیخ ابوالحسن قطان ہیں ان کے  
نحو میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں، مطبوع نسخوں میں قال  
ابوالحسن حدثنا سے یہی مراد ہیں، یہ پہنچ زمانے کے بڑے عالم اور محدث تھے، ان  
کی ولادت ۲۵۰ھ اور وفات ۳۲۵ھ میں ہوئی، سن ابن ماجہ کی اہمیت کی بنابر  
ن مختلف زمانے کے علماء نے اس کی جانب اعتماد کیا، اس کی شرحیں، حواشی اور دوسرے  
متعلقات پر کتابیں لکھیں، ان کی تفضیل حسب ذیل ہے۔

**شرح و متعلقات** | (۱) شرح ابن ماجہ:- امام حافظ علاء الدین بن عطائی  
ابن قلیعہ بن عبداللہ الحنفی م ۴۷۰ھ سب سے پہلی  
شرح ہے جو جامیت کے باوجود نامکمل رہ گئی، صرف ایک حصہ کی شرح پانچ جلدیوں  
پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح ابن رجب حنبلي م ۴۹۵ھ۔

(۳) ماتس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ، شیخ سراج الدین عمر بن علی الملقن  
م ۸۰۶ھ یہ صرف زوائد یعنی ان روایات کی شرح ہے جو کتبہ خمسہ میں موجود نہیں ہیں۔

لهم تذكره ص ۱۵۰ | شہ بتان الحدیثین ص ۱۲۵

(۴) الدیاجہ:- شیخ کمال الدین محمد موسیٰ ذمیری م ۱۷۵۷ھ، یہ شرح پارٹ نے جلد دوں میں ہے۔

(۵) نور مصباح الزجاجہ:- شیخ علی بن سیلمان بالکی مغربی، علامہ سیوطی کی شرح مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ کا اختصار کیا ہے، مقرر میں طبع ہو چکی ہے۔

(۶) شرح ابن ماجہ:- ابوالحسن محمد بن عبد البادی حنفی الم توفی ۱۸۲۲ھ اس میں ضبط القاظ، حل غریب اور بیان اعراب پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

(۷) انجام الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ:- شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی م ۱۲۹۵ھ یہ ایک مختصر تعلیق ہے۔

(۸) حاشیہ بر سنن ابن ماجہ - مولانا فخر الحسن گنگوہی، مشہور و متداول حاشیہ ہے اس میں علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی مجددی دونوں کی شرحوں کو نوع مزید اضافہ کے جمع کیا ہے۔

(۹) مقتاح الحاجہ، شیخ محمد علی۔ یہ حاشیہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

(۱۰) المجرد فی اسماء الرجال ابن ماجہ کلہم سوی من اخرج منهم فی احد الصحیحین۔ امام ذہبی، اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔

(۱۱) ماتس الی الحاجہ اور ابن ماجہ د علم حدیث۔ یہ دونوں کتابیں مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی کی تصنیف ہیں، ان میں علم حدیث اور سنن ابن ماجہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے حدیث کے طالب علموں کے لئے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے۔



# امام طحاویؒ

امت نے جن محدثین کے مجموعوں کو صحاح ستر کا ورجمہ دیا ہے، ان کے ہم عمر امام طحاویؒ بھی ہیں، جو علم و تحقیق میں مجددانہ شان رکھتے ہیں، حضرت مولانا اوزرا شاہ شمیریؒ فرماتے ہیں ”وہو امام مجتهد و مجدد کما قال ابن الأثیر الجزریؒ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ستر حديث اور اس کے معامل و غواصن اور بحث و تحقیق کے لحاظ سے ان کو مجدد کہا گیا ہے، متقید میں اپنی کتابوں میں بحث و تحقیق کے بغیر روایات قل کرتے چلے آتے ہیں، امام طحاویؒ نے بحث و تحقیق کی جدید راہ کھوئی یہ ان کی کتاب ستر ح معانی آلات اپنی خصوصیات و فوائد کے لحاظ سے ان تمام تابوں میں ایک حمتاز مقام رکھتی ہے، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ محدثین عظام کی بزم میں امام طحاویؒ اور ان کے کارنامے کا مختصر اتعارف کرایا جائے۔

الہ معارف السنن جلد اصل ۱۱۵

## نام و نسب

احمد نام ابو حجفر کنیت الازدی الجرجی المصری الطحاوی نسبت  
ہے شجرہ نسب یہ ہے۔

ابو حجفر احمد بن محمد بن سلام بن سلمہ الازدی الجرجی المصری الطحاوی۔

جمهور محدثین و مورخین کا اس نسب نامے پر اتفاق ہے یہ

امام موصوف کا تعلق چونکہ میں کے مشہور قبیلہ آزاد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے  
اس کی طرف مسوب ہو کر آزادی و حجری کہلاتے ہیں، چونکہ امام صاحب کے آبا و اجداء  
فتح اسلام کے بعد مصر کا آباد ہو گئے تھے جسے اس نے مصر کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے۔  
طحاوی طحا صعید مصر میں ایک گاؤں ہے جس کی طرف مسوب ہو کر طحاوی کہلاتے  
ہیں، اگرچہ صاحب مجمع البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحائی کے باشندہ نہیں تھے.  
بلکہ اس کے قریب ہی ایک محض آبادی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو طخطوط کہتے  
ہیں، اس کو امام صاحب کے وطن عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے، مگر امام صاحب نے  
طخطوط نسبت کو پسند نہ فرمایا، بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طھائی کی طرف نسبت کی گئی۔

**پیدائش و وفات** | اسن پیدائش میں قدرے اختلاف ہے، ۱۳۲۸ھ و ۱۳۲۹ھ  
 بتایا گیا ہے، مگر مؤذن خ ابن خلکان نے دوسرے قول کو

ترجیح دی ہے۔ علامہ ذہبی نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ خود امام طھاوی سے یہی  
روایت ہے، اس وفات کے متعلق جمہور کی رائے ۱۳۲۸ھ ہے، تاریخ ولادت مصطفیٰ  
۱۳۲۹ھ مدت عمر محمد، اور تاریخ وفات محمد مصطفیٰ، قبر مبارک مقرر میں امام شافعیؒ کے مزار کے

لطف تذکرۃ الحفاظ ۱۴ و ص ۷ وسان المیزان جلد اص ۵۷ تا ۷۰ الجواہر المضییۃ سے الحادی ص ۸

کے مجمع البلدان جلد ۶ ص ۷ و ۸ وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۳۵ و الفوائد السنیۃ ص ۳۵ والبدایۃ النبایۃ جلد ۱ ص ۴۷ تا ۵۰

پہلے واقع ہے۔

مصر اضروری معلوم ہوا کہ امام صاحب نے جس علم و دین کے گھوارے میں شور کی آنکھیں کھوئی تھیں اس کی علمی و دینی مرکزیت کو بیان کیا جائے، مصر وہ سر زمین ہے، جہاں تین سو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم جمیع) کے مبارک قدم آئے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے الدرالصحابہ فی من دخل مصر ممن الصحبیا بہی میں ان سب کا تذکرہ لکھا ہے، حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ مصر کو حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا، صحابہ کرامؓ کی ایک خلقت یہاں اکر سکونت گزیں ہوئی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی پھر عمر بن الخطابؓ یحییٰ بن ایوب، حیوۃ بن شریع، لیث بن سعد، ابن ابی شیعہ کے دور میں اور زیادتی ہوئی جو ابن طہب، امام شافعیؓ، ابن القاسم اور ان کے تلامذہ کے زمانے تک باقی رہی، اس کے بعد فرماتے ہیں ”وما زال بهَا عَلْمُهُمْ إِلَى أَنْ ضَعَفَ ذَلِكَ بِاسْتِيلَادِ الْعَبِيدِ“ الرافضة علیہا سنتہ ثمان و خمسین و ثلث مائیٰ (اور وہاں برابر خوب علم رہا تا آنکہ ۳۵۸ھ میں عبیدی رافضیوں کے استیلار کی بناء پر اس میں ضعف آگیا) امام شافعی کے مذہب جدید کی تدوین یہیں ہوئے۔ حضرت نافع جو عبد اللہ ابن عمرؓ کے تلمیذ رشید ہیں اور تیس سال ان کی خدمت میں ہے ہیں، انہیں حضرت عمر ابن عبد العزیز نے اپنے دور خلافت میں مصر معلم بن اکبر کھیجا تھا اور لیث بن سعد یہیں کے رہنے والے تھے جن کے متعلق امام شافعیؓ فرماتے ہیں ”اللیث افقہ من مالک الا انه ضیغ اصحابہ“ (لیث امام مالک سے زیادہ افق تھے پران کے شاگردوں نے انہیں لے اس رسالہ کو حسن المحاضرہ میں پہنم و کمال نقل کر دیا ہے ۱۷۴ الاعلان بالتویح للخواصی ص ۳۳۳

ضائع کر دیا) حافظ ابن حجر عقلانی لکھتے ہیں، ضائع کر دینے سے امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مالک وغیرہ کے تلامذہ نے ان کی فقہ کو دون کیا آمادیت۔ شاگردوں نے نہیں کیا۔

بچونکہ اکثر فضائلہ و مذاہ کے امام ابوحنیفہ کے مسلک پر تھے، اس لئے فقہ حنفی بھی کافی شہرت تھی۔

**تحصیل علم** امام موصوف علم کی طلب میں مقرر آئے اور وہاں اپنے مامور ابراہیم مزنی جو امام شافعی کے اجل تلامذہ میں تھے، ان سے پڑھتے ہے، اس لئے ابتدأ امام شافعی کے مقلد تھے، مگر چند سالوں کے بعد جب احمد بن ابی عمران حنفی مقرر کے قاضی بن کرائے تو ان کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے علم حاصل کیا، حتیٰ کے ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے بقدر ہو گئے۔<sup>۱</sup> محمد بن احمد شرودی نے امام طحاوی سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے مامور کی کیوں مخالفت کی اور کیوں امام ابوحنیفہ کے مذهب کو اختیار کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے دیکھ کر مامور ہمیشہ امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو مطالعہ میں رکھتے تھے، پس اسی لئے میں بن جس اس کی طرف منتقل ہو گیا۔<sup>۲</sup> علامہ کوثری نے اس روایت کو بالتفصیل نقل کیا ہے کہ امام طحاوی نے اپنے مامور مزنی کو دیکھ کر خود امام صاحبج کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کتابوں نے مجھے مذهب حنفی کا گردیدہ بنایا، جس طرح میرے مامور مزنی کو بھی امام ابوحنیفہ کی طرف مائل کر دیا تھا، جیسا کہ مختصر مزنی سے ظاہر ہے کہ بہت

لئے الرحمۃ العینیۃ فی الترجمۃ اللیثیۃ از حافظ ابن حجر ص ۷۷ جلد ۲ ص ۳۵۴ متن الغوان البهیہ ص ۹۷

لئے وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۳۵۵۔

سے مسائل میں امام شافعیؓ سے اختلاف کیا ہے۔ چونکہ یہ خود امام طحاوی کا اپنا بیان ہے، اس لئے یہی صحیح و معتبر ہے، اس سلسلے میں جو بہت ہے واقعات لسان المیزان وغیرہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ سب بے سند و خلاف درایت ہیں۔

**سماع حدیث کیلئے سفر** امام صاحبؑ نے امام مزنیؑ کے علاوہ مصر کے حدیث کو حاصل کیا جس میں چند کے نام یہ ہیں :- یوس بن اعلیٰ الم توفی ۲۷۸ھ جن کے متعلق ذہبیؓ کے شاندار الفاظ یہیں "علم الدیار المصریة الامام الحافظ المقریؓ" اور ہارون بن سعید ایلی، محمد بن عبداللہ بن عبد الجیم، بحر بن نصر، عیسیٰ بن شرود، ان کے علاوہ ابن عیینہ اور ابن وہب کے تلمذہ اور اس طبقہ کے دیگر مشائخ سے استفادہ کیا، اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۷۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا جہاں ابو عازم قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کی، اس کے بعد ۲۷۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے یہ

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ کے تراجم پر نظر ڈالے گا تو اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغاربی، سیتی، بصری، کوفی، ججازی، شامی، و خراسانی مختلف حمالک کے حضرات نظر آئیں گے جن سے امام موصوف نے اخبار و آثار کا علم حاصل کیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے بادیہ پیانیؓ کی یہی نہیں بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے حدیث و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے ہیاں تک کہ وہ علوم جو مختلف اشخاص کے

پاس پر اگنڈہ تھے، ان سب کو امام موصوف نے سمیٹ لیا۔

**شیوخ و اساتذہ** | ان کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے، ان کے ناموں پر نظر دالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دور کے ہر خرمن

حدیث سے خوشہ چینی کی، جن میں امام بخاریؓ و امام مسلمؓ کے شیوخ بھی ہیں، کیونکہ امام بخاریؓ کا سن وفات ۷۲۵ھ ہے۔ اس وقت امام طحاویؓ ۷۲۶ سال کے تھے، اسی طرح امام مسلمؓ نے ۷۲۱ھ میں وفات پائی ہے جب کہ امام طحاویؓ ۷۲۲ سال کے تھے امام مالکؓ و امام محمدؓ کے دریزوں کے واسطے سے امام عظیمؓ کے تلمیز ہیں، وہ ایسے مشارکت سے بھی روایت کرتے ہیں جن میں دیگر اصحاب صحابہ شریک ہیں، ان کی تعداد ۳۶ ہے، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ امانی الاحبار۔

**تلامذہ** | ان کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنادیا تھا، اس لئے تلامذہ کا دائرة بھی بہت وسیع ہے، ان کی ایک مختصر فہرست پیش ہے۔

احمد بن قاسم خشاب، ابوالحسن محمد بن احمد الجیمی، دیوسفت میانجی، ابویکبر بن المقفلؓ طبرانی، احمد بن عبد الوارث زجاج، عبدالعزیز بن محمد جوہری، قاضی صعید، محمد بن بکر امن مطروح اور ان کے علاوہ دیگر حضرات ہیں گے۔

**علمی مرتبیہ** | حفظ حدیث کے ساتھ وہ فقہ و اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، ملا علی قاریؓ نے ان کو طبقہ ثالثہ کے مجتہدین میں شمار کیا ہے

لئے الحادی فی سیرۃ الامام الطحاوی ص ۱۱۳، لئے الحادی ص ۱۱۴، معارف السنن جلد اس

لئے لسان المیزان جلد ۲ ص ۲۶۵، بتان الحدیثین ص ۹۶۔

رماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جس میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو جیسے خصاًب، ابو جعفر طحاوی، والحن کرخی، شمس اللائمه سخری فخر الاسلام بزد وی، فخر الدین قاضی خان اور ان جیسے حضرات ہیں، یہ لوگ امام صاحب سے اصول و فروع میں مخالفت نہ ہیں رہتے، البتہ حسب اصول و قواعد ان مسائل میں احکام کا استنباط کرتے ہیں جس میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو، مگر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ مختصر تاوی دلالت کرتی ہے کہ (امام طحاوی) مجتہد منتب تھے، مغض امام ابو حنیفہؓ کے تقدیر نہ تھے، کیونکہ بہت سے مسائل میں ان کے مذہب سے اختلاف کیا ہے، اس لئے مولانا عبد الحی صاحب نے امام ابو یوسفؓ و امام محمدؓ کے طبقے میں شمار کیا ہے، رہنمائی میں کہ ان کا مرتبہ ان دلوں سے کم نہیں تھا۔

## فن جرح و تتعديل اور امام طحاویؓ

امام طحاویؓ کو کامل دستنگاہ

سالِ حجتی - اس فن میں مستقل کتابیں بھی لکھی تھیں، تاریخ بکریہ در قضی المدعیین جوز آبیسی کے رد میں ہے، اسی طرح ابو عبید کے کتاب النسب پر مستقل تردید لکھی ہے، ان کے تلمذہ میں بھی ابن یونس و طبرانی ابن عدی جیسے ائمہ جرح و تتعديل گزرے ہیں، مگر فوس، ان حضرات کی کتابیں آج ناپید ہیں، اب شکل الآثار میں جہاں رواۃ پر اور سعائی الآثار میں جہاں احادیث متعارضہ پر کلام کرتے ہیں، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتابیں اس فن پر موجود مطبوع ہیں مگر انہوں

لئے مقدمہ امالی بحوالہ ذیل الجواب المفسیہ کے بستان ص ۶۹ سے التعیقات السنیہ ص ۳۴۔

نے امام طحاوی کا ذکر نہ ان کے جلیل القدر شیوخ کے حالات میں کیا اور نہ ہی اعلیٰ درج کے تلامذہ میں درج کیا ہے، البته سان المیزان و تہذیب میں بوقت ضرورت بزر و تعدل میں امام طحاوی کا قول نقل کر دیا ہے، رجال حنفیہ کے متعلق اس طرزِ عمل ک شکوہ ان کے شاگرد حافظ سخاوی نے بھی کیا ہے، حافظ صاحب کے متعلق جو شکایت امام سخاوی کو ہے اسی طرح علامہ سبکی شافعی کو علامہ ذہبی سے ہے۔

قاضی ابن شحنة، شرح بدایہ کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں "حتیٰ قال السبکی انك لامینبغی ان يوحد من كلامه ترجمة شافعی ولا حنفی وكذا لا ينبعي ان يوحد من كلام ابن حجر ترجمة حنفی متقدم ولا متأخر" یہاں تک کہ علام تدقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ (ذہبی) کے کلام سے کسی شافعی و حنفی کا ترجمہ لینا بھی مناسب نہیں۔ (قاضی ابن شحنة فرماتے ہیں) کہ اسی طرح حافظ ابن حجر کے کلام سے کسی متقدم و متأخر حنفی کا ترجمہ لینا بھی مناسب نہیں ہو سکتا۔<sup>۱۵</sup>

## امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف

اعتراف ہر دور کے محدثین و مؤرخین نے کیا ہے، جیسے مقدمین میں طبرانی، ابو بکر خطیب، حمیدی، ابن عساکر وغیرہ، اور متأخرین میں ابی آنجاج هرزا، حافظ ذہبی، علاء ابن کثیر وغیرہ ہیں، واقعیہ ہے کہ امام طحاوی قرآن و حدیث سے استنباط و تفہیم میں

<sup>۱۵</sup> سله الطبقات الکبریٰ جلد اصل ۱۹۷ ماتحت لیۃ الحاجۃ ص۲

(نوٹ) ذہبی کے میزان کے حائیے پلام صاحب کا ترجمہ الحاقی ہے کیونکہ مصنف نے مقدمہ میں خود صراحت کر دی ہے، کامہ متبوعین کے حالات انکی عظمت و جلالت کی وجہ سے بیان کرئی ضرورت نہیں (غیث الغلام ص۲۳)

لپتے معاصرین و ما بعد کے علماء میں نظری نہیں رکھتے، انہیں اعلم انس بزرگ بہب الامام  
ابی حنفیہ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر المکی فرماتے ہیں "کان الطحاوی من اعلم الناس بسیر  
الکوفیین و اخبارہم و فقہہم مع مشارکتہ فی جمیع المذاہب" امام طحاوی  
کوفیین کے سیر و اخبار و فقہ کے بڑے عالم تو تھے ہی ساتھ ہی دیگر مذاہب سے بھی  
واقف تھے۔

ابن حماد حنبلی نے ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے "شیخ الحنفیۃ الشقة  
الثابت برع فی الحديث والفقہ"

ابن تغزی نے احد الاعلام و شیخ الاسلام کا خطاب دیا، فرماتے ہیں کہ امام طحاوی  
توقف و صدیث و اختلاف علماء و احکام و لغت و کنوه وغیرہ علوم میں نظری نہیں رکھتے تھے  
اور انہوں نے بہترین تائبین تصنیف کیں ہیں۔

علامہ ابن جوزیؒ نے یہ شاندار الفاظ استعمال کئے ہیں "کان شافعیاً فقيهاً عاقلاً" ہے

امام طحاوی کے ناقدين | امام طحاویؒ کی جلالت شان و ثقاہت کے  
باوجود بعض متاخرین علماء نے اعترافات کئے  
ہیں، جو متقدرین کے اعتراف و توثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے، مثال کے طور  
پر علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں حدیث رَدِّ شمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ طحاویؒ<sup>ؓ</sup>  
کے نقد حدیث کا معیار اہل علم سے مختلف تھا، شرح معانی الآثار میں احادیث مختلف

لے عرف الشذی لہ لسان المیزان جلد اص ۲۷۵ لہ شذرات الذهب۔

لہ النجوم النظاہرہ جلد ۳ ص ۲۳۹ لہ المقتضی جلد ۶ ص ۲۵۰

کو بیان کیا ہے، اور ان میں اس کو راجح قرار دیا جس کو از روئے قیاس جھٹ سمجھا ہے، ان کو دوسرے اہل علم کی طرح اسناد کی معرفت حاصل نہیں تھی، اگرچہ کثیر الحدیث و فقیہ اور عالم ہیں، ان کو علامہ ابن جوزیؓ کے کلام سے دھوکہ ہوا کیونکہ انہوں نے موضوع کہا ہے اور ان کا تشدد آں باب میں مشہور ہے، اس حدیث کی تصحیح بہت سے علماء نے کی ہے، حافظ ابن لفظ از دی نے صحیح قرار دیا اور ابو زرعہ و ابن العراقی نے حسن کہا، حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کی رائے کو خطأ قرار دیا۔ یہ حدیث تعدد طرق سے مردی ہے، اس نے امام طحاوی و خفاجی نے صحیح قرار دیا۔ علامہ سیوطیؓ نے بھی اللائق المصنوعۃ میں اس کو صحیح بتایا ہے۔<sup>۱۰</sup>

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسلمہ بن قاسم اندلسی کا اعتراض کو سآن المیزان میں نقل کیا ہے، حالانکہ مسلمہ نے اسی طرح کا اعتراض جب امام بخاری پر کیا تو تہذیب التہذیب میں اس کی تردید کی ہے اور مسلمہ کو مجہول قرار دیا ہے۔

**تصانیف** مؤلفین کے اجمالی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے مختلف فنون پر تصانیف کی ہیں، متاخرین علماء سے زیادہ متقدیں نے ہمیشہ اسے قدر کی نظر سے دیکھا ہے، افسوس اس میں کثر غیر مطبوع ہیں، اس کی فہرست پیش ہے:-

(۱) معانی الآثار:- اس کا تفصیلی تعارف آئندہ کے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۲) مشکل الآثار:- ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آخری تصانیف ہے،

لله الفوائد البهیة لـ المقاصد الحسنة ص۱۱۷ لـ ظفر الامانی لـ الفوائد البهیة ص۱۱۷

اس میں مصنف نے احادیث کے تضاد کو رفع کیا ہے، اور ان سے احکام کا استخراج کیا ہے جیدر آباد سے جو چار جلدیں طبع ہوئی ہیں، وہ غالباً پوری کتاب کے نصف سے بھی کم حصہ ہے، قاضی ابن رشد نے بعض اعتراضات کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے۔ علامہ عینی کے شیخ قاضی جمال الدین یوسف بن موسیٰ ططی نے اس اختصار کا بھی اختصار کیا ہے جو المعتصر من المختصر کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔

(۳) اختلاف العلار ۳۰ جزء حدیثی اختلاف میں بیان کی جلتی ہے۔

(۴) کتاب احکام القرآن :- ۲۰ جزء میں ہے۔

(۵) کتاب الشروط الکبیر :- ۲۰ جزء میں ہے۔

(۶) کتاب الشروط الادسط۔ (۷) کتاب الشروط الصغير

(۸) مختصر الطحاوی۔ جیدر آباد سے چھپ کر مشہور و متدالوں ہو چکی ہے۔

(۹) نقض کتاب المدلیین۔ ۵ جزء میں کتابیتی کی کتاب المدلیین کا بہترین رد ہے۔

(۱۰) الرد على ابى عبيدة (۱۱) التاریخ الکبیر

(۱۲) کتاب فی النحل واحکا مہا (۱۳) عقیدۃ الطحاوی

(۱۴) سنن الشافعی۔ اس میں وہ سب حدیثیں جمع کردی ہیں جو امام مزنی کے واسطے سے امام شافعی سے سنی تھیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ (سنن شافعی) کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطے سے ہیں، اس لئے سنن شافعی کو سنن طحاوی بھی کہا گیا ہے۔

(۱۵) شرح المغنى (۱۶) التوادر الفقہیہ :- ۱۰ جزء میں ہے۔

- (۱۷) السنادر والحكایات۔ تقریباً ۲۰ جزء میں ہے۔
- (۱۸) جزر فی حکم ارض مکہ
- (۱۹) جزر فی قسم الفن و الغنائم۔
- (۲۰) کتاب الاشرفۃ
- (۲۱) الروعلی عیسیٰ بن ابیان۔
- (۲۲) جزر فی الرزیۃ
- (۲۳) شرح الجامع الصغیر لابن محمد.
- (۲۴) شرح الجامع الکبیر
- (۲۵) کتاب المخاض والسبلات۔
- (۲۶) کتاب الوصول
- (۲۷) کتاب التسویۃ بین حدثنا و اخْبَرْنَا
- (۲۸) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ
- (۲۹) کتاب صحيح الآثار
- (۳۰) اختلاف الروایات علی مذهب الکوفین۔
- (۳۱) مناقب ابی حنیفہ۔
- (۳۲) کتاب الحزل

**شرح معانی الآثار** شرح معانی الآثار کو معانی الآثار بھی کہا گیا ہے۔  
 ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحب کی پہلی  
 تصنیف ہے۔ مگر ان کی کتابوں میں نہایت اہم و مشہور و متداول ہے، علماء نے  
 خصوصیت سے اس کی طرف اعتماد کیا ہے حافظ سخاوی نے جن کتب حدیث کے  
 مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے اس میں شرح معانی الآثار بھی ہے۔

علامہ امیر القافی فرماتے ہیں "فإن شرح معانی الآثار هل ترى له نظيرًا في  
 سائر المذاهب فضلًا عن مذهبنا هذا" شرح معانی الآثار پر غور کرو، کیا تم  
 ہمارے اس مذهب خلقی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظر پا سکتے ہو؟ علامہ علی  
 نے برسوں اس کا درس دیا ہے۔

## معانی الآثار کا کتب حدیث میں مقام دوسری بہت سی کتب

پر ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں کہ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے، کہ اس میں شک کوئی ناواقف ہی کرے گا۔

علامہ ابن حزم نے اپنے جمود و تشدید کے باوجود اس کو سنن ابی داؤد و سنن نافیٰ کے درجہ پر رکھا ہے، علامہ ابن خلدون، امام دارقطنی وغیرہ کی تقلید میں لکھ گئے کہ طحاویٰ کے شرائط متفق علیہ نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال وغیرہ سے بھی روایت کی ہے اسلئے اس کا مرتبہ صحیح و سنن کے بعد ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک امام طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار کا مرتبہ سنن ابی داؤد کے قریب ہے کیونکہ اس کے رواۃ معروف ہیں، اگرچہ بعض متكلّم فیہ بھی ہیں، اس کے بعد ترمذی، پھر سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

## معانی الآثار پر امام تہقی کے اعتراض کا جواب امام طحاوی اور امام تہقی نے

ان کی کتاب معانی الآثار پر اعتراض کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ علم حدیث امام طحاوی کا فن نہیں تھا بلکہ انہوں نے کچھ حاصل کر لیا تھا، مگر انہیں اس میں رسوخ و اتقان حاصل نہیں، آگے چل کر فرماتے ہیں کہ شرح معانی الآثار میں انہوں نے بہت سی ضعیف حدیثوں کو اپنی رائے سے صحیح کہہ دیا، اور بہت سی صحیح کو ضعیف کہہ دیا۔

لئے طحاوی ص ۱۲۱ مقدمہ التعلیق المجد ۳۷۷ الطوط ص ۲۴۷ لئے فیض الباری

جلد اسٹ و ص ۵۵

شیخ عبدالقادر نے ابواب المضئیہ میں اس پورے اعتراض کو نقل کر کے جواب دیا ہے کہ میں نے امام طحاوی کی کتاب کی شرح لکھی ہے، اور اس کی اسانید پر کلام بھی کیا ہے، صحاح ستہ، مصنف ابن بکر بن ابی شیبہ اور وسری کتب حدیث سے مطابقت کر کے پر کھا بھی ہے، مگر حاشا و کلاؤ امام بیہقی نے جو اعتراض کیا ہے وہ کہیں بھی نہیں ہے، اس شرح کا نام الحادی فی بیان اثار الطحاوی، رکھا ہے، امام بیہقی کے جواب میں قاضی القضاۃ علاء الدین مارديني نے ابو اہر الشقی فی الرد علی البیهقی لکھی ہے، جس میں تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جو اعتراض امام طحاوی پر کر رہے ہیں، اس کے ترکب وہ خود ہیں، ابو اہر الشقی شائع ہو چکی ہے اور سنن ترمذی کے ساتھ بھی چھپ چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جس طرح کے اعتراضات معانی الآثار پر کئے گئے ہیں اس طرح کے بلکہ اس سے زیادہ سخت اعتراضات تو سنن اربعہ پر کئے گئے ہیں اور یہ کتاب سنن ترمذی و سنن دارالمری اور سنن دارقطنی سے بد رجہ فائت ہے۔

**معانی الآثار کی خصوصیات**

اب ہم چند کتابی خصوصیات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تفصیلات کیلئے مانع

ہو مقدمہ آمنی الاخبار۔

- (۱) اس میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں جس سے دیگر کتب خالی ہیں۔
- (۲) ایک حدیث کی مختلف اسانید جمع کر دیتے ہیں، جس سے ایک حدیث کو ہفت سنتکات و فوائد کا علم ہوتا ہے۔

لله الفوائد البویہ

(۳) غیر منسوب رواۃ کی نسبت اور بہم راوی کا نام، مشتبہ کی تکمیز، محل کی تفسیر، اضطراب و شک راوی سب کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) صحابہ و متابعین کے آثار، فقہار کے اقوال اور ائمہ کی جرح و تعدیل بھی بیان کرتے ہیں، جس سے ان کے معاصرین کی تباہی خالی ہیں۔

(۵) کبھی ترجمہ الباب کسی فقی مسئلہ پر قائم کرتے ہیں اور باب کے تحت کی روایت سے ایسے دقيق استنباطات کرتے ہیں جس کی طرف اذہان کم منتقل ہو سکتے تھے۔

(۶) کتاب کو فقہی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا ہے، کبھی معلوم ہوتا ہے کہ باب کے تحت کی روایت بظاہر ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی مگر نہایت لطیف طریقے سے ترجمہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے اس کی روایت کرتے ہیں مثلاً باب المیاہ کے تحت ان المسلم لا یخس اور اعرابی کے مسجد میں بول والی حدیث ذکر کی ہے، یہ مقامات نہایت دقیق ہیں۔

(۷) ادلة احناف کے ساتھ دوسرے ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر نظر قائم کر کے پوری طرح حاکم کرتے ہیں جس سے تفقة کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

**شرح و متعلقات** | (۱) الماہی فی تحریم معانی الأثار للطحاوی  
(للحافظ عبد القادر الفرشی)

(۲) مبانی الاخبار (اللعيینی) چھ جلدیں میں موجود ہے جس میں رجال پر کلام نہیں نہیں کیا۔

(۳) نخب الاخبار فی رجال معانی الأثار (اللعيینی) علامہ عینی نے شرح

وصال پیش آیا ہے

نہ سمجھتے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے  
یہ سنتے گوچلے آتے تھے اک دن جان جانی ہے  
پہلی جلد کے شروع میں ایک بسوٹ مقدمہ لکھا ہے جس میں طحاوی کے  
شیوخ کی ایک بسوٹ فہرست بھی پیش کی گئی ہے، اس مقالہ میں اس سے پودی  
طرح استفادہ کیا گیا ہے۔

(وَأَخْرُدْ عَوَانَاتِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)



وصال پیش آیا ہے

نہ سمجھے تھے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے

یہ سنتے گوچلے آتے تھے اک دن جان جانی ہے

پہلی جلد کے شروع میں ایک بسotto مقدمہ لکھا ہے جس میں طحاوی کے  
شیوخ کی ایک بسotto فہرست بھی پیش کی گئی ہے، اس مقالہ میں اس سے پودی  
طرح استفادہ کیا گیا ہے۔

(وَأَخْرُدْ عَوَانَاتِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)



## کتاب کے اہم مصادر و مراجع کی اجمالی فہرست

بستان الحدیثین :- شاہ عبد العزیز رہ	اتحاد النبلاء لاقفین :- نواب صدیق حسن خان
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع :- علامہ کاسانی	الادب المفرد :- امام بخاری
بنیل الجہود فی حلابی داؤد :- مولانا خلیل احمد	احکام فی اصول الاحکام :- حافظ ابن حزم
الباعثۃ الحیثیۃ :- حافظ ابن کثیر	اوجز السالک فی شرح مؤطمالک :- مولانا محمد زکریا
بلوغ الامانی :- محدث کوثری	الانساف فی سبب الاختلاف :- شاہ ولی اللہ
تدریب الراوی :- حافظ سیوطی	ابجد العلوم :- نواب صدیق حسن خان
تنذکرة الحفاظ :- حافظ ذہبی	اعلام الموقعن :- حافظ ابن قیم
تہذیب التہذیب :- حافظ ابن حجر	اختصار علوم الحدیث :- حافظ ابن کثیر
التعقبات علی الم موضوعات :- حافظ سیوطی	القول المسد فی النسب عن المسد :- حافظ ابن حجر
تحفۃ الاحوڑی شرح ترمذی :-	اقوم السالک :- محدث محمد زاہد کوٹشی
تزئین الملک بمناقب امام الالک :- ساعظ سیوطی	الاستقرار :- حافظ ابن عبدالبرالکی
تہذیب السننابی داؤد :- حافظ ابن قیم	امانی الاجمار :- مولانا محمد یوسف
اللخیف الجیر :- حافظ ابن حجر	اشتمة اللهمات :- شیخ عبدالحق محدث دہلوی
تفسیر ابن حجر :- طبری	الاصابہ فی معرفۃ الصعاب :- حافظ ابن حجر
تدوین حدیث :- مولانا مناظر احسن گیلانی	الاکمال فی اسناد الرجال :- شیخ ولی الدین خطیب
تجھیز النظر :- شیخ طاہر جزاڑی	الاعلان بالتوہیج لمن ذم التاریخ :- حافظ سخاوی
تیقون نکوم اہل الاشر :- حافظ ابن جوزی	البدای والنہایہ :- حافظ ابن کثیر

التعليق المجد :- مولانا عبد الجي <sup>ن</sup> الحعنوي فرنجي محلی	روایٰ التاسیس :- حافظ ابن حجر
حسن السقا ضی :- محدث کوثری	تاہیب الخطیب :- محدث کوثری
حسن المحاضر :- حافظ سیوطی	اقریب التہذیب :- حافظ ابن حجر
المخطب ذکر الصحاح استه :- نواب صدیق حسن خان	لاتفاق فی علوم القرآن :- حافظ سیوطی
حیلۃ الاولیا :- حافظ ابو نعیم اصبهانی	تاریخ الاسلام :- حافظ ذہبی
الحاوی فی سیرۃ الامام الطحاوی :- محدث کوثری	وضیع الافکار :- امیر سکانی
الجیزات الحسان :- حافظ ابن حجر عسکری	ہدایہ الکمال :- حافظ مرتضی
الدرر المنیف فی اوتھہ تنبیہ اللام الینینفر :- علام رفیق زبیری	ہدایہ لاسمار و اللغات :- امام نووی
الرجھۃ الغیشیۃ :- حافظ ابن حجر	خواری المحاک :- علام جلال الدین سیوطی
الرسالہ :- امام شافعی	خلیل المنفعۃ :- حافظ ابن حجر
زہرا الری علی مجتبی :- علامہ سیوطی	تعلیقات السنیۃ :- مولانا عبد الجی فرنجی محلی
زاد المعاد :- حافظ ابن قیم	تیہب العدال :- ملاک :- قاضی عیاض
سنن بیہقی و سنن دری :- مسند اری	تاریخ بغداد :- خطیب بغدادی
سنن دارقطنی :-	تبریزی الصحیفہ :- حافظ سیوطی
سیر علام البلاڑ :- حافظ ذہبی	مع بیان العلم :- حافظ ابن عبدالبر المالکی
سیرۃ الغمان (اردو) مولانا بشیلی نعماں	مع الاصول :- علام ابن الاشیر حمزی
السنة و مکاتبہ فی التشریع الاسلامی :- دیکٹو مصطفیٰ احمد	اہر النبی فی الرد علی اسقیفی :- علام الدین ماروی
سیر قابوی (اردو) مولانا بشیلی نعماں و مولانا سید سلمان نعماں	اہر لمضیفۃ :- حافظ عبد العاد قرقشی
شرح معافی الآثار :- امام طحاوی	محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

غایة المقصود فی حلل بی داؤد : شمس الحق عظیم آبادی  
 غایة المقصود فی زرائد الشد : حافظ نور الدین شیخی  
 فتح الباری : - حافظ ابن حجر  
 فتح المغیث : - حافظ سعیدی  
 فیض الباری : - مولانا انور شاہ  
 فتح الملهم : - مولانا شبیر احمد عثمانی  
 الفوائد البیتیة : - مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی  
 الغفرست : - لابن الندیم  
 فتح القدری : - شیخ ابن ہمام  
 قرۃ الحسینین : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی  
 القاموس الحیطہ : - علام مجذد الدین فیروز آبادی  
 مختبکنز الحال : - شیخ علی مشقی  
 الکوکب الدرمی : - حضرت قدس شیخ الحدیث مولانا  
 محمد زکریا صاحب  
 کتاب الحعل : - امام ترمذی  
 کتاب الاستفانۃ : - حافظ ابن تیمیہ  
 کشف المظنون : - ملا کاتب چلپی  
 الکفایہ : - خطیب بغدادی  
 کلمات طیبات : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی -  
 محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شدیدات الذهب : - علامہ ابن العاذنی  
 شرط طلاق ائمۃ الائمه : - حافظ ابو بکر حنبلی  
 شرط طلاق ائمۃ الشافعیہ : - حافظ مقدسی  
 شرح نجۃ الفکر : - حافظ ابن حجر  
 شرح سفر السعادۃ (فارسی) شیخ عبدالحق دہلوی  
 شرح سنن ابن ماجہ : - علامہ سندی  
 شرح زرقانی علی مؤظن المالک  
 شرح اربعہ بر جامع ترمذی  
 شرح مسلم : - امام نووی  
 صحابۃ  
 طبقات ابن سعد  
 طبقات الشافعیۃ الکبریٰ : - علام متاج الدین بکی  
 طبقات الغفاری : - علام شیخ ابو الحلق شیرازی  
 نظراللامانی : - مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی  
 عجال نافعہ : شاہ عبدالعزیز دہلوی  
 عقود الجان فی مذاقب بی ضیفہ الشعاعی : -  
 حافظ محمد بن یوسف مشقی  
 عون المعبود شرح ابن داؤد

عبدۃ العاری شرح بخاری : - علامہ علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیہم البدان :- یاقوت جموی  
 مناقب للایام الاعظم :- صدرالائمه موفق بن  
 احمد سکی  
 المیزان الکبری :- امام عبدالوهاب شعلانی  
 مقدمہ ابن صلاح  
 مک الخاتم :- نواب صدیق حسن خان  
 مجع بخار الانوار :- شیخ طاہر پٹیانی  
 مقارح السنۃ :- استاد خلی  
 المستظم :- علامہ ابن جوزی  
 ضرب الرایہ :- علامہ زیلی  
 نیل الاؤطار :- قاضی شوکانی  
 نیل الغرقدین :- مولانا انور شاہ کشمیری  
 الوابل الصیب :- حافظ ابن قیم  
 وفیات الاعیان :- لابن حلقان  
 الیانج الجنی فی اسانید شاہ عبد الغنی

لامح الدراری :- مولانا محمد نگریسا صاحب  
 لسان المیزان :- حافظ ابن حجر  
 المواقفات :- امام شاطبی  
 المستدرک :- امام حاکم  
 الملل والخلل :- ابن حزم ظاہری  
 مناقب مالک :- امام رازی  
 مصنف (فارسی) :- شاہ ولی اللہ  
 مسنلاحد :- امام احمد  
 نیتۃ الالئ :- قاسم بن قطیلوبغا  
 مناج السنۃ :- حافظ ابن تیمیہ  
 معارف السنن :- مولانا محمد يوسف بنوری  
 میزان الاعتدال :- علامہ ذہبی  
 مرقاۃ شرح مشکوۃ :- مظاہل قاری  
 ماتس الیہ الحاجۃ :- مولانا عبدالرشید نعیانی  
 المقاصد الحسنة :- حافظ سخاوی

(ذوٹ) مندرجہ بالا کتب کے علاوہ دیگر مراجع کو اختصار کے پیش نظر ترک کر دیا گیا۔

پندر صویں صدی ہجری کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مذکورہ العالی کا ایک عظیم تھفہ  
ایکہ حیاتتے آفریبے پیغام

# تاریخ دعوت و عزیمت

(چھو حصوں میں)

**حصہ اول** : پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک عالم اسلام کی اصلاحی و تجدیدی  
کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحاب دعوت و عزیمت کا مفصل تعارف، ان کے  
علمی کارناموں کی روادا دران کے اثرات و نتائج کا مذکورہ۔

**حصہ دوم** : جس میں آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم و مصلح شیعہ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی  
سوائی حیات، ان کے صفات و کمالات، ان کی علمی و تفسیقی خصوصیات، ان کا تجدیدی و اصلاحی کام اور ان  
کی اہم تصنیفات کا مفصل تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ اور منتبین کے حوالات۔

**حصہ سوم** : حضرت خواجہ سعین الدین چشتی، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اویسا حضرت  
محمد شیخ شرف الدین بحقی میری کے سوانح حیات، صفات و کمالات، تجدیدی و اصلاحی کارنامے، تلامذہ  
اور منتبین کا مذکورہ و تعارف۔

**حصہ چہارم** : یعنی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی راء۔ ۹۰۲۳ م کی مفصل سوانح حیات  
ان کا عہد اور ما حول، ان کے عظیم تجدیدی و انقلابی کارنامے کی اصل نویت کا بیان، ان کا اور ان کے  
سلسلے کے مشائخ کا اپنی اور بعد کی صدیوں پر گہرا اثر اور ان کی اصلاحی و تربیتی خدمات۔

**حصہ پنجم** : تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احیائے دین، اشاعت کتاب و سنت،  
اسرار و مقاصد شریعت کی توضیح و تبیغ۔ تربیت و ارشاد اور ہندستان میں ملت اسلامی کی تحقیط  
اور شخص کے تباکی ان عہد آفریز کوششوں کی روادا، جن کا آغاز حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی  
اور ان کے اخلاف و خلفا کے ذریعے ہوا۔

**حصہ ششم** : حضرت سید احمد شہید کے مفصل سوانح حیات، آپ کے اصلاحی و تجدیدی کارنامے،  
غیر منقسم ہندستان کی سب سے بڑی تحریک بجهاد و تنظیم اصلاح و تجدید اور احیائے فلانت کی تاریخ  
(دو جلدیں میں مکمل)

ناشر، فضل ربی ندوی

**مَجَلسِ نَشْرِيَّاتِ إِسْلَامٍ** ۲۰۱۷ء۔ ناظم آباد نیشن، ناظم آباد کراچی



# مُفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی چند اہم شاہکار تصنیفات

بیوی حسنہ مکمل  
حدیث کامپیاری کردار  
مرکز ایمان و مادیت  
پرانے چراغ مکمل  
ارکان ارباب  
نقوشِ اقبال  
کارروانِ مدینہ  
بتادیانت  
تعمیرانیست  
حدیث پاکستان  
اصلاحیات  
سیفیتِ اہل دل  
کارروانِ زندگی مکمل  
مذہب و تمدن  
دستورِ حیات  
حیات بعد الموت  
دو مظاہر تصویریں  
تحفہ پاکستان  
پاجا سراغِ زندگی  
عالم علی کالمیں

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل رچھنا  
اسلام مذاکہ میں اسلامیت اور معرفتی کی کشمکش  
انسان زندگی پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر  
منصب نبوت اور انس کے عالی مقام حاملین  
دریائے کابل سے دریائے یہودک  
مذکورہ فضل الرحمٰن عَنْ مَرَاةِ آبَارِ  
تمذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احصاءات  
تبیخ دعوت کا مہمہ ادا سلوب  
مغرب سے کچھ صاف صاف بائیں  
ئی زندگی امریکی میں صاف صاف بائیں  
جب ایسان کی بہار آئی  
مولانا محمد ایاس اور آن کی رسمی دعوت  
حجاز مقدس اور جبڑیۃ العرب  
عمر حاضر میں دین کی تغییر و تشریع  
ترنکیہ و احسان یا تصوف و سلوک  
مخطوکتہ قرآن کے بسادی اصول  
یوسف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا  
خواہین اور دین کی خدمت  
کارروان ایسان دعیمت  
سوائی مولانا عبد القادر رائے پوری

۳۴۔ تعلیمِ رہن ندوی — نون ۱۸۱۶ء - ۶۲۱۸۹۹

مجلس نشریاتِ اسلام ناظم ایام میشن ۱۔ کے یہ نہایت کراچی  
یشائیت: مکتبۃ ندوۃ تا  
ریڈنگ لائبریری ۱۸۳ م

